ذکر الاولیاء حکمۃ للقلوب کفارۃ للذنوب

روضۃ الاقطاب

المعروف بہ

مظہر اصفیٰ

۱۳۲۶ھ

جس میں روضہ عرف خلدآباد کی وجہ تسمیہ اور خلدآباد کے بزرگوں کے حالات اور اُن کے اعراس کا مفصل ذکر ہے

مؤلفہ

خاکسار رونق علی صاحب مدرس مدرسہ خلدآباد شریف ضلع اورنگ آباد

باہتمام منشی عبد السلام صاحب نقلنویس ضلع اورنگ آباد

مطبع معین دکن اورنگ آباد میں چھپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و العاقبۃ للمتقین و الصلوٰۃ و السلام علی رسولہ سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین ○

سبب تالیف

ناظرین کے سامنے تالیف کے یہ چند اجزا پیش کرنے کے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے
کہ اِس کتاب کے اسباب تالیف بھی تھوڑے سے بیان کر دین اگرچہ اُس کے
تحریر کرنے مین نہ کوئی خوبی ہے اور نہ کسی قسم کی دلچسپی لیکن اسقدر ضرور ہے کہ
بزرگون کے نام نامی کے ساتھ اُن سرپرست احباب کے نام بھی یادگار رہ جائینگے
جو کتاب کے سبب ہین ۔ و حقیقت اسباب تالیف قلمبند کرنا اُن کا شکریہ ادا کرنا ہے
قدرتی قانون ہے انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ وہ کسیوقت بیکار رہنا پسند نہین کرتی
کسی نہ کسی شغل مین رہا کرتی ہے ۔ اسی بنا پر میری طبیعت بھی عرصے تک تعلیم کی طرف
مائل رہی ۔ معمولی پڑھائی ختم ہو چکی تھی اللہ اعلیٰ جماعت مین نام داخل ہوا تھا کہ وقت [illegible]
[illegible] کے تعلیم کا سلسلہ بھی موقوف ہو گیا ۔ تاہم تعلیم اپنے مشغوس رہ [illegible]

پیدا ہوا کہ ہر چند ہزار کوشش کی اور لازمی طریقے اس قسم کے اختیار کئے کہ جس سے سلسلہ چلتا ہے
لیکن کامیابی نہوئی۔

اس ناکامیابی پر دوسری طرف سے خانگی افکار اور زمینداری کا گران بار سر پر ایسا آن پڑا
کہ اس ناقابل برداشت بوجھ کا تحمل نہوا۔ عام خیال مین زمینداری کے تعلقات اگر مفید نہ
ہوتے تو مضر بھی نہ تھے۔ لیکن یہ بھی اُس قُدرتی قانون کا اثر تھا کہ شروع ہی سے طبیعت
کو اسطرف لگاؤ نہ تھا۔ بلکہ اُلجھن اور وحشت تھی۔

علاوہ بریں اُسطرف سے بیدلی کی وجہ یہ اور پیدا ہوئی کہ مین نے جن لوگون کو اسمین
مبتلا پایا۔ اُن کی اندرونی حالت چاہے اچھی ہو مگر بظاہر نہایت ذلیل اور خستہ دیکھی۔
طبیعت کی بے تعلقی۔ لوگون کی خستہ حالت سے خیالات مین روز بروز تغیر ہوتا گیا۔
یہانتک کہ اُس سے قطع تعلق کرنے کے ملازمت کا ارادہ کیا۔ اِس مقصد سے ہمکناری
کے لیئے منشی محمد ابراہیم صاحب ناظر فوجداری ضلع اورنگ آباد سے خط وکتابت
کی۔ محمد ابراہیم صاحب اگرچہ خود والے عہدہ دار اور صاحب اختیار نہ تھے لیکن اُنکا
ذریعہ ملازمت کیواسطے اس لیئے کافی تھا۔ کہ عالیجناب حاجی منشی قنبر علی صاحب
مرحوم ناظر صاحب کے حقیقی چچا اور خسر اور کمشنری قسمت اورنگ آباد کے مددگار
مال تھے۔

ناظر صاحب سے پخت وپز کرنے کے بعد جب پورا اطمینان ہوگیا تب سفر کا
سامان کیا۔

جو بتانا باقی رہ گئی کہ ترک تعلیم کے بعد خانگی کامون سے جب کبھی فرصت ہوتی تھی
مولانا مولوی حضرت محمد عبدالحیٔ شاہ صاحب قبلہ مدظلہ کی خدمت بابرکت

مین حاضر ہوا کرتا تھا - برسون کے تجربے سے آج مین کہہ سکتا ہون کہ جسقدر وہ میرا وقت
جناب ممدوح کی خدمت مین گزرا وہ اسوقت کے گذشتہ اوقات سے بدرجہا اچھا
تھا - اُس تھوڑے سے وقت مین مینے آنجناب سے قرآن پاک کے چند پارے
حفظ کئے اور قراءت کے کچھہ قواعد سیکھے - صد افسوس کہ اب وہ محفوظ نہین ہین
البتہ شاگردی باعث فخر ہے ۔

	ذرۂ آفتاب تابانیم		گرچہ خوردیم نسبتیست بزرگ	

سفر کا سامان مُہیا ہی ہو چکا تھا کہ صفر ۱۳۱۱ھ ہجری کی چوبیس کو پنجشنبہ کے دن گھر سے
چل کھڑا ہوا - ہر چند عزیزون اور دوستون نے اِس غیر معمولی سفر سے روکا اور سمجھایا - لیکن طبیعت
کی بیساختگی سے کسی کا سمجھانا خیال مین نہ آیا روانگی سے چند روز پہلے اپنے ارادے
سے ایک دوست کو جو اجمیر شریف مین ملازم تھے خط کے ذریعہ سے اطلاع دیدی تھی
اور لکھدیا تھا کہ انشاءاللہ عنقریب آپ سے ملتا ہوا اورنگ آباد جاؤنگا - بدینوجہ
لکھنؤ سے آگرے کا ٹکٹ حاصل کیا - رات کے دو تین بجے ہون گے کہ آگرے
پہونچا دوسری گاڑی جو اجمیر شریف جانیوالی تھی اوسمین تو دس گھنٹے کی دیر تھی اسلیئے

حاشیہ صفحہ ۲ - آپ نسباً سید مشہور قصبے موہان کے رہنے والے ہین - پندرہ سولہ برس کے سن سے
وطن چھوڑ کر قصبہ جگدیس مین آئے - چند روز تعلیم و تعلم مین بسر کئے - حاجی شاہ وارث علی صاحب سے ارادت
کے بعد دنیاوی تعلقات سے آزاد ہو کر مسجد مین گوشہ نشین ہو گئے - اُسی زمانے مین پا پیادہ حج بھی کیا
حرمین شریفین زاد اللہ شرفاً و تعظیماً سے شرفیابی کے بعد پھر جگدیس تشریف لائے - اسوقت تک جگدیس
کو آپکی ذات مجمع صفات سے شرف ہے - مجملہ صفات خضر سے موصوف ہین - آپ سا برگزیدہ
شخص اِس زمانے مین میری نظر سے نہین گزرا عمر ستر اسی کے درمیان ہے -

جنہیں وقت شاہجہان بادشاہ کی پیاری بیگم کے مقبرہ (تاج گنج) دیکھنے مین صرف کیا فی الواقع یہ مقبرہ دنیا کے عجائبات مین بے نظیر نمونہ ہے۔ تنہائی کیوجہہ سے اطمینان سے نہ دیکھہ سکا۔

آگرے سے جس گاڑی پر مین سوار ہوا وہ خوب یاد نہین کہ اسی روز لیکن غالباً دوسرے روز اجمیر شریف پہنچی۔ عجیب اتفاق جس روز مین اجمیر شریف داخل ہوا اُسی روز شہر سے باہر ہندوؤن کا کوئی تیوہار تھا اور شہر کے تمام گاڑی اور گھوڑے وہین گئے ہوئے تھے جسکی وجہہ سے اُس دوست کے مکان تک (جسکو آنیکی اطلاع دی تھی) پہنچنے مین دقت ہوئی بہت تلاش کی اور معمولی کرایئے سے زیادہ دینا چاہا لیکن کوئی سواری میسر نہ آئی مجبوراً اُفتان و خیزان مقام مقصود تک پہونچا۔

ہمارے اِس معزز میزبان کا مکان جہان ہم جاکر ٹھرے تھے شہر سے اندازاً تین میل اور ریلوے دفتر سے قریب تھا۔

مہمان نواز دوست اجمیر شریف کے ریلوے دفتر مین مُدت سے مُلازم ہین اِن کا مولد لکھنؤ۔ آدمی خوشرو یار باش تیز اور اخلاق کی مجسم تصویر ہین۔ اخلاق ہی کا سبب تھا کہ مجھے اوقات معیّنہ سے زیادہ اِنکے یہان مہمان رہنا پڑا۔ اجمیر شریف کے ریلوے کارخانجات کی سَیر اِنہین کے سبب سے خوب دیکھنے مین آئی۔ چونکہ اِس قسم کے کارخانجات دیکھنے کا یہہ پہلا موقع تھا اسوجہہ سے بعض بعض چیزون پر نظر پڑنے سے اُسوقت حیرت ہوتی تھی۔ اسکا افسوس رہا کہ بُعد مسافت سے خواجہ صاحب کی بارگاہ فلک پایگاہ مین حاضری کی نوبت ایک ہی مرتبہ آئی۔

اجمیر شریف سے نانڈگانون تک ریل کے سفر مین گو نہ تکلیف رہی لیکن نہ ایسی کہ

تاندگانون سے اورنگ آباد تک تانگے کی سواری مین پیش آئی۔ تاندگانون ایک چھوٹا سا گانون ہے۔ اسٹیشن کیوجہہ سے اُسکو شہرت ہوگئی ہے یہان سے اورنگ آباد تیس کوس ہے۔ سڑک ناہموار۔ تانگون کے گھوڑے سُست۔ مریل۔ زخمی تھے اگرچہ پانچ پانچ چھہ چھہ کوس پر بدلے جاتے تھے تاہم منزل پر دشواری سے پہنچتے تھے۔ خدا کا شکر ہے جب سے ریل ہوگئی ہے یہہ شکایت دُور ہوگئی ہے۔ جس تانگے پر مین سوار تھا۔ وہ رات کے نو بجے مددگار صاحب کے مکان پر پہنچا۔ میرے اس ناگہانی وُرُود سے مددگار صاحب پہلے بہت متعجب اور متفکر ہوئے۔ لیکن جب محمد ابراہیم صاحب نے اصل واقعات کہدئے تو وہ مطمئن ہوگئے۔ مرحوم و مغفور کے پاس جب تک مین رہا اُنکا برتاؤ عزیزانہ اور بزرگانہ رہا۔

مرحوم و مغفور حقیقت مین باوضع۔ کنبہ پرور۔ محتاط۔ ثقہ اور نثار تھے۔ نثاری کی خاص صفت نے ہمیشہ اُنہین منشی ہی کے القاب سے ممتاز رکھا۔

منشی صاحب اعلےٰ عہدے دارون مین بھی نہایت معزز تھے اور اون کے فیصلہ جات حکام بالا کے نزدیک بہت مقبول ہوتے تھے۔ کتب بینی کا بہُت شوق تھا۔ فرصت کے وقت کسی نہ کسی کتاب کا مطالعہ فرماتے رہتے تھے اس وصف نے اُن کے پاس مطبوعہ کتب کے علاوہ قلمی کتابونکا ذخیرہ بھی بہت جمع کر رکھا تھا۔ یہ نہین تھا کہ وہ خود ہی اُس سے فایدہ اُٹھاتے تھے بلکہ اکثر صاحب ذوق فیضیاب ہوتے رہتے تھے مولوی یعقوب علی صاحب جو قصبے کاکوری کے رہنے والے اور اورنگ آباد مین وکالت کا پیشہ کرتے تھے۔ منشی صاحب کے ہم جلیس اور اُس ذخیرے کے ترقی دینے والے تھے بیکاری مین میری بھی اُس سے دلبستگی ہوتی تھی۔ اتفاق سے

ایک روز بزرگان دین خلدآباد کا ایک رسالہ قلمی بزبان فارسی مسمی روضۃ الاولیاء مؤلفہ حاجی غلام علی صاحب آزاد بلگرامی جو طبع ہو کر شایع ہو چکا تھا نظر سے گذرا - چونکہ مولانا مولوی عبد الحی شاہ صاحب قبلہ کی چند روزہ صحبت نے بزرگون کے حالات سے دلچسپی پیدا کر دی تھی لہذا رسالۂ مذکورہ تمام وکمال کئی بار دیکھا - انتہائے دلچسپی نے وہ اُمنگ پیدا کی کہ طبیعت کو بے اختیار زیارت کا شوق ہوا - خوبی تقدیر سے وہ زمانہ حضرت منتجب الدین صاحب کے عرس کا تھا - منشی صاحب غفرہ اللہ ذنوبہ بغرض شرکت عرس خلدآباد آنے لگے اور مجھ سے فرمایا کہ تو بھی چل مین تو اس موقع کا منتظر تھا اور خدا سے چاہتا تھا کہ کوئی سبب ایسا ہو کہ مجھے اُن بزرگون کی زیارت ہو فوراً پابرکاب ہوگیا -

خلدآباد پہنچتے ہی پہلے حضرت منتجب الدین صاحب کی زیارت کی اُس کے بعد دو تین روز کے قیام مین مشہور مشہور بزرگون کے مزارات پر فاتحہ پڑھا اور نیز خداموں سے جستہ جستہ واقعات بھی دریافت کئے - خدامان درگاہ سے اکثر حالات ایسے معلوم ہوئے جن کے ذکر سے روضۃ الاولیاء معرا تھی - یہ بھی سُنا گیا کہ اس بستی مین متعدد قلمی ملفوظات ہین - لیکن اُن کا ہمدست ہونا غیر شخص کو دشوار ہے اس جملے سے مایوسی تو ہوگئی - تاہم موہوم اُمید پر منشی صاحب کے ذریعہ سے ملفوظات کی بابت تلاش کی - لیکن غربت نے اُسوقت تلاش اور جستجو کا نتیجہ نیک نہ نکالا -

حسن اتفاق واپسی پر حضرت برہان الدین اولیاء صاحب کے تذکرے مین دو تین اجزا ہاتھ آگئے - شوق کے مقابلے مین یہ اوراق بہت نہ تھے اورنگ آباد پہنچتے پہنچتے سب دیکھ لیئے - کچھ دنوں پیشتر بزرگون کے حالات ہی دیکھنے کا

شوق تھا۔ اب یہ خیال ہوا کہ اگر بیکاری کے قید سے رہائی ہوا اور اطمینان کی زیبا صورت خدا دکھائے تو ضرور خلد آباد کے اہل کمال کی سوانح عمری جو اردو مین مرتب نہین ہوئی ہے۔ لکھون۔ سچ پوچھیے تو یہی اوراق اس کتاب کے تالیف کے باعث ہوئے ملازمت کے انتظار مین اب جو زمانہ گزرا وہ خلد آباد کے بزرگون کے واقعات کی تفتیش مین گزرا۔ لیکن انصاف یہ ہے کہ ایک دل دو طرف کیسے ہو سکتا تہا۔ بیکاری کی پریشانی نے غالب ہو کر میرے اس وسیع خیال کو دبا دیا۔ لیکن پریشانی پر تالیف کی چھاپ لی تھی۔ وہ تازیانہ کا کام دے رہی تھی۔ ملازمت کی ریشہ دوانی جاری ہی تھی کہ جناب مولوی میر[1] عابد حسین صاحب ناظر تعلیمات (جو اس وقت منصرم مہتمم تھے) اور جناب منشی میر[2] سعادت علی صاحب میر منشی دفتر مہتممی کی توجہ سے خاص اورنگ آباد مین تقرر ہو گیا یہ تقرر بلحاظ بیکاری تو اچھا ہوا لیکن تالیف کے لیے مفید نہوا۔ کیونکہ بہت سی مجبوریان ایسی پیدا ہو گئین۔ جنکا تحریر کرنا عبث ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ایکطرف تالیف کی خلش بیچین کر رہی تھی اور دوسری طرف بہت سے اتفاقات مانع آ رہے تھے کہ اس مین کئی سال کا توقف ہو گیا۔ اور یہ بھی ہوا کہ درمیان مین ملازمت کے تغیر و تبدل[3] نے عرض مطلب سے کوسون دور کر دیا۔

---

۱ میر صاحب ممدوح قصبہ امروہے کے رہنے والے ہین۔ تجربہ کار۔ مستعد۔ خلیق۔ لایق۔ لیاقت مسلمہ ہے۔ اور اسیوجہ سے ممالک محروسہ کے تمام ناظرون سے ممتاز اور مستثنیٰ ہین۔

۲ کارگزار محنتی۔ دیانتدار ہین۔ سچ یہ ہے کہ ممالک محروسہ سرکار عالی کے سررشتہ تعلیمات کے عاملون مین اس لیاقت اور حافظہ اور تجربہ اور معلومات کے اشخاص کم ہونگے۔ قابل قدر ہین۔

۳ وہان سے تبدیل ہو کر بحالت چندروزہ سائیگاؤن تعلقہ مومن آباد ضلع بیڑ مین رہا۔ وہان ایک

(خلیفہ صاحب شفیع محمد ۷) رسول شاہی بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ چونکہ اُن کی ذات حمیدہ مُتصفات سے ہے لہذا ہم اون کے مختصر حالات بیان کیے دیتے ہین۔

شاہ صاحب کا نام سید صادق علیشاہ ہے حضرت اخلاق حسین شاہ صاحب کے خلیفہ ہین اخلاق حسین شاہ صاحب کے مُرشد فدا حسین شاہ صاحب اور فدا حسین شاہ صاحب کے پیر محمد حنیف شاہ صاحب تھے۔ محمد حنیف شاہ صاحب کو حضرت رسول شاہ صاحب سے بیعت تھی جو کوہستان او مین رہا کرتے تھے۔ رسول شاہ صاحب کا سلسلہ حضرت شیخ شہاب الدین سُہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔

اِسوقت شاہ صاحب کی عُمر اندازاً (۵۰) سال کی ہوگی۔ سائیگانون مین آئے ہوئے پورے پچاس برس ہوتے ہین۔ شاہ صاحب نے خاص سائیگانون مین عمر کا بڑا حصہ ایک جھونپڑی مین گزارا ابتدا سے اسوقت تک محدود احاطہ سے قدم باہر نہین نکالا۔ سلوک پر جذب غالب رہتا ہے اسوجہ سے تکالیف شرعیہ آپ سے ساقط ہین جبوقت بدن پر راکھ ملکر بیٹھتے ہین معلوم ہوتا ہے کہ ایک شیر بیٹھا ہوا ہے۔ شیر بھی کیسا شیر حق۔

میرے سامنے مسمی نور علیشاہ صاحب۔ شاہ صاحب کی خدمت مین تھے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ شاہ صاحب کو خود اُن کی خدمت کرنا پڑتی تھی۔ اور جو ناز برداریان شاہ صاحب اُٹھاتے تھے۔ اِس زمانے مین شاید ہی کوئی پیر اپنے لائق مُرید اور کوئی باپ اپنے سعید بیٹے اور کوئی اُستاد اپنے رشید شاگرد کی اُٹھاتا ہوگا۔

نور علیشاہ ابتدا مین وارستہ مزاج تھے اور لوگ اُن کو دیوانہ سمجھتے تھے۔ نور علیشاہ قوم کے ہندو ذات کے برہمن۔ اور بلحاظ وجہ لتمولدی ہزارون کے مالک اور بنظر معلومات مذہبی بڑے پنڈت اور شاستری تھے۔ اسلام کی برکت اور شاہ صاحب کی توجہ باطنی نے اُن کے دِل سے دُنیا

بزرگون کی کششں کہنی چاہیئے کہ وفعتًا خلد آباد کے مدرسے مین تبادلہ ہوگیا۔ اب کیا تھا
خدمت کا جایزہ ہوتے ہی کتاب کے سربرآوردہ بزرگون کے حالات جمع کرنا شروع
کردیئے واقعات کی تفتیش اور اجتماع مین بہت سا وقت صرف ہوا۔ اور زمانے دراز
کے بعد تھوڑا سا سرمایہ بہم ہوا۔ خدا کا احسان سمجھنا چاہیئے کہ اسی دوران مین جناب مولانا
مولوی عبد الہادی صاحب خلد آباد تشریف لائے۔ اور جب میرے ارادے سے
اُنہین خبر ہوئی تو اُنہون نے سرمایے کے بہم کرنے مین کوشش فرمائی۔ مولویصاحب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸) زنگ کو بالکل صاف کرکے تصوف کے رنگ مین رنگ دیا ہے۔ اب تو قدم
بقدم شاہ صاحب کے طریقے پر چل رہے ہین شاہ صاحب نے زندگی ہی مین اپنا پختہ مقبرہ بنوایا ہے اور
عرس بھی کرانے لگے ہین۔ عرس کی تاریخ (۱۰) جمادی الثانی قرار دی ہے۔ مولانا مولوی محمد عزیز مرزا
صاحب بی اے معتمد اُمور عامہ کی سعی وکوشش سے شاہ صاحب کے نام ۱۳۱۲ سے فصلی سے مبلغ ۹
روپیہ ماہانہ وظیفہ یا منصب مقرر ہوگیا ہے۔ مسجد کے پورب اور مقبرے کے متصل جسقدر قطعہ
زمین شاہ صاحب کے تصرف مین ہے اُسمین کونلے سنگترے وغیرہ کے درخت نصب ہین
خوب پھلتے ہین روز بروز اِس باغ کو ترقی ہے۔

شاہ صاحب کے تفصیلی حالات اگر بیان کیئے جائین تو تھوڑا بہت اُن کے کمال اور مجاہدے
کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ لیکن اِس اختصار مین اسکی گنجایش نہین۔ اسلیئے بنظر اختصار ہم اسی
پر اکتفا کرتے ہین۔

؎ فصیح۔ بلیغ۔ عالم باعمل۔ حق گو۔ دانم باڑی ضلع سیلم احاطہ مدراس کے رہنے والے ہین مجلس
وعظ مین اُن کی شیرین زبانی اور رنگین کلامی عجب لُطف پیدا کرتی ہے۔ تقریر ایسی خوش اور بیان
ایسا مجبوب ہوتا ہے کہ لوگ خود بخود گرویدہ ہوجاتے ہین۔

ممدوح کی سحر بیانی اور تالیف قلوب نے بعض اہل سرمایہ کے دلون مین ایسا گھر کیا کہ اُمید سے زیادہ سرمایہ اکٹھا ہوگیا۔

ارادہ یہ تھا کہ اِس کتاب کو صرف بزرگون کے حالات سے ترتیب دون لیکن مولویصاحب نے فرمایا کہ روضتہ الاقطاب اِس ڈھنگ سے لکھنی چاہیئے کہ اگر کوئی صاحب خلدآباد کے پورے حالات سے آگاہ ہونا چاہین تو اسکے دیکھنے کے بعد پھر اُنکو کسی قسم کی دقت نہ اُٹھانی پڑے۔ یہ شرایط تالیف کے لیئے ایک نوع سے دُشوار تھے کیونکہ اس طرز تحریر مین بزرگون کے زیر سایہ شاہان سلف کے گنبد اور قبور تھے جنکے حالات لکھنے مین تاریخہائے دکن کی ضرورت تھی ایسی کتابونکا بہم ہونا محض بیسرو سامانی مین مشکل تھا۔ لیکن یہ کمی یون پوری ہوئی کہ مکرمی جناب منشی محمد امیر حمزہ صاحب نائب سررشتہ دار ناظم ٹیپہ خانجات سرکار عالی مدظلہ العالی تبقریب دورہ خلدآباد آئے۔ چونکہ تاریخ ہندہا ء دکن اُن کے زیر تالیف تھی جسکی وجہ سے بہت سا سرمایہ اونکے پاس موجود تھا۔ لہذا حسب ضرورت دو ایک نسخے اُنہون نے مرحمت فرمائے۔

منشی صاحب ممدوح الصدر کے سوا مکرمی جناب مولوی رضی الدینصاحب خلف الرشید جناب حکیم محمد رشید صاحب مرحوم دوم تعلقدار ویجاپور نے اپنے کتبخانہ سے دو ایک جلدین عنایت فرمائین۔ احباب کی سعی وکوشش سے تالیف کا سرمایہ جسقدر بہم ہوا اور جس سے روضتہ الاقطاب مرتب ہوئی ہم اوسکی فہرست ذیل مین درج کرتے ہین۔

ملنسار۔ متین۔ خلیق۔ جوان صالح۔ آپ کے والد حکیم محمد رشید صاحب ذی علم۔ متقی۔ پرہیزگار۔ صادق مستقیم۔ بیجاپور کے رہنے والے تھے۔

فہرست اُن کتابوں کی جن سے روضۃ الاقطاب مُرتب کی گئی۔

نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
تاریخ فرشتہ	محمد قاسم صاحب	مشہور کتاب ہے۔
ماثرالامرا	صمصام الدولہ شاہ نوازخان	"
جامع التواریخ	قاضی فقیر محمد صاحب	اختصار سے لکھی گئی ہے۔
حدیقۃ العالم	ابوالقاسم المخاطب بمیر عالم۔	.... اسکے دو حصہ ہین مطبع سیدی واقع حیدرآباد مین طبع ہوئی ہے
تاریخ قندھار دکن	محمد امیر حمزہ صاحب	حال مین طبع ہوئی ہے۔ مؤلف نے نہایت عرقریزی اور جانفشانی سے ترتیب دی ہے قندھار دکن کے حالات اِس سے زیادہ دوسری کتاب مین نہین ملسکتے۔
قطب شاہی	قادر خانصاحب	تاناشاہ کے حالات اِسی سے اخذ کئے گئے ہین
سیرالاولیار	سید محمد صاحب کرمانی	سُلطان المشایخ نظام الدین اولیار صاحب کے حالات ہین۔
سفینۃ الاولیار	شاہزادہ داراشکوہ	مشہور کتاب ہے۔
سیر گلبرگہ	سلطان الدین صاحب	حال مین چھپی ہے۔
خزینۃ الاصفیا	غلام سرور صاحب	مشہور کتاب دو جلدون مین ہے
جغرافیہ دکن	عبدالرحیم خانصاحب	مطبوعہ سہیل دکن۔

نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
روضۃ الاولیاء شمایل اتقیاء	غلام علی صاحب آزاد رکن الدین صاحب کاشانی المتخلص بہ دبیر	خلدآباد کے بزرگون کے واقعات ہین چھپ گئی ہے یہ قلمی نسخہ - تصوف سے پر ہے - آیات اور احادیث اور اماموں اور بزرگون کے اقوال سے کام لیا ہے چار قسم اور اکانوے بیانون پر تقسیم ہے مصنف کی قابلیت کا اندازہ کتاب دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے - بیان مین نہین آسکتا - قابل طبع ہے -

سنا گیا ہے کہ حضرت شاہ خیرات حسین صاحب نے اس بے بہا اور لاجواب نسخہ کے طبع کرانیکا ارادہ کیا ہے خدا کرے کہ یہ کار خیر ان ہی کے ہاتھون انجام پائے - حضرت ممدوح شاہ امین الدین صاحب قبلہ بہاری کے خلیفہ اور اپنے پیر کی نشانی ہین - آپ کی معلومات وسیع - اخلاق عام - سیرت و صورت دونون سے شان مشائخی عیان ہے - آپ کے اوصاف لکھنے کی حاجت نہین صرف یہی کافی ہے کہ فخر خاندان ابوالعلائیہ فردوسیہ منعمیہ ہین آپکی مجلس سماع باثر مجلسون سے ہوتی ہے - زمانہ حال مین ایسی صورتین کمیاب بلکہ نایاب ہین مختصر کلام یہ ہے کہ جسطرح سالکون مین حضرت مولانا محمد عبدالحی شاہ صاحب جگوری اور سالک مجذوبون مین سید صادق علیشاہ سائیگانوی مغتنمات سے ہین - اسطرح مشائخین مین شاہ خیرات حسین صاحب بہت غنیمت ہین - طالبان حق کو ایسے ہی بزرگون سے سبق اور سالکان راہ طریقت و حقیقت کو ان ہی حضرات سے مریدی کا فخر حاصل کرنا چاہئے - اللہ تعالے ایسے لوگون کو سلامت با کرامت رکھے - آمین -

نام کتاب	نام مصنف	کیفیت
نفایس الانفاس	رکن الدین کاشانی المتخلص بہ بیبر	فوایدالفواد کے طریقے پر لکھی گئی ہے۔ اسکی ابتدا ۷۳۲ھ ہجری سے ہوئی۔
احسن الاقوال	حمادالدین کاشانی	تالیف کی ابتدا ۷۶۱ھ ہجری سے ہوئی۔
غرایب الکرامات	مجدالدین ”	یہ دونون نسخے برہان الدین اولیاء صاحب کے حالات مین ہین۔
بقیۃ الغرایب	”	
سیر محمدی	سید محمد صاحب سامانی	حضرت بندہ نواز گیسو دراز صاحب کے حالات مین
ہدایت القلوب	میر حسن صاحب	سید زین الدین صاحب کے اقوال سے یہ کتاب پر ہے۔
دلیل السالکین	۔	مؤلف کا نام دریافت نہو سکا ہدایت القلوب کا خلاصہ ہے
فتوح الاولیاء	۔	یہ نسخہ جہانگیر شاہ کیوقت مین لکھا گیا اسمین برہانپور کے اولیاؤنکا بہت ذکر ہے۔
عشق ربانی	۔	مصنف کے نام سے یہ کتاب بھی خالی تھی مفید حالات متعلقہ روضۃ الاقطاب اسمین بہت پائے گئے۔
چشتیہ بہشتیہ	۔	یہ رسالہ ناتمام ہاتھ آیا خواجگان چشت کے حالات ہین۔

فہرست کتب مذکورہ بالا کے علاوہ جہت سے بوسیدہ اور کہنہ اوراق سے بعض بعض مضامین اس کتاب مین بجنسہ نقل کردئے گئے ہین۔
یہ اوراق اگرچہ کتاب کی حیثیت مین تھے لیکن اول اور آخر کے [illegible] روضہ [illegible] موافق ہونے
کتاب کا نام دریافت ہو سکا اور نہ مولف کا پتہ معلوم ہوا۔

معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب زین الدین صاحب کے اقوال ہین جو کسی نے جمع کر دئے ہین۔
فہرست مذکورہ بالا مین ابتدا سے (۱۲) نشان تک کتابین اُن احباب کے ذریعہ سے
(جنکا اوپر ذکر ہوا ہے) اکٹھے ہوگئین لیکن (۱۳) سے آخر تک کی تصانیف مین بہت
سے نسخے حاجی محمد صادق علیخان صاحب امین بلغور اور محمد ولی اللہ صاحب خادم درگاہ
خلد کالان کی اِمداد سے ہاتھ آئے۔ شبہہ نہین کہ اگر اِن دونون صاحبون کی امداد نہوتی
تو روضۃ الاقطاب کی تالیف مین قدرے کیا بہت دُشواری ہوتی۔ کیونکہ اِس کتاب
کا زیادہ تر حصہ اُنہین سے اخذ ہوا ہے اور مشاہیر بزرگون کے اکثر فضائل اور خصائل
اُنہین سے لکھے گئے ہین۔
احباب ممدوح الصدر کی ہمدردی سے سرمایہ بہم ہونے مین کوئی کمی نہین ہوئی۔ لیکن
پھر بھی شیخ منتجب الدین اور حضرت جلال الدین صاحب کے ملفوظات ہمدست نہونیسے
جیسی کامیابی ہونی چاہیئے نہین ہوئی اور اسی لیے اِن حضرات کے حالات ادھورے
کیا معنی بہت ہی کم قلمبند ہوئے ہین۔
حضرت جلال الدینصاحب کی سوانح عمری کی نسبت تو ہم کہہ سکتے ہین کہ معرض تلف مین
آگئی کیونکہ غلام علی صاحب آزاد سے پہلے سے اور اِسوقت بھی خلد آباد کے معزز
لوگ اس کے تلف ہونیکی شہادت دے رہے ہین۔ لیکن حضرت منتجب الدینصاحب
کے ملفوظ کا پتہ یقینی ہے۔ اس ثبوت سے کہ جیسا حضرت جلال الدینصاحب کی سوانح
تلف ہونیکی شہادت ملتی ہے ویسا ہی اُس کے محفوظ ہونیکا یقین دلایا
گیا ہے۔ اور یہ بیان سے کہ حضرت منتجب الدین اور جلال الدین صاحب خلدآباد
مین آرام فرما ہین۔ اِن کے حالات وضاحت کیساتھ نہونے سے کتاب کا

کسیقدر حصہ ناقص اور دلچسپی سے خالی رہجائیگا۔ یہان کے معزز اصحاب اور خاصکر اُن حضرات سے جنکی الماریون سے اُمید وابستہ تھی۔ التجا کی اور مکرر سہ کرر عرض کی کہ خاص خاص تصانیف سے جو دستیاب نہین ہوئی ہین ہماری مدد کرین۔ لیکن بجائے اس کے کہ وہ اعانت کا بار اپنے سر پر لین۔ اُنھون نے صاف صاف الفاظ مین اُمید کے خلاف جواب دیدیا۔ مجبوراً ہمنے موجودہ سرمائے سے واقعات اخذ کرنا شروع کئے اور ہر ایک بزرگون کے حالات جہان تک ملتے گئے لکھتے گئے۔

یہ تمام واقعات جو کتاب کی حیثیت مین اکٹھے کر کے ناظرین کے سامنے پیش ہین بیشتر روضہ ہی کے بزرگون کے ہین۔ روضے مین مشاہیر بزرگون کے سوا بہت سے حضرات ایسے آسودہ ہین جنکا شمار اقطابون مین ہے۔ پس اسی مناسبت سے اس کتاب کا نام روضتہ الاقطاب المعروف بہ مظہر آصفی ہے۔

روضتہ الاقطاب کے واقعات اور مضامین حتی المقدور نہایت جانچ سے لکھے گئے ہین مبالغہ آمیز روایات جو عوام مین مشہور ہین اُن سے پرہیز کیا گیا ہے۔ حاشیہ پر جو نوٹ ہین وہ چشم دید یا کتب معتبرہ سے ہین۔ بعض حالات بدیہی اور نظری واقعات کے متعلق اگر کوئی روایت زبان زد ہے اور کتاب سے اُس کی سند حاصل نہین ہوئی تو لکھدیا گیا ہے کہ مشہور ہے۔

روضے کی عمارت پر جو کتابے کندہ ہین وہ اکثر مٹ گئے اور بعض کے حرف اُڑ گئے ہین دو ہی تین ایسے ہون گے جو تمام و کمال پڑھ لیے گئے۔ [illegible] کتبے پورے پڑھ لیئے گئے یا جو کسیقدر مٹ کر باقی رہ گئے [illegible] لکھدئے گئے۔

حضرات شائقین اور ناظرین تمکین کے اخلاق و کرم سے امید ہے کہ مؤلف کی ناچیز محنت کو قدر اور وقعت سے دیکھینگے اور جزئیات کی تلاش مین اگر کوئی امر فروگذاشت اور واقعات کی صحت مین کچھہ غلطی ہوگئی ہے اُسے درست فرمائینگے فقط

رونق علی صدر مدرس خلدآباد عرف روضہ
متوطن بھٹولی ضلع بارہ بنکی ....

روضہ اور خلدآباد کی وجہ تسمیہ

اسکی وجہ تسمیہ دریافت کرنے کے لیئے ہمنے تاریخ کے بہت سے ورق اُلٹے اور خلدآباد کے بزرگان دین کے ملفوظون کے علاوہ اور بہت سی کتب مطبوعہ اور قلمی نسخے جو بہم ہوسکے دیکھے لیکن تاریخ یا کسی ملفوظ سے ہمکو اس عنوان کے متعلق کچھہ دیکھنے مین نہین آیا۔ ہان خارجاً بہت سی حکایات اور قصص جو قرین قیاس اور اعتبار کے قریب قریب ہین سنے گئے۔ اسلیے ہم اُن قصص اور حکایات پر جو قریب الاعتبار ہین اور کچھہ کچھہ تاریخ فرشتہ اور ماثر الامرا کی عبارت سے ملتے جلتے ہین روضے اور خلدآباد کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہین جس سے ناظرین کو معلوم ہوجائیگا کہ ہماری تحقیقات کس حد تک صحیح اور کہانتک قابل تسلیم ہے

صحیح یہ ہے کہ روضہ اور خلدآباد کی وجہ تسمیہ کا پتہ قدما کی تاریخ یا بزرگون کے ملفوظ سے کیونکر ... سے گذشتہ ہجری کے قبل تک اس پہاڑی پر آبادی کا

نشان ہی نہ تھا اور یہ پہاڑ دولت آباد کے قربت سے کوہ دولت آباد کہلاتے تھے۔
اگر کچھ آبادی یہان کے جنوبی پہاڑون پر تھی وہ دولت آباد کی خداداد شہرت سے
دولت آباد ہی کیطرف منسوب تھی۔ روضے یا خلد آباد کیطرف کہ اسوقت گمنامی
کے پردے مین چھپا ہوا تھا نہین تھی۔ دولت آباد اسوقت دکن کی ریاست مین
اول درجے پر تھا اور اسی پر نظر کرتے ہوئے وہان پر ہرقسم کے دنیاوی باکمال اور
دینی نامور پیشوا موجود تھے اُنہین نامور بزرگون کی ملا جملہ صوفیاے کرام مین ایک
حضرت مومن عارف صاحب باللہ اور دوسرے حضرت جلال الدین صاحب گنجروان
سہروردی تھے۔ مومن عارف صاحب وفات کے بعد دولت آباد کے قریب شرقی
پہاڑون کے دامن مین دفن کئے گئے اور حضرت جلال الدین صاحب دولت آباد
کے شمالی آبادی کے انتہائے حدود مین ایک ٹیکڑی پر مدفون ہوئے۔
اگرچہ ان دونون مقامون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آبادی سے بھرے
ہوئے تھے لیکن دولت آباد کے زوال کے ساتھ ہی نہ شرقی آبادی کا نشان رہا اور
نہ شمالی کا اثر باقی رہا۔ صرف دونون نیکنام بزرگون کے مزار یادگار رہگئے۔
مومن عارف صاحب کا مزار چونکہ دولت آباد سے قریب تھا اس لیئے آپ کا شمار
دولت آباد کے بزرگون مین ہوا۔ رہے حضرت جلال الدین صاحب اگرچہ اُسوقت
وہ دولت آباد کے بزرگون مین گنے گئے ہون۔ لیکن انقلاب زمانے سے جب
وہ قطعہ زمین کا جو دولت آباد کی شمالی آبادی مین سمجھا جاتا تھا۔ روضے یا خلد آباد کے
ادرمنی مین آگیا اُسوقت سے حضرت جلال الدین صاحب کا شمار روضے
کے بزرگون مین ہوا۔

یہ امر مسلم ہے کہ روضے کی زمین پر جیسا کہ ہم لکھہ آئے ہین - پہلے حضرت جلال الدین گنج
تشریف لائے لیکن آپکی ذات بابرکات کا اثر روضے یا خلدآباد کی آبادی پر نہین
پڑا اور کیونکر پڑ سکتا تھا روز ازل مین جسکی قسمت مین اس ناموری کا حاصل ہونا لکھا تھا
وہ خاندان چشت کا ایک ممتاز بزرگ ہے جسکا نام منتجب الدین اور خطاب زرزری زربخش یا
زرزری زربخش ہے اگرچہ منتجب الدین صاحب کے حالات بوجہ تاراجی ملفوظات ہماری
معلومات مین محدود ہین تاہم چونکہ روضے کی آبادی کا پایہ آپ کی ذات سے پڑا ہے -
لہذا وجہ تسمیہ وغیرہ کے ختم پر اس کتاب کو پہلے آپ ہی کے حالات سے شروع
کرینگے -

اب دیکھنا یہ ہے کہ روضے کی ابتدا حضرت منتجب الدین صاحب سے کیسے اور کسطور
سے ہوئی اور روضہ بعد کو خلدآباد کیون موسوم ہوا جب سلطان المشایخ نظام الدین اولیا
صاحب نے منتجب الدین صاحب کو صاحب ولایت مقرر کرکے کثیر جماعت سے دکن
روانہ کیا اور حضرت منتجب الدین دہلی سے یہان پہنچے اور زمین کا موقع و منظر ملاحظہ
کیا تو یہ جگہہ بہت پسند آئی - اور ہمسفرون سمیت اوسی مقام پر ہمیشہ کے لیئے مقیم
ہوگئے - گویا اُسی وقت سے روضے کی داغ بیل پڑ گئی -

جب منتجب الدین صاحب کا جام حیات بادۂ ممات سے لبریز ہوا - مریدون اور ارادتمندون
نے تجہیز اور تکفین کے بعد قبر پر گنبد اور اُس کے حوالی مین کچہہ عمارت تیار کرائی -
...مین اگر کسی نبی - یا امام یا ولی کی قبر پر گنبد بنایا جاتا ہے تو اوسکو روضے سے تعبیر
... لہذا اُس اعتبار سے یہ گنبد روضہ کہلایا -
...ت نوتعمیر شدہ نے اطراف و اکناف مین اِسقدر جلد شہرت حاصل کی

کہ چند ہی روز مین کثرت استعمال سے وہ مقام ہی روضہ مشہور ہوگیا۔
ہم نہایت افسوس کرتے ہین کہ حضرت منتجب الدین صاحب کی سوانح عمری کی کوئی جلد ہم تک نہین پہونچی اور نہ کسی دوسری تاریخ سے معلوم ہوا کہ منتجب الدین صاحب کس سنہ اور کس تاریخ مین روضے تشریف لائے۔ اگر سنہ اور تاریخ کا پورا پتہ دریافت ہوجاتا تو وہی تاریخ اور سنہ سے روضے کی آبادی سمجھی جاتی تاہم سنہ وفات سے ہم اسقدر کہہ سکتے ہین کہ روضے کی آبادی کی ابتدا ۷۰۹ھ ہجری کے چند سال قبل سے ہوئی جسکو آج چھہ سو برس سے چند سال زاید ہوچکے ہین۔
مذکورہ بالا بیان کو جو ہمنے نقل کیا ہے وہ روضے کی آبادی کا پہلا دیباچہ ہے اب آگے چلکر جو مقامی تغیر ہوا اوسکے متعلق بھی کثرت سے روایات ہین ہم اختصاراً بیان کرتے ہین۔
منتجب الدین صاحب کی وفات کے بعد جب برہان الدین اولیا صاحب بحکم حضرت شیخ نظام الدین اولیا صاحب برادران طریقت کے ساتھہ دولت آباد آئے اور منتجب الدین صاحب کی زیارت کی تو بہ لحاظ تقدس اور نیز آب و ہوا کے خیال سے وہ جگہہ پسند فرمائی۔ باایں ہمہ بعض مصالح سے وہان کا رہنا نامناسب سمجھکر اُس سے جنوب تھوڑا ہٹ کر

ـــہ برہان الدین اولیا صاحب کے اُس مقام پر قیام نہ کرنے کے بہت سے اسباب مشہور ہین منجملہ اُنکے یہ ہین (۱) آبادی کو وہ غیر مسطح پہاڑی کافی نہ دیکھی (۲) اس مقام پر پانی کا کوئی چشمہ فیاض نہ تھا۔ (۳) عام روایت یہ ہے کہ حضرت منتجب الدین صاحب حیات مین جلالی صفت سے موصوف [illegible] آپنے زیارت کی وہی عظمت اور جلال مزار فیض آثار سے ملاحظہ کئے تو خیال فرمایا کہ اِس [illegible] مبادا کوئی امر خلاف ادب کسی سے ظہور مین آیا تو باعث بے ادبی اور [illegible]

قیام فرمایا۔

اول تو برہان الدین اولیا صاحب کے ساتھ والی جماعت کسی مقام کے آباد کرنے کو کافی تھی دوسرے وہ لوگ بھی کہ حضرت منتجب الدین صاحب کے ساتھ آئے تھے اور آزادانہ زندگی گزران رہے تھے اور جنکی تعداد بھی حضرت برہان الدین اولیا صاحب کی جماعت سے کچھہ کم نہ تھی۔ برہان الدین اولیا صاحب کے پاس آ گئے اور دونون جماعتون کے ملجانے سے اُسوقت آبادی کی حیثیت قصبے کے مانند ہو گئی۔

اِس آبادی نے بہت جلد ترقی کی اور جیون جیون زمانہ گزرتا گیا روز افزون ترقی ہوتی گئی۔ لیکن مقامی تغیر سے اُسوقت تک روضے کے نام مین کوئی تغیر نہین ہوا۔

روضے کے مقامی تغیرات پر نظر کرتے ہوئے یہ آبادی اگرچہ حضرت برہان الدین اولیا صاحب کے کارنامون مین داخل ہونے کے قابل ہے۔ لیکن اس کے بانی مُبانی چونکہ منتجب الدین صاحب خیال کئے جاتے ہین لہذا یہ دوسرا دیباچہ بھی منتجب الدین صاحب کے کارنامون مین شمار کیا جاتا ہے۔

تاریخ فرشتہ کے دیکھنے سے پایا جاتا ہے کہ منتجب الدین صاحب کے روضے (گنبد) کے اطراف کی زمین نظام شاہیون کے عہد سلطنت مین (باغ روضے) سے شہرت پائی ہے کیونکہ محمد قاسم نے نظام شاہیون کے اکثر تاجدارون کے مزار باغ روضے مین بتائے ہین گو اگرچہ اسوقت باغ کے کچھہ نشان پائے نہین جاتے لیکن نظام الملک بحری اور آنکسنجان کے باغ روضے کی پوری شہادت دیتے ہین نظام الملک بحری اور آنکسنجان کے روضہ اور بھی گنبد اور مزارات نظام شاہیون کے ابھی قایم ہین لیکن

عدم معلومات سے ہم یہ نہین کہہ سکتے کہ یہ فلان تاجدار کا گنبد ہے اور یہ فلان کا مزار
ہے نظام الملک بحری کا گنبد عام وخاص مین مشہور ہے اور آلکسنخان کے گنبد کی جو
ہمنے نشاندہی کی ہے وہ اُسکے کتبے سے کی ہے یہ تمام امور جنکا اوپر ذکر ہوا ہے
وہ صرف روضے کی وجہ تسمیہ سے تعلق رکھتے ہین اب آخرمین ہم خلد آباد کی حقیقت کو چند
سطرون مین لکھتے ہین۔

تاریخ ماثرالامرامین حمیدالدین خان پسر سردارخان نبیرہ باقیخان کے ذکر مین لکھا ہے کہ
جب شاہ محمد محی الدین اورنگ زیب غازی انار اللہ برہانہ نے احمد نگر مین (۲۸) ذلیقعدہ
سنہ ۱۱۱۸ ہجری جمعہ کی صبح پچاس برس دو ماہ اٹھائیس روز سلطنت کرکے (۹۱) برس
(۱۳) روز کی عمر مین دنیا سے کوچ کیا۔ تو ارکان سلطنت نے نعش کو کفنا کے اُسروز خوابگاہ
مین محفوظ رکھا۔ دوسرے روز شاہزادہ محمد اعظم شاہ بہادر کہ صوبۂ مالوہ پر جارہا تھا
اس خبر کو سنکر (۲۵) کوس لشکر سے واپس آیا اور مراسم تعزیت کے بعد مشایعت
امرا نعش کو کندھے پر رکھکر ایوان عدالت سے باہر لاکر روضۂ مقدسہ کو کہ اورنگ آباد
سے (۸) کوس اور دولت آباد سے تین کوس ہے روانہ کیا۔

مرحوم ومغفور وصیت کے بموجب حضرت سید زین الدین صاحب کے
مقبرے کے صحن مین دفن کئے گئے اور خلد مکان سے ملقب ہوئے اور
اُسیوقت سے روضہ خلد آباد موسوم ہوا۔

سلہ صاحب ماثرالامرا نے اس کے سوا کہ اورنگ زیب کو وصیت کے موافق روضہ
مین دفن کیا کوئی وصیت نہین لکھی ہے۔

روضے یا خلد آباد کی طبعی حالت

سرکار نظام خلد اللہ ملکہ وعمرہ کی عملداری انتظاماً پانچ حصون پر منقسم ہے ان مین سے چار حصے صوبے کے نام سے مشہور ہین جو شمالی اور شرقی - جنوبی اور غربی کہلاتے ہین پانچوان حصہ عملداری سرپورٹانڈ ور کہلاتا ہے غربی صوبے مین اورنگ آباد ہے اورنگ آباد بہ اعتبار سے ممالک محروسہ مین حیدرآباد کے بعد ہے - اورنگ آباد مین چار ضلع ہین خاص اورنگ آباد - بیڑ - پربھنی - ناندیڑ

ضلع اورنگ آباد مین (۸) تعلقات دیوانی[1] اور (۲) تعلقے صرفخاص[2] کے ہین جنمین روضہ یا خلد آباد تعلقہ صرفخاص ہے -

خلد آباد کی مردم شماری سنہ ۱۳۱۱ فصلی مطابق سنہ ۱۳۱۹ ہجری (۳۴۸۲) ہے غیر آباد مکانون کی سوا (۵۴۹) مکان آباد ہین - آباد مکانون مین درگاہجات اور مساجد اور بنگلجات سرکاری اور بیرون فصیل کے دو محلے موسومہ کنبیالی خورد اور کنبیالی کلان بھی داخل ہین -

خلد آباد کی زیادہ تر آبادی خدامون کی ہے - خدامون کی تقسیم تین طرح پر ہے - خدام درگاہ حد کلان - خدام درگاہ حد خورد - خدام درگاہ گنج روان -

خدام درگاہ حد کلان وہ ہین جنکو حضرت منتجب الدین صاحب زرزری بخش اور خواجہ حضرت برہان الدین اولیا صاحب کی درگاہ سے نذر و نیاز کا حصہ ملتا ہے

---

[1] دیوانی وہ تعلقات ہین جو حضور نظام کے دیوان یعنی مدار المہام یا وزیر اعظم کے زیر انتظام ہین -

[2] صرفخاص وہ تعلقات ہین جنکا انتظام بذریعہ ایک معتمد خود بنفس نفیس حضور نظام فرماتے ہین اور اونکی آمدنی صرف خاص ہوتی ہے -

شمار مین وہ سب (۷۰۰) سے کچھہ زاید ہین-

خدام حد خورد وہ ہین جنکو حضرت سید زین الدین صاحب قدس سرہ کی درگاہ سے تعلق ہے تخمیناً وہ (۴۰۰) سے دو ایک کم یا زاید ہونگے-

خدام درگاہ گبجروان وہ ہین جنکو حضرت جلال الدین صاحب سہروردی سے واسطہ ہے انکی تعداد بھی (۱۵۰) کے قریب ہے-

درگاہ حد کلان اور حد خورد کے مصارف کے لیئے چند گانون قدیم سے جاگیر ہین- بعد خرچ درگاہ و ادائے مالگزاری سرکار دو حصے خدامان حد کلان اور ایک حصہ خدامان حد خورد کو ملتا ہے-

حضرت جلال الدین صاحب سہروردی کی درگاہ کے اخراجات کے لیئے بھی دو موضع موسوئی بھین اور نادر آباد ہین جنکی بچت بعد اخراجات درگاہ اور ادائے اقساط سرکاری خدام آپس مین تقسیم کر لیتے ہین-

تقسیم درگاہجات اور جاگیرات کے لحاظ سے ہر سہ درگاہ کے خدام علیحدہ علیحدہ تصور کیئے جاتے ہین- لیکن قرابتاً وہ سب ایک ہین یگانگت کا سلسلہ ایک دوسرے سے وابستہ ہے-

کنبیالی خورد اور کنبیالی کلان فصیل کے باہر اور (۱۶) محلے قصبے کے اندر ہین- اعظم شاہی پورہ- بڑکی آلی- قصاب واڑہ- ٹکار واڑی- مومن واڑہ- بمبھن واڑی- (برہمن واڑی) النگ- گمٹھرلون والا محلہ- چھوٹی بادلی- حمال واڑی- پٹیلونکا محلہ پرانی کچہری- بازار- گنج- قاضی پورہ- کمان-

اعظم شاہی پورہ- قاضی پورہ- بمبھن واڑی بالکل ویران- صرف ایک ایک دو دو مکان

ہین - اعظم شاہی پورہ مین ایک مسجد حافظ محمد حسین صاحب کے جد حافظ مینا کی یادگار ہے باقی اور محلے بدرجہ اوسط البتہ بڑی آبادی اور بازار خوب آباد ہین -

خدامون کے سوا دوسری قومین یہ ہین - مسلمان پٹیل - چاؤش - باغبان - مومن چھپری ساز - نقارچی - تاشہ نواز - آتشباز - بزقصاب گاؤ قصاب - باورچی - مسلمان بڑہی - فقیر - نداف - معمار - مسلمان حجام -

برہمن - حلوائی - رنگریز - مارواڑی - لہار - سُنار - درزی - لاڈ (بقال) کنبی (از راہ پیشہ ہندو) سالی - تیلی - کمہار - کیبیل - ہندو حجام - دہوبی - ڈھور - چمار - وغیرہ مانگ - خاکروب -

ملازم پیشہ[1] لوگ بھی قصبے مین رہتے ہین - دو تین گھر شاہ عالمگیر کے چوبدارون کے اور ایک گھر بوہرے[2] کا ہے -

بلحاظ آبادی ضروری پیشہ ورون کی تعداد کم ہے - مسلمانون مین ایک ہی گھر حجام کا ہے علیٰ ہذا مہتر بھی کنہیا ہے - ان دونون کی کمی چندان تکلیف دہ نہین ہے مصیبت یہ ہے کہ دہوبی بھی فرد مین اپنا ثانی نہین رکھتے -

عمارات اور باغات

درگاہجات اور بنگلجات سرکاری کے سوا خلدآباد کے مشہور باغات ہین - باغ منعم -

[1] ملازم پیشہ وہ لوگ ہین جو تحصیل - تہانہ - مدرسہ وغیرہ مین ملازم ہین - [2] یہ قوم اہل تشیع سے ہے شمالی ہند مین خال خال اور صوبہ احمدآباد مین کثرت سے ہین -

باغ بنی بیگم - لال باغ (مقبرہ خان جہان) اور عمارات مین سرا (کٹڑہ) حویلی خان بہادر مین -

باغات

بانگرے دروازے سے باہر شمال طرف منعم کا باغ ہے اُس مین چند قبرین اور ایک مسجد کے سوا کوئی عمارت نہین ہے - چار دیواری کے ہر چہار گوشون پر ایک ایک حجرہ اور ہر حجرے پر ایک ایک برج ہے - باغ کا دروازہ شرق رویہ ہے دروازے پر کتبہ ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ باغ کے اندر رحمان قلی کی قبر ہے -

کتبہ بر دروازۂ باغ منعم

یارب چو رحمان قلی خان برحمت تو پیوست از خرد تاریخ او فردوس منزلش شد

دروازے کے دونون طرف پانچ پانچ حجرے ہین - باغ ویران ہے قدرتی شریفے کے خودرَو درختون سے آباد ہے - باغ کا متعلقہ مکان جو جنوب طرف ہے عرصہ دراز سے ویران تھا حضرت سید میران شاہ صاحب قادری کے بابرکت قدوم سے آباد ہو گیا ہے -

باغ بنی بیگم نہایت خوشنما اور قطعدار ہے - تالاب حوض خاص اِسکے جنوب طرف اور گوشہ غرب اور شمال مین دہرم تالاب ہے - فی الحال انہین تالابون سے اِسکی سیرابی ہوتی ہے - پہلے نہر خاکسار سے ہوا کرتی تھی وسط باغ مین جہان بانو بیگم المشہور بہ بنی بیگم شاہزادہ محمد بیدار بخت فرزند کلان شاہزادۂ اعظم شاہ کی بیوی کی قبر ہے - بیگم مرحومہ کی قبر گویا ایک مُربع حوض مین بنی ہوئی ہے قبر اور اوس کے چبوترے کے سوا اس فرضی حوض کا کل فرش سنگ سرخ کا ہے قبر کے چبوترے سے

گز ڈیڑھ گز کے فاصلے پر ہر چہار طرف چھوٹی چھوٹی کیاریان بیضاوی مدور شکل کی پھولدار درخت لگانے کے لیئے بنائی گئی ہین اور انہین کیاریون کے وسط مین ایک حوض بھی کیاریون جیسا ہے اور ہر حوض مین پانی کا نل لگا ہوا ہے جسکا خزانہ قبر کی چاردیواری سے باہر پچھم طرف ہے۔

چار دیواری کی سنگ سُرخ کی محرابین اور قبر کے چبوترے کا سنگ مرمر۔ صوبۂ اورنگ آباد کے کسی سابق صوبیدار کے زمانے مین خدا جانے کیا مصلحت سمجھکر اوکھاڑ لیا گیا ہے۔ صرف قبر کا تعویذ چھوڑ دیا گیا ہے۔ یہ غنیمت ہوا کہ چبوترے کا سنگ مرمر نکالکر اوسپر چونے کی استرکاری کر دی گئی۔ محرابین جو نکالی گئی ہین اوس کے نشان اب تک ہین۔

مقبرے کے سوا اِس باغ کا سنگ سُرخ جہانتک نکل سکا اکثر جگہہ سے نکال لیا ہے جس سے عمارت کی خوبی اور استحکام مین بڑا فرق ہو گیا ہے غضب یہ ہوا کہ باغ کی متعلقہ مسجد کے سامنے جو حوض ہے اوسکا پتھر بھی بڑی بے رحمی اور سنگدلی سے اوکھاڑا گیا ہے۔ ؎

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

مقبرے کی چار دیواری سنگ سُرخ کی محرابون ہی سے محدود نہ تھی۔ اوسکے ہر چہار طرف وسط مین شہ نشین لدادی ہین۔ شہ نشینون کا لداؤ اور استحکام اِس زمانے کے اون کاریگرون کا جنکو اپنی صناعی پر دعویٰ ہے۔ متحیر اور سرگیر بیان کرتا ہے۔

اِس مختصر مقبرے مین بعض بعض صناعیان بلاشک ہر شخص کو نقش بدیوار بنانیوالی ہین، ہر چہار شہ نشینون کے فرش کے نیچے پانی نکلنے کا جو راستہ بنایا گیا ہے

حیرت انگیز ہے چارون شہ نشینون کے نیچے مختصر سے خوبصورت سنگ سرخ کی سہ درے ہین۔ مقبرے کا دروازہ جنوب طرف ہے مسجد متعلقہ باغ مقبرے سی پچھم طرف بہت خوبصورت تین درجے پانچ محرابون کی ہے۔ صحن مسجد (حوض) کے جنوب طرف چند قبرین ہین اور اسی مقام پر باغ کے پچھم کیطرف دیوار مین ایک برآمدہ ہے برآمدے کا بھی سنگ سرخ نادار ہے۔ باغ کی شرقی حد مین مسجد کے مقابل اور جواب مین ایک مکان تین درجے کا تھا۔ اگلا درجہ میرے سامنے گر گیا پچھلے دو باقی ہین۔

پچھلے درجے کی چھت پر پانی کا خزانہ ہے۔ خزانے کی دیوار دو گز کے قریب قریب بلند ہوگی۔ اس خزانے کے استحکام مین بہت کوشش کی گئی ہوگی۔ کیونکہ برسون گزرنے پر اسوقت تک اسمین کوئی دراز یا جوڑ کھلا معلوم نہین ہوتا۔

خزانے مین (۲۲) نل ہین انھین سے کیاریون اور حوضون وغیرہ مین پانی پہونچایا جاتا تھا۔ اسکا نظارہ تو اوسیوقت خوب بھلا معلوم ہوتا ہوگا جسوقت یہ نہر خاکسار سے بھرا رہتا ہوگا۔

باغ کے شمال عالیشان دروازہ دو منزلہ ہے اور جنوب اسکے جواب مین دو درجے کی عمارت ہے جسکے پچھلے درجے مین دو حجرے ہین۔

باغ کے ہر چہار گوشون مین ایک ایک حجرہ اور ہر حجرے کے سامنے سہ درہ اور اوپر ایک ایک برج ہے۔ گوشہ جنوب اور شرق کا برج گر گیا ہے اور گوشہ شمال اور غرب کے حجرے سے بذریعہ چرخ دہرم تالاب سے پانی لیا جاتا ہے۔

ہر چہار حجرون کے دونون طرف اور بڑے دروازے کے ادھر اودھر اور جنوبی عمارت

کے پچھم ایک ایک زینہ فصیل اور عمارتوں پر جانے کیواسطے ہے - اور جنوبی ہی عمارت کے باہر دونون طرف دو حجرے ہین پچھم والا حجرہ پاخانہ اور پورب والا باورچیخانہ ہے - مسجد - اور شرقی اور جنوبی حدود کی عمارتون کے سامنے ایک ایک حوض ہے جو فی الحال بند کر دئے گئے ہین -

شمالی دروازے کے سوا باقی سمتون مین باہر جانے کیلئے چھوٹے چھوٹے تین دروازے ہین - دکن والا دروازہ باورچیخانے کے حجرے سے نکالا گیا ہے باغ کی فصیل ابتک مضبوط ہے - احاطے باغ مین (۲۰) کیاریان ہین مقبرے سے تہوڑی فاصلے پر ہر چہار گوشون پر ایک ایک چبوترہ ہے -

مدت سے یہ باغ ویران تھا - مولوی سخاوت حسین صاحب متوطن امروہہ سابق تحصیلدار خلدآباد کے زمانے سے آبادی کیطرف توجہ کیگئی ہے - کیلے - نارنگی - لیمو - سنگترے انجیر - قلمی آم - رنڈخربوزہ - انار - امرود - سرو - اور نیز بہت سے جنگلی اور باغی درختون سے آباد ہوگیا ہے - ماہانہ مصارف تنتیس روپیہ منظورہ ہین لیکن اندازاً اونتیس ہین روپیہ خرچ ہوتے ہین آمدنی اور خرچ مین تھوڑا ہی فرق ہے -

میر امجد علیصاحب داروغہ صفائی کی نگرانی سے روز بروز آبادی اور آمدنی ترقی کرتی جاتی ہے -

مذکورہ باغ کی پشت پر جانب جنوب لب حوض ایک سہ درہ چاردیواری سمیت نہایت خوشنما اور اوسکی پشت پر نشستگاہ ہے - حوض خاص کے لبریز ہونے پر بیچاری مکین کو بہت لطف آتا ہوگا - حوض خاص سے پچھم کھڑکی سے باہر باغ کے اور چند قطعات ہیں ان قطعات کی چاردیواری کہین کہین سے ڈھا گئی ہین - اگلے قطعہ مین ایک حوض

ہے باقی اور قطعات مین بہت سی قبرین ہیں چوتھے قطعے کی قبر کسی شاہزادی کی مشہور ہے۔
واللہ اعلم۔ ان قطعات کی پشت پر سید معظم شاہ (شاہ عالمگیر کے زمانے مین باکمال درویش
تھے) کی قبر ہے۔ ریشم باولی یہان سے قریب ہے۔ اور اوس کے پچھم کوئی پختہ چاردیواری
اور جنوب ایک مسجد شاہ صادق صاحب کی ہے جسپر یہ دو شعر جلی حرفون مین کندہ ہین۔
غالبًا یہ وہی صادق شاہ ہونگے جنہون نے منگل پیٹ دروازے کے سامنے تخمیناً ڈہائی
تین سو گز کے فاصلے پر باولی بنوائی ہے۔

	کتبہ مسجد متصل ریشم باولی	

نیت صادق چنین مسجد	ساخت بہر ثواب بر سر راہ
یافت تاریخ از خرد فی الحال	کرد صادق صفائی بیت اللہ

اِن اشعار کے کنارے دو طرف باریک حرفون مین تھوڑی سی عبارت اور بھی کندہ
ہے پڑھی نہین جاتی۔

فرامین شاہی مین مینے لال باغ کو خان جہان کا مقبرہ لکھا ہوا دیکھا ہے بعض لوگ اسکو
شہنشاہ اورنگ زیب کے کوکا کا مقبرہ سمجھتے ہین۔ لال باغ کے تین حصے ہر سہ
حصے کا رقبہ بنی بیگم صاحبہ کے باغ سے بظاہر زیادہ معلوم ہوتا ہے۔

پہلا حصہ پستی مین ہے۔ ہر چہار طرف مختصر سی عمارت اور بیچ مین حوض مربع اور مربع
حوض کے چارون سمت ایک ایک حوض مستطیل ہے اور ان سب مین متعدد نل ہین
چار دیواری کے چارون کونون پر حجرے اور ہر حجرے پر برج ہے گوشہ غرب اور
جنوب کے حجرے مین ایک دروازہ ہے جسکے قریب ہی حوض خاص کی باولی ہے

مقبرہ

اس حصے کی سیرابی نہر خاکسار صاحب کے علاوہ باولی مذکور سے ہوا کرتی ہوگی باغ کی سیرابی ہی کیلئے دروازہ رکھا گیا ہے جس نالی کے ذریعہ سے پانی باغ مین آتا تھا اوسکا نشان اب تک باقی ہے - اس حجرے کا برج گر گیا ہے -

باغ کی شمالی حد مین عمارت کے دونون طرف زینے دوسرے حصے مین جانے کے لئے ہین باقی گوشہ شمال اور شرق کے حجرے اور صدر دروازے کے (جو پورب طرف ہوا) دونون طرف دو زینے ہین - صدر دروازے پر اوسی زمانے کا رنگ نیلا و پیلا بہت پختہ کہین کہین اب تک جھلکتا ہوا نظر آتا ہے - باغ کی حیثیت سے دروازہ چھوٹا ہے دوسرے حصے مین خان جہان کا مقبرہ اور ایک شکستہ مسجد ہے شمال مین ایک دروازہ شرق مین برآمدہ اور مسجد کے قریب غرب مین دوسرا دروازہ ہے تیسرے حصے مین اسی سے جاتے ہین -

تیسرے حصے مین ایک گنبد اور ایک مسجد ہے - گنبد مین میر دلاور علی میر تقی اور میر نقی کے قبور ہین - اسی حصے کی مغربی دیوار کے پائے مین باہر طرف مولانا رکن الدین مجد الدین - برہان الدین پسران عماد الدین صاحب کے مزارات ہین اور اوسی کے قریب عماد الدین صاحب کے چوتھے صاحبزادے حماد الدین صاحب کا گنبد ہے برہان الدین کے سوا تینون بھائی صاحب تصنیف گذرے ہین - مولانا عماد الدین صاحب کے اہلبیت حضرت برہان الدین اولیا صاحب کے مُرید اور ہر چہار فرزند رشید سید زین الدین صاحب کے لایق شاگردون مین تھے -

حصے مذکورہ کی جنوبی دیوار مین ایک دروازہ اور ایک برآمدہ اور شمال طرف ایک

سلہ ان کا عرس ۱۳ صفر کو ہوتا ہے -

قطعے ہین دو دالان ایک دوسرے کے مقابل شرقاً غرباً ہین جسمین ایک حجرہ ہے لال باغ کے متعلق پہلے حصے سے پورب شاہراہ عام پر ایک باغ اور بھی ہے جسکے دو طرف کی چار دیواری گر گئی ہے۔ درمیان ہین گنبد ہے۔

لال باغ کے تمام قطعے ویران تھے۔ اب زراعت ہونے لگی ہے مرزا کریم بیگ صاحب کے بیٹون کا ان پر قبضہ ہے مقبرۂ خان جہان کے متعلق تھوڑی زمین موضع پلسواڑی مین ہے جسپر مرزا صاحب مرحوم کے لڑکے قابض و دخیل ہین لال باغ کے پہلے ہی حصے کے جنوب نقار خانے دروازے سے قریب دو پختہ اور شکستہ چار دیواریان ہین۔ شمالی چار دیواری مین ایک گنبد اور ایک مسجد بالکل شکست اور جنوبی مین دو گنبد ہین۔ محمد انور صاحب چوبدار شاہ عالمگیر کے بیان سے معلوم ہوا کہ ان گنبدون کیلئے بھی اراضی کے چند قطعات انعام ہین۔

عمارات

قدیم عمارتون مین سرا یعنی کٹرہ نہایت شاندار عمارت ہے۔ لیکن شکست ہو چلی ہے اس کی آبادی اور مرمت مقتدر حکامون کی توجہ پر منحصر ہے۔

سرا کے اندر ہر چہار طرف متعدد حجرے ہین وسط مین ایک حوض ہے جو اپنی تشنہ دہانی پر رو رہا ہے مغربی حجرون کے وسط مین ایک مسجد اور اوسی کے جواب مین شرقی حجرون کے درمیان دو درجے کا سہ درہ اور شمالاً و جنوباً دو دروازے ہین شمالی دروازیکے دونون طرف زینے اور زینون کے ادہر اودہر تھوڑا آگے ہٹکر چار چار حجرے ہین شمالی دروازے پر سرا کی تاریخ ابھرے ہوئے حرفون مین کندہ ہے جسکے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ اورنگ زیب غازی کی وفات کے بعد تیار ہوئی ہے اور

خدمتگار خان نے بنوائی تھی۔ پتھر کی خامی سے تاریخ کے (۷) اشعار میں چوتھا شعر پورا اور آخر شعر کا مادہ تاریخ اڑ گیا ہے جس سے ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ سرا کس سنہ میں تیار ہوئی بقیہ کتبہ یہ ہے۔

تاریخ سرا (کٹرہ)

نذر درگاہ شہ مغفور حق	شاہ عالمگیر علییّن مقام
ساخت خدمتگار خان این کٹرہ را	تا ازان فیضے بود ہر خاص و عام
وقف کردہ حاصلش در راہ حق	تا بود این دارِ فانی را قیام
...... شکست و ریختش	....
بر فقیران و غریبان جہان	ہم یتامی و مساکین انام
یا الٰہی ہمچو حسن فیض تو	ساز مقبولش بحُسنِ اختتام
سال تاریخ بنایش گفت عقل	....

حویلی خان بہادر وسعت میں باغ بی بیگم صاحبہ اور خان جہان (لال باغ) کے مقبرہ سے کم اور وقتاً فوقتاً شکست و ریخت ہونے سے درست ہے۔ شرقاً و غرباً دو حصے ہیں۔ شرقی حصے میں تحصیل اور غربی میں بلغور کچہری ہے۔

بلغور والے حصے کا عرض و طول تحصیل والے حصے سے زاید ہے اس زیادتی کے علاوہ اوسکے دوسرے احاطے میں ایک باولی ایک حوض اور ایک مسجد ہی۔ یہ مسجد نہایت خوبصورت چھوٹی سی ہے۔ اِدہر اُدہر دو حجرے ہیں صحن مسجد کے شمال و جنوب لنگر خانے کے مکان ہیں۔ محمد صادق علیخاں صاحب امین بلغور کیوجہ سے مسجد کی صفائی۔ فرش اور پانی وغیرہ کا انتظام خوب رہتا ہے۔

حاجی ولی محمد صاحب[1] مہاجر جب تک اس مین رہے خوب آباد رہی۔

محکمہ جات

قصبۂ ہذا مین سر رشتہ تحصیل۔ امین کچہری۔ تھانہ۔ ٹپہ خانہ۔ (ڈاکخانہ) بلغور اور مدرسہ ہے۔

تحصیل کے متعلق (۳۴) گانون خالصہ اور (۹) گانون جاگیر کے ہین خالصہ مواضعات مین چار سو جمع بے چراغ[2] ہین۔ خالصہ مواضعات کی مالگزاری سرکاری تینتالیس ہزار سے کچھہ زاید ہے تحصیل کے مواضعات بے ترتیب واقع ہوئے ہین قابل ترمیم ہین۔

امین کچہری سرا کے باہر شمالی دروازے کے شرقی حجرون مین ہے۔ افسر سررشتہ انسپکٹر (امین) ایک تھانیدار۔ ایک دفعدار۔ ایک محرر۔ (۱۲) جوان ہین۔

تعلقہ خلدآباد مین دو تھانہ ہین۔ خلدآباد خاص۔ بجڑ گانون۔ تھانہ خلدآباد لنگڑے مُلّا کے دروازے مین ہے۔ ایک تھانیدار۔ ایک دفعدار۔ ایک نویسندہ۔ ۱۲ جوان ہین۔ خلدآباد مین عرصہ سے ٹپہ خانہ[3] (ڈاکخانہ) قایم ہے۔ موجودہ حالت مین ایک

---

[1] حاجی صاحب درگاہ حد کلان کے خادم۔ اوقات کے پابند۔ شب بیدار قایم اللیل اور اکثر صایم الدہر رہتے ہین۔ خلدآباد مین ان کی ذات مغتنمات سے تھی۔

[2] اون مواضعات کا نام ہے جو کسی وقت آباد تھے اب ویران ہین۔

[3] یون تو سررشتہ ٹپہ جات سرکار عالی بلحاظ اپنے کام کے برا نہ تھا لیکن جناب محمد صدیق صاحب مددگار نظامت کی منصرمی کے زمانہ مین بہت کچھہ اصلاح ہو گئی ہے۔

متصدی۔ دو ہرکارے۔ دو خطوط رسان ہین۔ لعہ کے قریب قریب خرچ ماہانہ ہے۔

بلغور

اس سے پہلے کہ ہم بلغور کے اجمالی واقعات لکھین اسقدر بیان کرنا ضرور ہے کہ شاہ عالمگیر (خلدمکان) نواب آصفجاہ (نواب مغفرتمآب) اور نواب ناصر جنگ شہید کے مزارات ہر سہ مقبرے کے نام سے مشہور ہین اور ان کے اخراجات شمول ہوتے رہتے ہین۔
بلغور لفظ ترکی بروزن پُر زور۔ اس کے معنے گیہون اور جو کا دلیا جسکو پکا کر کھاتے ہین شاہ اورنگ زیب کا لنگر یہین سے دلپک کر غربا کو تقسیم ہوتا ہے اسی مناسبت سے اسکا نام بلغور کہا گیا ہے افسر سررشتہ امین صاحب۔ معززعمال امین بخشی۔ مشرف اور ایک جائزہ نویس۔ باقی ملازم فہرست ذیل سے معلوم ہونگے۔

فہرست ملازمان بلغور

خدمت	تعداد ملازم	ماہوار	کیفیت
حفاظ وصلوۃ خوان	۴۰	[illegible]	ہر سہ مقبرون پر روزانہ قرآن پاک ختم کرتے ہین مسجد چہادہ صدا ولیا مین ہر پنجشنبہ کو حفاظون کی شرکت ضرور ہے۔ صلوۃ خوانی کی خدمت علحدہ ہے لیکن ماہوار [illegible] مین داخل ہے۔
دعاگو	۸	[illegible]	رئیس کی سلامتی اور ریاست قایم رہنے کی دعا کرتے رہتے ہین۔
فراش	۳	[illegible]	ہر سہ مقبرے کی جاروبی کرتے ہین۔
آبدار	۱	[illegible]	اسکا تعلق خاص خلدمکان سے ہے۔

خدمت	تعداد ملازمان	ماہوار	کیفیت
چوبدار	۴	[illegible]	اِس کا تعلق خاص خلد مکان سے ہے ۔
حوالدار	۱	[illegible]	ہر سہ مقبرے کی ۔ ڈشی متعلق ہے ۔
گلفروش	۳		
اگر بتی والا	۱	[illegible]	ہر سہ مقبرے سے تعلق ہے ۔
موم بتی والا	۱		
دربان	۳	[illegible]	قصبے کی فصیل کے دروازے بند کرنیکا کام سپرد تھا ۔
نقارچی	۴		
داروغہ	۱	[illegible]	
گھنٹہ نواز	۳		
جوانان کوٹھہ	۵	[illegible]	کوٹھے کی حفاظت متعلق ہے ۔
وغیرہ	۱		
جوانان پہرہ	۵	[illegible]	
جمعدار	۱		

ملازمان لنگر

خدمت	تعداد ملازمان	ماہوار	کیفیت
داروغہ	۳		
باورچی	۲	[illegible]	
بہشتی	۱		
ہیزم کش	۲		

متفرقات

خدمت	تعداد ملازم	ماہوار	کیفیت
سینگ نواز	۱	عصہ	ان ملازمین کو کبھی کبھی کام پڑتا ہے۔ اعراس مین البتہ زیادہ
تاشہ نواز	۱	عصہ	ضرورت ہوتی ہے۔
دفنواز	۱	۸ر	
نلکار	۱	للعہ	
خاکروب	۱	عسہ	

ذ لنگر

لنگر کا روزانہ غلہ ایک من اٹھتیس سیر مین چھٹانک مقرر ہے کچھ خشک اور باقی پکا کر تقسیم ہوتا ہی
روزانہ معمولی لنگر کے علاوہ ماہ صیام مین ساڑھے بائیس سیر اور عشرہ شریف مین ساڑھے
دس سیر زیادہ پکتا ہے۔ اور یہ لنگر ایک روز شیرین اور ایک روز نمکین ہوتا ہے
نمکین لنگر مین گوشت بھی ڈالا جاتا ہے۔ ہر سہ مقبرون کے علاوہ حضرت منتجب الدین
خواجہ برہان الدین۔ سید زین الدین صاحب کے اعراس پر پچیس پچیس روپیے
کے تخمینے کی بخت بلغور رہی سے ہوا کرتی ہے۔ باقی خلدآباد کے دوسرے بزرگون کے
عرسون پر شیرینی اور پھول وغیرہ کچہری موصوف سے جاتے ہین۔
عیدین مین قاضی اور خطیب وغیرہ کا انعام اور ماہ صیام مین ختم تراویح پر حفاظون کا معمول۔
بعض مساجد کی صفائی۔ تیل بتی۔ خاص بلغور کی تعزیہ داری اور روشنی کے لیئے ایک خاص
مقدار معین ہے۔ غرض کل ماہانہ خرچ ایک ہزار سے کم ہے قحط مین جبکہ غلہ گران ہو جاتا ہے
ایک ہزار سے بڑھ جاتا ہے۔
کچہری بلغور کا انتظام ہر نوع سے بظاہر بہتر پایا جاتا ہے۔ خدائے عزّوجل اس ریاست

اور اُس کے رئیس کو دشمنون اور بدخواہون کے گزند سے محفوظ اور ہمیشہ قایم رکھے بہت کچھہ خیرات ہوتی ہے۔ مساکین اور عمد اعزا حضور نظام خلد اللہ عمرہ و دولتہ وسلطنتہ کے صدقے مین پرورش پاتے ہین اندرونی دفتری و انتظامی حالت کی نسبت تو ہم اسوجہہ سے کہ پوری واقفیت نہین ہے کچھہ کہہ نہین سکتے لیکن ظاہرا جہانتک دیکھا گیا کوئی امر بلغور مین قابل شکایت نظر نہین آیا صرف لنگرخانے کے ظروف جس مین لنگر پکتا ہے البتہ شکست ہو گئے ہین جنکے سبب سے لنگر ضایع ہوجاتا ہے۔ ہمکو امین صاحب بلغور اور بخشی صاحب کے حسن انتظام سے اُمید ہے کہ ہماری اس تحریر پر یہ شکایت جلد رفع کرینگے اور شکستہ ظروف کی درستی کے لیئے دفتر معتمدی پیشی حضوری مین ضروری یادداشت پیش کرین گے۔ کچہری کا مکان حال مین ترمیم ہوا ہے۔ نواب عبدالسلام خان صاحب سابق صوبیدار اورنگ آباد کے زمانہ سے منجانب سرکار حضرت منتجب الدین صاحب کے مزار پر جو صندل اور غلاف بچھایا جاتا ہے وہ بلغور ہی سے بڑے شان وشوکت سے جاتا ہے پولیس اور نظامت کی جمعیت حکامان ضلع اورنگ آباد کی شرکت امین صاحب بلغور اور بخشی صاحب کا انتظام اور خلقت کا اژدھام قابل دید ہوتا ہے۔

مدرسہ

۵ آبان سنہ ۱۲۹۲ فصلی مطابق ۲۶ ذالحجہ سنہ ۱۳۰۰ ہجری مین لورڈل کے نام سے مدرسہ افتتاح کیا گیا۔ ابتدائً اس کے مصارف ماہانہ ایک سو چہتر روپیہ تھے مدرسون کی

---

۱ جس زمانے مین مین بلغور کے واقعات قلمبند کر رہا تھا اوسوقت ظروف شکستہ تھے بعد کو درست کرائے گئے اور یہ بخشی صاحب کے حسن انتظام کی بین دلیل ہے۔

تعداد بھی اسوقت سے زیادہ تھی - اُردو فارسی - مرہٹی درجون کے سوا ایک درجہ انگریزی کا بھی تھا - بلحاظ آبادی طلبا کی تعداد ہمیشہ کم اور خرچ زیادہ رہا اسوجہ سے سنہ ۱۳۲۰ فصلی مطابق سنہ ۱۳۲۱ ہجری مین لوئر مڈل کے شکست کر دینے کی تحریک ہوئی - اگرچہ مجوزہ تحریک کا عمل سنہ ۱۳۲۰ فصلی ہی سے شروع کر دیا گیا تھا اور اپر پرائمری کی تعلیم جاری کر دیگئی تھی لیکن پوری پابندی بحکم صدر سنہ ۱۳۱۶ فصلی مطابق سنہ ۱۳۲۴ ہجری سے ہوئی - مصارف ماہانہ مین بھی ترپن (۵۳) روپیہ کی کمی ہوگئی - اُسوقت سے ابتک ایکسو بائیس (۱۲۲) روپیہ ماہانہ خرچ ہوتے آئے ہین -

مدرسۂ ہذا مین درجے دس اور فارسی صیغے مین چار - اور مرہٹی مین دو مدرس ہین طلبا کی تعداد ڈیڑھ سو کے قریب رہتی ہے -

خلد آباد کے مسلمان جن مین زیادہ تر خدام ہین مدرسے کی تعلیم کو چندان مفید اور پسند نہین کرتے اور چونکہ بہتون نے اپنی معاش کا ذریعہ قرآن خوانی پر رکھا ہے اسوجہ سے قرآن پاک کا حفظ اور ضبط کرنا لازمی خیال کر لیا ہے خلد آباد مین خانگی مکاتب کئی ایک تھے جن مین قرآن مجید کے سوا (وہ بھی بے قاعدہ) دوسری کوئی تعلیم نہین ہوتی تھی نور شاہ میان صاحب مرحوم کے مکتب مین البتہ چند لڑکے حافظ قران ہوئے باقی دوسرے مکتبون مین میرے سامنے کوئی حافظ نہین ہوا - اور اب تو جب سے مکتب اُٹھ گئے حافظ ہونا درکنار ناظرہ خوان بھی کم ہونے لگے ہین - مدرسے کی شکست وتقرر کے بعد صرف اِسی خیال سے کہ یہان کے لوگ قرآن پاک کی تعلیم کو لازمی خیال کرتے ہین ایک درجہ قرارت کا بھی رکھا گیا تھا - لیکن افسوس کہ اسوقت تک کوئی طالب علم قرارت کی تعلیم کا خواہان نہوا -

اختیاری تعلیم (مدرسے کی تعلیم) اس سے بڑھی ہوئی ہے۔ مہتمم ابتدائے تقرر سے جبکہ
مڈل کا نام خلدآباد کے مدرسے کی تاریخ کے صفحے سے حرف غلط کی طرح چھیل دیا گیا
آج تک صرف دو لڑکے مڈل مین اور چند طلبہ اپر پرائمری مین کامیاب ہوچکے ہین جو حکام
بالا کے خیال مین صرف اس وجہ سے (کہ خلدآباد کے طلبا اور اُن کے ورثا انتہا کے کم شوق
ہین) غنیمت سمجھے جاتے ہین۔ لیکن درحقیقت یہ اختیاری تعلیم بدرجہ غایت پستی مین
ہے۔

از روئے مردم شماری سنہ ۱۳۱۱ فصلی مطابق سنہ ۱۳۱۹ ہجری خلدآباد کی مردم شماری۔
(۲۸۴۳) ہے۔ فیصدی (۷) طلبا کے حساب سے (۲۰۰) لڑکے مدرسے مین
ضرور داخل ہونا چاہیئے۔ لیکن ہزار کوشش کیجائے ڈیڑھ سو سے زیادہ تعداد
نہین بڑھتی۔

طلبا کی فیس معاف ہے۔ پانچ روپیہ ماہانہ وظیفہ تحریصی ہے۔ فیس کی معافی ماہانہ وظیفے
کا ملنا اُسپر طلبا کی قلت اور بدشوقی کسقدر افسوس کے قابل ہے سنہ ۱۳۱۹ ہجری
مین قصبے کی مردم شماری کا کام میرے سپرد تھا اور اُسی تجربے سے مین کہہ سکتا
ہون کہ خلدآباد کے مسلمان لڑکون کی تعداد قریب قریب تین سو کے ہو گی لیکن انمین
فیصدی پچاس کو گانے بجانے کا کمبخت مرض ایسا پیدا ہوگیا ہے کہ تعلیم کی طرف
بالکل توجہ نہین کرتے روضۃ الاقطاب لکھتے وقت مجھے جسقدر یہان کے طلبا کی تعلیم
پر افسوس ہوا کسی چیز پر نہین ہوا۔

مکان مدرسہ پانچ روپیہ ماہانہ کرایے سے ہے۔ فرش و فرنیچر[۱] و کُتب مستعملہ نہونے سے

۱؎ مدرسہ کے حالات کتاب مین درج کرتے وقت مذکورہ سامان بالکل نہ تھا۔ مدت (باقی صفحہ آیندہ)

معلمین اور متعلمین دونون کو تکلیف ہے ۔ ناظر صاحب ضلع کے ہاں وہ مہتمم صاحب صوبہ سالانہ تنقیح کرتے رہتے ہین ۔
روضہ (خلد آباد) اورنگ آباد سے گوشۂ غرب و شمال مین (۱۴) میل اور دولت آباد سے خاص شمال (۹) میل ہے ۔
روضے کی آب و ہوا خوشگوار ۔ دکن مین یہ قصبہ باعتبار لطافت آب و ہوا کوہ شملہ ہے معمر لوگون مین دو ہی ایک صاحب باقی رہ گئے ہین ۔ جنکا لباس پرانی وضع کا ہے کلی دار لانبا چوڑا بہت گھیر کا چینٹ پڑا ہوا انگرکھا ۔
ڈھیلی مہری کی ازار ۔ سر پر عمامہ یا نانڈیڑی وضع کا رومال اور پیرون مین سادی وضع کی

لباس
ق ۔

بقیہ حاشیہ صفحۂ ۳۹ + دراز کے بعد جناب ڈاکٹر سید سراج الحسن صاحب ناظم تعلیمات کی توجہ سے ضروری سامان ملگیا ہے ۔ جسقدر کمی ہے ۔ اُس کے ملنے کی اُمید قوی ہے ۔ مدرسہ سرکاری بھی تعمیر ہورہا ہے ۔ مدرسین اور طلبائے مدرسہ خلد آباد کو ڈاکٹر صاحب کا ممنون ہونا چاہیئے ۔ صاحب ممدوح ۔ رحمدل ۔ غریب پرور ۔ شریف الخاندان اور اعلے درجہ کے تعلیم یافتہ ہین ۔ ایشیائی اور مغربی علوم مین پوری دستگاہ رکھتے ہین ۔ مغربی تعلیم مین جسقدر ڈگریان آپ نے حاصل کی ہین ۔ ہندوستانیون مین کم کسی نے کی ہونگی ۔ آپکے والد ضلع بہٹیر کے اول تعلقدار اور اکثر اعزا ممالک محروسۂ سرکار عالی مین اعلیٰ خدمتون پر ممتاز رہے ہین ۔

۲ ۔ سنہ ۱۳۰۴ فصلی سے جبکہ مؤلف کا تقرر مدرسہ خلد آباد مین ہوا ۔ اسوقت تک کئی صاحب مہتمم ہوچکے ہین ۔ فی الحال جناب مسٹر رامچندر صاحب بی ۔ اے ۔ اِس خدمت کو بڑی مستعدی سے انجام دے رہے ہین ۔ میرا چہاننک تجربہ ہے ۔ صاحب ممدوح ۔ متدین ۔ کارگزار ۔ محنتی ۔ لایق ہین ۔ اور اورنگ آباد کالج مین جبتک رہے ۔ نمایان ترقی رہی ۔

جوتیان ہوتی ہین۔
اب اِسوقت بمبئی کنے لوگون کا سا لباس زیادہ پہنا جاتا ہے۔ نیچا کُرتا اُسپر صدری ٹخنون تک پائجامہ سر پر عمامہ۔ البتہ جوان اور نئے فیشن والے پتلون نما پاجامہ قمیص اُسپر جاکٹ اور جاکٹ پر بے کلی کی شیروانی اور سر پر ایرانی یا ترکی ٹوپی اور بوٹ پہننے لگے ہین۔ بعضون نے شیروانی کے بدلے کوٹ پہننا شروع کیا ہے۔
عورتون کا لباس اچھا ہے۔ تنگ مُہری کا پاجامہ۔ نیچا کرتہ اُسپر دوپٹہ اور برقع پہنتی ہین۔ برقع تھوڑا اصلاح طلب ہے جو جدت اِس مین پیدا کیگئی ہے اُسکو دُور کر دینی چاہیئے۔
ان لوگون کے طبایع مختلف (جو از روئے صانع باری تعالیٰ ہونے چاہیئے) واقع ہوئے ہین۔ بعضے سربرآوردہ متین۔ خلیق با مروت انسانیت کے جامے سے آراستہ ہین بہتون مین اگرچہ یہہ صفات نہین ہین تاہم غنیمت ہین۔ دو چار صاحب اِس خوبی کے ہین کہ روضے مین بے مثل ہین۔ بخلاف اس کے ہمارے عنایت فرماؤن مین چند صاحب ایسے ہین جنکی طبعیتین تمام اہل روضے سے برعکس وضع ہوئی ہین۔ باعتبار اختلاف طبیعت ایسے لوگون کا ہونا کوئی تعجب خیز بات نہین ہے۔
روضے کے شمال مین کوہ ست کنڈہ اور کوہ بھینسمال شرق مین موضع سرا اور کھڑلی اور موضع موسالہ۔ جنوب مین نادر آباد۔ سولی بھنجن۔ غرب مین شاہ خاکسار صاحب کی درگاہ سے غار ہائے ایلورہ تک پہاڑونکا سلسلہ چلا گیا ہے شاہ عالم بہادر نے قصبے کے گرد سنگی فصیل تعمیر کرائی۔ اِسوقت جگہہ جگہہ سے شکست ہے۔
فصیل مین (۵) دروازے اور دو کھڑکیان ہین۔ دو دروازے جانب شمال۔ دو جانب

شرق - دو جانب جنوب ہین - جنوبی دروازون مین سے ایک کو نقارخانے کا دروازہ
اور دوسرے کو منگل پیٹ کا دروازہ اور شرقی دروازون مین سے ایک کو لنگڑے
مُلا کا دروازہ اور دوسرے کو کنبیالی دروازہ اور شمالی دروازون سے ایک کو
ہوڑی دروازہ اور دوسرے کو بانگرہ دروازہ کہتے ہین - باقی دو کھڑکیان
ایک جانب شمال بانگرے دروازہ سے پچہم اور دوسری جانب غرب متصل حوض خاص ہے
بانگرے دروازے سے شمال حصار سے باہر اندازاً ہزار بارہ سو گز کے فاصلے
پر حضرت منتجب الدین صاحب زرزری زربخش کی درگاہ ہے -

ذکر حضرت شیخ منتجب الدین صاحب قدس سرہٗ

شیخ منتجب الدین کا سلسلۂ نسبی (۱۱) واسطے سے امام اعظم حضرت ابوحنیفہ کوفی رحمتہ اللہ
علیہ تک اور شجرۂ مشیخت (۲۱) واسطے سے حضرت رسول کریم سید المرسلین تاج
المحققین محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ و اصحابہ تک حسب تفصیل ذیل
ملتا ہے -

سلسلۂ نسب	شجرۂ مشیخت
منتجب الدین - بن محمود - بن ناصر ہانسوی بن سلطان مظفر - بن سلطان ابراہیم - بن شیخ ابابکر - بن شیخ عبداللہ - بن شیخ عبدالرشید بن شیخ عبدالصمد - بن عبدالسلام - بن امام اعظم حضرت ابوحنیفہ کوفی رحمتہ اللہ علیہ -	منتجب الدین - خواجہ نظام الدین اولیا رح - خواجہ فریدالدین گنجشکر رح - خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح - خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رح - خواجہ عثمان ہارونی رح - خواجہ حاجی شریف زندنی رح خواجہ مودود چشتی رح - خواجہ ابو یوسف چشتی رح

خواجہ ابو محمد چشتی رح - خواجہ احمد ابدال چشتی رح -

شجرۂ مشیخت	سلسلۂ نسب
خواجہ ابو اسحاق چشتی رح - خواجہ علی دینوری رح خواجہ ہبیرۃ البصری رح - خواجہ حذیفۃ المرعشی رح - خواجہ سلطان ابراہیم ادہم بلخی رح - خواجہ فضیل عیاض رح خواجہ عبد الواحد بن زید رح - خواجہ حسن بصری رح - امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ - رسول الثقلین امام القبلتین پیشواے انبیا والاولیا احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین	صاحب عشق ربانی نے سلسلہ نسبی (۱۴) واسطے سے لکھا ہے وہ ۱۴ پشت تک سلسلہ مذکورہ کے موافق ہے لیکن گیارہوین پشت پر آباد رشد اور بارہوین پشت پر امام صاحب کا نام بتایا ہے - لیکن قول اول صحیح معلوم ہوتا ہے -

شیخ محمود پدر بزرگوار حضرت منتجب الدین صاحب کے چار بیٹے - برہان الدین منتجب الدین عزیز قتال - ابوالفتح - اور پانچ بیٹیاں - بی خدیجہ - بی عائشہ - بی مریم - بی آمنہ - بی حمیدہ تھین - ابوالفتح اور عزیز قتال کے سوا باقیون کے مزار خلد آباد مین ہین -

ولادت

باتفاق مورخین حضرت منتجب الدین ۶۷۵ھ ہجری مین پیدا ہوئے - والدہ ماجدہ کا اسم گرامی بی ہاجرہ ہے منتجب الدین صاحب سلطان المشائخ محبوب الٰہی نظام الدین اولیا صاحب کے اسبق خلفا اور مشاہیر اولیاے دکن سے ہین - لیکن غلام علی صاحب آزاد بلگرامی نے لکھا ہے کہ صاحب معارج الولایت نے منتجب الدین صاحب کو خواجہ شیخ فرید گنجشکر رح کا مرید اور برہان الدین اولیا صاحب کا برادر کلان بتلایا ہے - چنانچہ آپ کی مدح مین اشعار ذیل درج کتاب کئے ہین ؎

منتجب شیخ زرزری زربخش از مریدان خواجہ گنجشکر	گو شفیق کلان بود بشمار کرد اول بدو گیر قرار

خلعت زر زنجیب می آمد	در صباح و رواح و لیل و نہار
شد ازآن نام زر زری زربخش	مینمودش براہ خیر نثار
رخت زین تنگنا سے چون بربست	بجز امید سوے دار قرار
شد ازین برہان سوئے دگر آباد	زندہ زو گشت سنت و آثار
شود خموش از ثنای آن بندہ	کے توان کرد وصف او تکرار

لیکن اتفاق اسپر ہے کہ آپ برہان الدین اولیا سے چھوٹے اور محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیا صاحب کے مُرید تھے۔ تاریخ فرشتہ۔ چشتیہ بہشتیہ۔ نسخہ عشق ربّانی سے برہان الدین اولیا صاحب سے چھوٹا ہونا اور محبوب الٰہی صاحب کا مُرید ہونا بوضاحت ثابت ہے۔ صاحب عشق ربّانی نے اگرچہ منتجب الدین صاحب کے حالات نہایت اختصار سے لکھے ہین۔ لیکن اختصار بھی ایسے مفید پیرایہ مین کیا ہے کہ دوسرے تفصیلی نسخون مین آپ کے حالات کم ملتے ہین مُصنف نے اِس کتاب مین یہ التزام کیا ہے کہ جس کسی کا ذکر لکھا ہے۔ اسکا نام۔ نسب۔ لقب۔ سلسلہ پیران طریقت۔ سن ولادت اور وفات اور مدفن اور مختصر حالات بھی لکھدیا ہے۔ چنانچہ حضرت منتجب الدین صاحب کا سن ولادت (۶۷۵) ہجری اور سن وفات (۷۰۹) اور برہان الدین اولیا صاحب کا سن ولادت (۶۵۴) اور سن وفات (۷۳۸) ہجری بتلایا ہے جس سے صاف ظاہر ہے

سلہ عزیز قتال کا مزار دولت آباد مین ہے لیکن دولت آبادی ان کو حضرت راجو قتال حسینی پدر بزرگوار حضرت سید محمد بندہ نواز کے بھائی بتاتے ہین۔

سلہ سلہ بعضون نے بی عایشہ کا نام بی سارہ اور بی مریم کو بی کریمہ لکھا ہے۔

سلہ دیوگیر سے دولت آباد مُراد ہے۔

کہ حضرت منتجب الدین صاحب برہان الدین اولیا صاحب سے چھوٹے تھے۔
ہمارے دیکھنے مین جسقدر تصانیف دونون حضرات کے حالات مین آئی ہین، خزینة الاصفیا کے سوا سب کو اِسپر اتفاق ہے کہ منتجب الدین صاحب برہان الدین اولیا صاحب سے چھوٹے اور محبوب آلہی نظام الدین اولیا صاحب کے مُرید تھے
حضرت منتجب الدین صاحب کی طبیعت ابتدا ہی سے فقر پر مایل تھی اور کم سنی ہی مین ذکر و اشغال مین مشغول رہا کرتے تھے۔ سلطان المشایخ نظام الدین اولیاء صاحب کی توجہ سے بہت سے مدارج فقر طے کئے۔
جب سلطان المشایخ نظام الدین اولیا صاحب نے منتجب الدین صاحب کی ریاضت اور مجاہدہ ملاحظہ فرمایا تمام خلفا سے پہلے خلافت نامہ مصلی اورعصا اور خلعت سے سرفراز فرماکر خلایق کے ارشاد کے لیے کثیر جماعت سے دکن روانہ کیا۔ آنحضرت کو

محمد قاسم نے جماعت کی تعداد (۷۰۰) بتلائی ہے جنمین اکثر امراء پالکی نشین تھے تحقیق سے چند حضرات کے اسمائے گرامی دریافت ہوئے۔ جنکو ہم ذیل مین درج کرتے ہین۔

فہرست اُن حضرات کی جنکا آنا منتجب الدین صاحب کیساتھ مشہور ہو

نشان سلسلہ	نام	کیفیت
۱	خواجہ محمد صاحب	منتجب الدین صاحب کی قبر اور انکا مزار ایک گنبد مین ہو۔ پیر بھائی تھو
۲	" شمس الدین "	" کے گنبد کے باہر شرقی دیوار سے ملی ہوئی قبر ہو حضرت کے بھانجے تھے
۳	" سراج الدین "	" کے ماموں تھے۔ بھائی بہنون کا مزار ایک گنبد مین منتجب الدین صاحب کے گنبد سے پچھم مین ہے۔
۴	سید کبیر صاحب	منتجب الدین صاحب کے اُستاد اول تھو۔ سرائیکی باؤلی کے پچھم قبر ہو۔

وہاں سے چلتے وقت جماعت کثیر کے ساتھ ہونے سے یہ تردد ہوا کہ اسقدر آدمیونکا خرچ کہاں سے چلیگا اور اسی فکر و اندیشے مین سلطان المشائخ کی خدمت مین حاضر ہوکر عرض کی کہ مجھکو ایسی قدرت اور استطاعت نہین ہے کہ ان سب کا کفیل ہوسکون سلطان المشائخ نے مراقبہ کرکے فرمایا کہ سب کا خرچ تہجد کی نماز کے وقت انشاء اللہ

نشان سلسلہ	نام	کیفیت
۵	صدرالدین ٹیکری	صدرالدین اور فخرالدین صاحب کے تبور درگاہ سے باہر شمال طرف لب سڑک
۶	فخرالدین "	ٹیکری کے درخت کے نیچے ہین۔
۷	ظہیرالدین "	نشان (۷) سے (۱۰) تک چارون حضرات کے مزار چہاردہ صد اولیا والی
۸	حسام الدین "	مسجد مین ہین۔ اور یہ سب منتجب الدین صاحب کے پیر بھائی مشہور ہین
۹	بہاء الدین "	
۱۰	سراج الدین "	
۱۱	پیر بدرالدین نوبالکی	منتجب الدین صاحب کے پیر بھائی تھے کوہ ہنوڑے کے دامن مین قبر ہے
۱۲	کمال الدین پیر الخیرات	" " منڈھی ٹیکری کے دامن مین شمال طرف مزار ہے۔
۱۳	سید کبیر صاحب استاد دوم	کمان سے باہر لب سڑک پورب طرف بڑ کے درخت کے نیچے مزار ہے۔

ان کے علاوہ حضرت کی والدہ اور بہنین اور دولت شاہ دربار ہی کا منتجب الدین صاحب کے ساتھ آنا مشہور ہے اور یون تو خدام صدہا قبورون کی نشاندہی کرتے ہین۔ اور گنبد کے بائین اور درگاہ کے دوسرے احاطے اور اطراف درگاہ کے بہت سے مزارات کی نسبت کہتے ہین کہ یہ سب حضرت کے ساتھیون کے مزار ہین۔ واللہ اعلم۔

پہونچ جایا کریگا۔ چنانچہ محمد قاسم صاحب فرشتہ لکھتے ہین کہ ہر شب تہجد کے وقت ایک ڈبہ سونے سے بھرا ہوا غیب سے ملتا تھا اور منتجب الدین صاحب صبح اُس کو بیچکر فقرا پر خرچ کرتے تھے۔ اِسوجہ سے زر زری زر بخش خطاب ہوا غلام علی آزاد صاحب بحوالہ معارج الولایت روضۃ الاولیا مین تحریر کرتے ہین کہ جب حضرت منتجب الدین صاحب کا مجاہدہ اور ریاضت کمال درجے پر پہنچی اور محبوبیت کا مرتبہ حاصل ہوا تو صبح و شام دو خلعت زرین غیب سے ملتے تھے۔ حضرت اُسکو بیچکر فقرا پر صرف کرتے اور اُس مین سے اپنے اِستعمال مین کچھہ نہ لاتے تھے اِسوجہ سے زر زری زر بخش خطاب ہوا۔ چنانچہ موسوی خان جرأت لکھتے ہین ؎

آن جوان مردِ کہ در راہ خدا	زر بجتا جان رساند زر ریت

ہمکو جسقدر سرمایہ اِس کتاب کی تالیف مین بہم ہوا اُن مین سے کسی کتاب مین آپکے تفصیلی واقعات پائے نہین گئے۔ اِسلیئے ہم نہین کہ سکتے کہ منتجب الدین صاحب دہلی سے کب روانہ ہوئے روضے مین کب داخل ہوئے۔ درمیان مین کیا کیا واقعات پیش آئے۔

جب منتجب الدین صاحب سُلطان المشایخ سے رُخصت ہوکر ہند کے مختلف حصون اور دشوار گزار مقامون کی سیر کرتے ہوئے اِس مقام پر (کہ جہان اب مزار ہے) پہنچے تو نفس کشی اور زاہدانہ زندگی بسر کرنے کو یہ ٹیکری ایسی بھلی معلوم ہوئی کہ یہان سے اور آگے جانے کا ارادہ نہ کیا اور مع رفقا یہین سکونت پذیر ہو گئے۔ اُسوقت اِس پہاڑ پر قدیم یادگارون مین سونا باؤلی کے سوا جسکے قصے الف لیلہ اور فسانۂ عجائب

سا مشہور روایت ہے۔

کے افسانے سے کچھ کم نہین ہین دوسری یادگار نہین تھی - اور یہ بھی مشہور ہے کہ
منتجب الدین صاحب کے زمانۂ حیات تک اس پہاڑی پر صرف ایک مسجد[1] کے سوا
(جسمین پنجگانہ نماز جماعت سے ہوتی تھی کسی دوسری عمارت کی تعمیر کا آغاز نہین ہوا
روزمرہ کی بود وباش اور نشست وبرخاست درویشانہ تھی صرف چلہ کشی[2] کا مقام مخفوظ
تھا منتجب الدین صاحب نے روضے مین بقیہ عمر آزادانہ گزاری - آخر تک تعلق
دنیاوی سے الگ رہے - نماز تہجد کے وقت غیب سے جو ملتا تھا اس کے علاوہ
فتوح سے جو آتا گیا - اُسکو دوستون اور خدامون پر تقسیم کرتے رہے - علوم متداولہ
عقلیہ ونقلیہ مین پوری دستگاہ رکھتے تھے - تصانیف سے چھوٹے چھوٹے
رسالے تصوف مین ہین -

ایک وقت[3] شیخ منتجب الدین برہان الدین اولیا صاحب کے سامنے کھانا لائے -
برہان الدین اولیا صاحب نے فرمایا کہ مین روزے سے ہون منتجب الدین صاحب
نے کہا کہ افطار کرنا چاہیئے - قبول نہین کیا - اتفاق سے اُسیروز برہان الدین
اولیا صاحب حضرت نظام الدین اولیا صاحب کے پاس گئے - نظام الدین اولیا
صاحب نے فرمایا کہ برہان الدین کے سامنے کھانا رکھو - شیخ کے ارشاد پر کھانا
پڑا - جسوقت برہان الدین اولیا صاحب شیخ سے رخصت ہوئے - عصر کا وقت تھا
جماعت سے نماز پڑھنی چاہی - ہر شخص کہتا تھا کہ مین پڑھ چکا - بضرورت نماز بغیر جماعت

---

[1] مسجد چہار دہ صد اد لیا -

[2] یہ مقام درگاہ سے جنوب کوہ ہوڑے پر ہے - اندر سے تراشا ہوا اوپر سے گنبد نما - دو چار آدمی
بافراغت رہ سکتے ہین - شمال جانب چھوٹا سا دروازہ پتھر کا لگا ہوا ہے - [3] احسن الاقوال -

ادا کی اور خیال کیا کہ یہ شامت اس سبب سے ہوئی کہ مین نے منتجب الدین کے کہنے
سے کھانا نہین کھایا روزہ گیا اور جماعت سے بھی محروم رہا۔
شیخ رکن الدین نفایس الانفاس مین لکھتے ہین کہ شیخ برہان الدین صاحب نے فرمایا
کہ منتجب الدین کا ایک دوست تفتہ مزاج تھا اسکو سید کہتے تھے جب وہ راستہ
چلتا اگر کوئی امیر ملتا سلام نہ کرتا۔ لیکن اگر کسی دیوانہ غبار آلود کو دیکھتا اُسکی تعظیم کرتا
منتجب الدین صاحب نے فرمایا ایسے گروہ کی تعظیم کرنا عظیم کام ہے۔

وفات

ساتوین ربیع الاول ۷۰۹ سنہ ہجری پنجشنبہ کے دن چونتیس برس کی عمر مین انتقال
فرمایا شہنشاہ اولیا مادہ تاریخ ہے۔
منتجب الدین صاحب کی درگاہ کے دو احاطے ہین جس احاطے مین گنبد ہے وہ
دوسرے سے چھوٹا اور بلند ہے۔ قبر پر گنبد اور پہلو مین خواجہ محمدؐ صاحب آسودہ
ہین۔ قبر کے سرہانے دیوار پر کتبہ ہے۔

۱؎ خواجہ صاحب محبوب آلہی نظام الدین اولیا صاحب کے برگزیدہ ارادتمندون مین تھے اور
حضرت منتجب الدین صاحب کو ان سے دلی خلوص تھا اور یہ بھی اُنپر جان نثار تھے اِنکی وفات کا
قصہ اسطرح سے مشہور ہے جسروز منتجب الدین صاحب کا وصال ہوا سب لوگ تجہیز و تکفین
کرکے قبر سے ہٹ آئے۔ صرف خواجہ صاحب تنہا رہ گئے۔ تھوڑی دیر ساکت رہے۔
یکبارگی جذب محبت اور صدمۂ مفارقت سے رونا شروع کیا جب ضبط نہو سکا۔ یہ بیت کہتے
ہوئے قبر پر گر پڑے ؂ ازیار غار ماندن تنہا بہ غار اولی۔ بے یار زندہ بودن مُردن ہزار اولی۔
کرتے ہی مجموع پرواز کر گئی۔ اُسیروز حضرت کے پہلو مین دفن کئے گئے۔ حضرت کے عُرس کے روز ص

کتبہ بر بالین حضرت منتجب الدین صاحب

برہان شرع حجت حق مقتدائے دین
قطب المدار غوث زمان شیخ اتقیاست

ہم حاجب و مقرب درگاہ کبریاست
ہم رہبر مشایخ و ہم ختم اولیاست

امروز وست بشیخی او برتر از ہمہ
آندم بساط مجلس او حدتا وی ست

بودہ درین جہان ہمہ را التجا بدو
ایندم پناہ و ملجاء ارواح اصفیاست

بودہ است شاد خاطر ما در لقائے او
امروز قدسیان را شادی ازان لقاست

بر اولیائے حق نبود مرگ شیخ ما
زندہ است لیک پردہ اندر میان ماست

بینا کسیکہ دیدۂ روح آورد بدست
دار و حیات خوب چنین دیدہ ہر کراست

او بُد پناہ عالمیان بعد ازین رویم
در روضۂ مقدس او کان پناہ ماست

گنبد کے اندر چند قرآن مجید اور ایک فولادی آئینہ تانا شاہی اور قبر پر زری لیس کا غلاف اور گنبد ہی کے اندر مخملی شامیانہ لگا ہوا ہے اور گنبد کے سامنے سنگ سیلو اور سنگ موسیٰ کا فرش ہے اور باہر شرقی دیوار سے ملی ہوئی حضرت کے خواہر زادے شمس الدین اور غربی دیوار سے ملی ہوئی دوسرے بھانجے کی قبر ہے۔ گنبد خاص سے پچھم شمال ہٹتا ہوا حضرت کی والدہ بی ہاجرہ[1] اور حضرت کے ماموں خواجہ سراج الدین صاحب کا گنبد ہے جسکی پشت پر کھرنی کا درخت ہے۔ دونوں گنبدوں کے مابین بہت سی قبریں ہیں ہونا بائی کی قبر دونوں گنبدوں کے درمیان ہے۔ کھرنی کے درخت کے علاوہ ایک مولسری کا درخت

[1] بی ہاجرہ صاحبہ ۔ بان صاحبہ مشہور ہیں ۔ ۱۱ شوال کو عرس ہوتا ہے ۔

گنبد خاص سے پچھم ہٹتا ہوا ہے۔

جس احاطے مین یہ دونون گنبد ہین اُسکی شمالی اور شرقی حد دیوار سے محدود ہے شرقی دیوار مین صرف ایک دروازہ معروف بہ درچاک ہے۔ روزمرہ کی آمدورفت اسی دروازے سے ہوتی ہے۔ غرب مین مسجد ہے۔ جنوب مین ایک دالان۔ دالان کے غرب مین حجرہ ہے گنبد خاص کے سامنے اس دالان کے ایک ستون پر یہ عبارت بخط طغرا منقش ہے۔

یا اللہ المحمود فی کل افعال یا اللہ

دالان مذکورہ مین پتھر کے چھوٹے چھوٹے تین جھولے لٹکتے ہین ایک پر نادعلی کندہ ہے۔ سنگتراش نے اچھی صناعی کی ہے۔ اس دالان کی چھت پر وسط مین گنبد ہے اور پچھلی دیوار مین ایک دروازہ ہے جو ایام عرس مین کھلتا ہو یا وقتاً فوقتاً کسی خاص ضرورت سے کھولا جاتا ہے احاطہ کے گوشۂ شمال و شرق مین زینہ ہے دوسرا احاطہ گنبد والے احاطے کو شرقاً و جنوباً اپنے دامن مین لیے ہوئے ہے۔ اسیلئے ہم اُسکے دو حصے کرکے بتاتے ہین اور پہلے حصہ کو حصۂ شرقی اور دوسرے کو جنوبی حصے سے نامزد کرتے ہین حصۂ شرقی طولاً شمال کر جنوب تک (۶۰) قدم اور عرضاً قبلے کی طرف سے شرقی دروازے تک (۴۰) قدم ہے ہر چہار طرف دالان ہین۔ شمالی دیوار کے غربی حصے مین ایک دروازہ ہی جسکو باہر سید کبیر صاحب منتجب الدین صاحب کے اُستاد اول کی قبر ہے۔

سید صاحب کی قبر کے پورب باؤلی ہے۔ جو سرہانے کی باؤلی مشہور ہے سید کبیر صاحب کے مزار سے گوشۂ شمال و غرب مین تھوڑے فاصلے پر لب سڑک حضرت

فخرالدین اور صدرالدین بھکری کے قبور ہین - مذکورہ حصے کی شمالی حدود کا شرقی دالان احمد علیخان صاحب کا تعمیر کیا ہوا ہے - جسپر فارسی اور اُردو دو تاریخین کندہ ہین -

تاریخ فارسی

بدرگاہ منور زر زری بخش	بنا فرمود قصر احمد علی خان
مزاج از فکر عالی یافت سالش	مقام خوشنمائے پاکبازان ۱۲۷۲ھ

اُردو

ہوئی تعمیر اس مکان کی جب	یک سعادت عجب حصول ہوئی
کہی تاریخ اُس کی ہاتف نے	نذر احمد علی قبول ہوئی ۱۲۷۲ھ

مذکورہ حصے کی شرقی دیوار مین ایک دروازہ ہے جسکے اوپر کی منزل نقار خانے سے منسوب ہے - یہ دروازہ درگاہ کے تمام دروازون سے عالیشان ہے جسپر آیت پاک کندہ ہے -

وانّ المساجد للّٰہ فلا تدعو مع اللہ احداً

اس عالیشان دروازے کے باہر جانب جنوب ایک مسجد ہے اگر ہم اس مسجد کو ایک سرا بغیر بھٹیاری تصور کرین یا پولیس کا تھانہ سمجھین تو بہت بجا ہے کیونکہ ہم نے اس مسجد مین کسیکو نماز پڑھتے ہوئے کم دیکھا ہے - ہان جب کبھی ہماری نظر پڑی ہے یا تو کسی زایر یا مسافر کو آرام کرتے پایا یا پولیس والونکو دیکھا ہے یون تو غیر وقتون مین زایرین یا مسافرین کو اس خانۂ خدا مین بے تکلف رہنے کا موقع ملتا ہے اور بلحاظ وقت یا بحالت مجبوری کوئی مزاحم نہین ہوتا - لیکن دو حالتون مین پولیس کے فطرتی قانون سے وہ بیچارے بیدخل ہوجاتے ہین - اول تو منتجب الدین صاحب کے

عرس مین جبکہ جوانان پولیس عرس کے انتظام کے لیئے اِسی مین ٹھرا کرتے ہین۔ دوسرے جب کوئی بڑا افسر محکمجات سرکاری مین آکر قیام کرتا ہے اور اُس کی پہرہ چوکی کیواسطے جو گارد مقرر ہوتا ہے اُسکا بھی فرودگاہ یہی ہوتا ہے۔ غضب یہہ ہوتا ہے کہ یہ کارکنان جہنم جوتے سمیت مسجد مین چلے جاتے ہین۔ جائے افسوس ہے کہ جب ظاہری برتاؤ ان بے دینیون کا ایسا ہے تو اور کیسی کیسی بے ادبیان ظہور مین نہ آتی ہونگی۔ نعوذ باللہ منہا۔ پولیس کے اِس قبضے اور دخل سے ہم کہہ سکتے ہین کہ اگر اِسکی طرف سے مسجد موصوفہ پر کسیوقت دعویٰ ہو تو یقینی اِس زمانے کی عدالت مروجہ قانون سے ڈگری دیدے گی ہم اِسبارہ مین خاص خداماں درگاہ سے ملتجی ہین کہ وہ بہت جلد اِس شکایت کو دور کردین گے اور آئندہ اِس قسم کے نازیبا حرکات و سکنات کو اپنے متصرفہ جائے مین کبھی پسند نہ فرمائینگے۔ شرقی حصے کی غربی حدود و دو منزلے دالانون سے محدود ہے۔ دروازے در چاک سے اُترتے ہوئے سہ درہ اور اوسکے نیچے سیڑھیان ہین سہ درے پر چھوٹا سا گنبد ہے سہ درے کے شمال و جنوب دو دالان تین تین چشمے کے ہین ان سہ چشمی دالانون کے نیچے حجرے ہین۔ شمالی دالان مین تین کتبے ہین۔

بدرگاہ منور زرگری بخش		بنا ہست ندا سعد چند ایوان	

سلہ ہر سہ کتبون کے اشعار بجنسہ نقل کردئے گئے پتھر کے کچے پن سے جو حرف یا لفظ مٹ گیا وہ چھوڑ دیا گیا۔ اشعار کی صحت و غلطی کا فیصلہ ناظرین پر ہے۔ آخر کے دونون کتبے اِس مسجد کے معلوم ہوتے ہین جو منتجب الدین صاحب کیطرف منسوب ہے غالبًا یہ وہ مسجد ہوگی جو اندر دالے کے معاملے مین ہے۔ کیونکہ اِسکو سوا دوسری کوئی مسجد منتجب الدین صاحب کے نام سے مشہور نہین ہے۔

شکستہ بود زان ایوان یکاین ** مرتب کرد سلطان خان دل وجان

در میان ساہوکاران بود مشہور ** در سخاوت نیست ہمتا دیگران

چو تاریخ مرتب اینست بشنو ** سنہ الف و ماہ عشرین و سہ ان

دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کہ تاریخ بنائے مسجد او ** ز دریائے حدیث قدس اللہ

ز ہجرۃ نہصد و ہفتاد یکسال ** مرتب شد بنائے مسجد شاہ

دیانت[۱] خان مرید منتجب شاہ

دوم

دیانت خان مرید منتجب شاہ ** مدد گارش .... ہم رسول اللہ

مددگارش ہمہ پیران عالم ** دگر آن شیر مردان علی شاہ

.... او مسجدے در روضہ شاہ ** مزیدش باد سرور دولت وجاہ

کہ تاریخ بنائے مسجد او ** ز دریائے حدیث قدس اللہ

چو بندہ جستہ تاریخ بنایش ** .... واند ہمہ مردان درگاہ

بروز جمعہ سابع عشر رمضان ** مبارک بود روز و سال وہم ماہ

ز ہجرت نہصد و ہفتاد و یک سال ** مرتب شد بنائے مسجد شاہ

۱؎ دیانت خان مرید منتجب شاہ سے عوام کو اشتباہ کا خیال اور دھوکا ہوتا ہے کہ دیانت خان منتجب الدین صاحب کا مرید تھا حالانکہ ایسا سمجھنا غلطی ہے کیونکہ منتجب الدین صاحب نے کسیکو ارادت سے مشرف نہیں کیا اور پھر جبکہ سنہ ۹۰۹ھ میں اُنکا وصال ہوا ہو اور دیانت خان نے سنہ ۹۷۱ھ ہجری میں مسجد بنوائی ہو تو دو سو باسٹھ سال کے بعد دیانت خان پر مریدی کا اطلاق کیسے ہو سکتا ہے۔ پس لفظ مرید سے اگر معتقد کے معنے لیئے جائیں تو درست ہو سکتا ہے۔

درچاک کے جنوبی دالان کے نیچے کی منزل مین دو درجے ہین تو پچھلے درجے مین دولت شاہ دربار ی اور اُن کے دو بھائیون کے مزارات ہین ۔ دولت شاہ صاحب چار بھائی تھے ۔ دولت شاہ ۔ بھیکا بھکاری شاہ ۔ رکن کرتاری شاہ ۔ جنکا مزار دولت آباد مین تبلاتے ہین ۔ چوتھے کا نام معلوم نہین ۔

دولت شاہ درباری کا عرس شعبان کی چھٹی کو ہوتا ہے ۔ اخراجات عرس اور عود و گل کیواسطے سرکار سے کافی رقم ملتی ہے ۔

حصہ جنوبی حصۂ شرقی سے عرض و طول مین کچھ ہی کم ہے ۔ غربی اور شرقی دالانون کے سوا اِس حصے کی جنوبی حد کے تھوڑے حصے مین دروازے سے جانب غرب ایک دالان اور دروازے سے شرق جانب زمین اُفتادہ ہے جسمین ایک دالان بخوبی بن سکتا ہے ۔

مذکورہ حصے کا طول غرب سے شرق تک تخمیناً (۵۰) قدم اور عرض جنوب سے شمال تک (۴۰) قدم ہے ۔ شمالی حد گنبد والے احاطے کی دیوار سے محدود ہے دیوار کے وسط مین دروازہ ہے اور چونکہ بلندی پر واقع ہوا ہے اِسلیئے اُسکے سامنے چبوترہ اور سیڑھیان ہین دیوار مین دونون طرف پانچ کمانین اور صحن مین چند قبرین ہین ۔

سلہ مرشدنا حضرت شمس الدین صاحب مشائخ اورنگ آبادی کی کوششون کا نتیجہ ہے کہ مجوزہ دالان اُفتادہ زمین پر بنگیا ہے ۔ اگر دالان مذکورہ کے کسی پتھر پر تاریخ تعمیر بھی کندہ کردیجاتی تو زیادہ مناسب ہوتا ۔ حضرت اقدس رسالے مین رہتے ہین ۔ مسافر نوازی آپ کا حصہ اور انکساری آپ کی خاص صفت ہے ۔

عرس مین زایرین کو شرقی اور جنوبی حصے کے مذکورہ دالانون سے بہت آسایش ہوتی ہے - جنوبی حصے سے باہر جانے کے لیئے دو دروازے ایک جنوبی دیوار مین اور دوسرا غربی دیوار مین ہے - درگاہ کا اجمالی نقشہ کھینچنے کے بعد اب ہم منتجب الدین صاحب کے عرس کی کیفیت لکھتے ہین - کیونکہ لازم و ملزوم ہونیکی وجہ سے عرس کے حالات لکھنا ناموزون نہوگا -

عرس

منتجب الدین صاحب کا عرس خلدآباد کے بزرگون کے تمام عرسون سے بڑے سامان اور تزک سے ہوتا ہے - اکثر حکام ضلع اور صوبہ اور رؤسا و امرا اور مشاہیر دکن اور نیز اطراف وجوار وغیرہ کے لوگ شریک ہوتے ہین - ممالک محروسہ سرکار عالی کے علاوہ خاندیش، بمبئی وغیرہ کے مشایخین اور فقرا بھی بغرض زیارت و استفادہ حاضر ہوتے ہین - ملک دکن مین بعض اعراس کے سوا کوئی عرس اسکی شان کو نہین پہونچتا - موسمی تغیر ات سے عرس کا زمانہ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے اس عرس کی ابتدا حضرت برہان الدین اولیا صاحب سے ہوئی - مشہور ہے کہ حضرت برہان الدین اولیا صاحب نے اپنی زندگی مین سترہ اٹھارہ عرس کیئے -

مغربی و شمالی ہند مین عرس کی جو تقریبات ہوتی ہین اور تاریخ معینہ پر جو رسومات ادا ہوتی ہین - یہان کی اصطلاح مین وہ دوسرے الفاظ مین بولی جاتی ہین بنہم بھیان طوالت اُن کو قلم انداز کرکے صرف ضروری باتین بیان کرتے ہین -

تقریبات عُرس

چونا - فراشان - صندل - چراغان - ختم -

عرس کا شمار اگرچہ ربیع الاول کی چوتھی تاریخ سے ہوتا ہے - لیکن درگاہ کی متعلقہ عمارت پر سفیدی پہلی تاریخ سے کیجاتی ہے - اور ہر قسم کی دوکانین اور آرائش کا سامان غرہ ہی سے ہوتا ہے - جن راستون اور روشون پر دوکانین لگائی جاتی ہین - اُن کی صفائی اور دُرستی پہلی تاریخ سے پہلے کر دیجاتی ہے - منجانب سرکار مهتمم صفائی خود ایسے کامون پر نگران رہتا ہے - روشنی کا انتظام مهتمم سے متعلق ہو چھوٹے چھوٹے کامون مین تحصیل خلدآباد سے مدد لیجاتی ہے -

درگاہ کے متعلق جسقدر عمارت ہے - اُسکی صفائی اور سفیدی کے بعد چوتھی ربیع الاول کو آٹھ یا نو بجے صبح خدامان درگاہ جمع ہو کر گنبد کے کلس پر پھولون کا ہار باندھتے ہین اُسکے بعد فاتحہ پڑھکر شیرینی تقسیم کر کے گنبد پر چونا چڑھاتے ہین اور یہ تقریب چونکے نام سے مشہور ہے -

فراشون کے واقعات بتانے کے پہلے ہم یہ بتائے دیتے ہین کہ حضرت منتجب الدین صاحب کی قبر ہمیشہ تین غلافون سے ڈھکی رہتی ہے - نیچے کا غلاف سفید ململ کا عطریات اور بخورات سے معطر اور بیچ کا غلاف سادہ نین سکہ وغیرہ کا اور اوپر کا غلاف نہایت قیمتی اطلس یا کمخواب یا مخمل یا ریشمی کپڑے کا ہوتا ہے - چونے کی تقریب مین اوپر کا غلاف اُٹھا لیا جاتا ہے علی الصباح پانچوین ربیع الاول کو فاتحہ اور تقسیم شیرینی کے بعد گنبد کے اندرونی دیوارون پر صندل تیار شدہ لگایا جاتا ہے - اسکے بعد مجاورِ خاص متعینہ

درگاہ گنبد کے دروازے کو تھوڑی دیر کے لیئے بند کر لیتا ہے اور اُس عرصے مین غلاف شریف مین سکہ اور دوسرے آلات جن [illegible] لگایا جاتا ہے سب کو باعزاز تمام سر پر لیکر باہر نکلتا ہے - گنبد سے نکلتے ہی [illegible] اور حاضرین اُس غلاف پر پھولون کا ہار ڈالتے ہین - مجاور اسیطرح نوبت و نقارہ اور سکہ ساتھ [illegible] سے ہوتے ہوئے کہان تک آکر سونا باؤلی کیطرف مڑتا ہے - سونا باؤلی سے پاسبان درگاہ اُسکو اپنے سر پر رکھکر ست کنڈے تک پہنچاتا ہے - نوبت و نقارون کا شور و غل سونا باؤلی تک محدود ہے - اکثر خدام درگاہ [illegible] پاسبان کے ساتھ ہوتے ہین ست کنڈہ درگاہ کے شمال جانب دو پہاڑون کے درمیان ایک میل پر ہے قربت کے لحاظ سے لوگ جلد پہونچ جاتے ہین - جاتے ہی غلاف اور صندل لگانے کے آلات اُس کنڈ مین جو حضرت منتجب الدین [illegible] غلاف دھونے کے واسطے مخصوص ہے دھوتے ہین - اُس کے بعد حاضرین [illegible] غسل کرتے ہین -

بزرگون کا تصرف ہے کہ اکثر مریض اُس کے استعمال سے شفا پاتے ہین نہانے کے بعد کھانا یا شیرینی جو ساتھ لیجاتے ہین کھاتے ہین - بعض لوگ وہین پکاتے ہین چار بجے وہان سے واپس ہوکر [illegible] کے سامنے ایک چبوترے پر (جسکی نسبت مشہور ہے کہ حضرت منتجب الدین صاحب دہلی سے آتے ہوئے اسی مقام پر ٹھیرے تھے اور اب وہ نیم یا نیب چبوترہ کہلاتا ہے) ٹھیرتے ہین - میلاد شریف اور فاتحہ کے بعد شیرینی اور [illegible] پانی جو غلاف دھوکے نکلتا ہے تبرکاً تھوڑا تھوڑا سب کو تقسیم کرتے ہین اور مغرب کے قبل درگاہ مین واپس آجاتے ہین ؁

ربیع الاول کی چھٹی کو نماز ظہر کے بعد قرآن خوانی بارہ دری سے کے بعد قرآن پاک کا دور ہوتا ہے
اور یہ دور ساتوین کی صبح آٹھ بجے تک جاری رہتا ہے۔ دور مین اکثر خلدآباد ہی کے
حفاظ ہوتے ہین۔ جنکی دعوت دوران ختم مین قہوہ سے ہوتی ہے اور یہ رسم
قدیم سے چلی آتی ہے۔

ساتوین ربیع الاول کی شب کو بارہ بجے گنبد کے سامنے راگ شروع ہوتا ہے راگ
شروع ہوتے ہی حضرت منتجب الدین اور برہان الدین اولیا صاحب کی درگاہ کے دونون
مجاور گنبد کا دروازہ بند کرکے صندل وغیرہ جو خاص طور پر پہلے سے گھس رکھا
جاتا ہے قبر پر لگاتے ہین اس کے بعد ململ کا غلاف (جو چھٹی تاریخ کو ظہر کی نماز کے
بعد ہی تیار کیا جاتا ہے) سب قسم کی خوشبوؤن سے معطر کرکے بچھاتے ہین۔ ململ[1]
کے غلاف پر ست کنڈے کا دھویا ہوا غلاف[2] اور اوسپر زرین خواہ مخملی یا کمخوابی[3]
بچھا کر تین بجے دروازہ کھولتے ہین۔

دروازہ کھلتے ہی حاضرین با وضو زیارت کرتے ہین۔ اسوقت کا عالم اور ہی ہوتا ہے
عام لوگون پر ایک کیفیت ہوتی ہے ہم کہ سکتے ہین کہ جب ہم عامیون پر ایک قسم
کی محویت اور حالت ہوتی ہے تو جو لوگ دیدۂ بینا اور گوش شنوا رکھتے ہین اُن کے
قلوب پر کیسا کچھ اثر نہوتا ہوگا۔ اُسوقت کا سمان جیسا کہ چاہیئے ہم لکھ نہین سکتے

---

[1] ململ کا غلاف دوسرے سال تھوڑا تھوڑا تبرکاً حاجتمندون کو دیا جاتا ہے۔

[2] ست کنڈے کا دھویا ہوا غلاف دوسرے تیسرے سال بدل دیا جاتا ہے۔

[3] بلغوذ سے جو غلاف سرکاری بڑے جلوس سے آتا ہے وہ چھٹی ربیع الاول کو پانچ بجے
مزار پر بچھایا جاتا ہے۔ (یہ [3] کا حاشیہ صفحہ (۶۰) کا ہے)

بس اسقدر کہ منجملہ اور اوقات کے یہ خاص وقت دیکھنے اور حاضر ہونے کے قابل ہوتا ہے
سماع صبح کی نماز کے قبل تک ہوتا رہتا ہے۔ ادہر موذن نے اللہ اکبر پکارا اُدہر سماع
موقوف ہوا۔ نماز صبح سے فراغت ہوتے ہی پھر کلام پاک کا دور ہوتا ہے۔ دور ختم
ہونے کے بعد فاتحہ پڑھکر شیرینی تقسیم ہوتی ہے۔

چھٹی تاریخ نماز ظہر سے ساتوین کی صبح تک جو رسومات ادا ہوتی ہین وہ صندل کی تقریب
مین داخل ہین۔

ساتوین ربیع الاول سے گنبد کے سامنے ایک چھوٹے سے شامیانے کے نیچے
سماع ہوتا رہتا ہے۔ کسی قسم کی ممانعت نہین جسکا جی چاہے گائے۔

آٹھوین کی شب کو روشنی کیجاتی ہے۔ جسکو یہان کی اصطلاح مین چراغان کہتے ہین
بارہ بجے شب سے سماع موقوف کردیا جاتا ہے اور پہلے گنبد کے سامنے دوچار
قصاید نعتیہ پڑھکر دوسرے احاطے کے شرقی حصے مین بڑے شامیانے کے نیچے
(جو درچاک کی سیڑھیون سے بڑے دروازے کے قریب ہوتا ہے) آتے ہین
اور صبح تک میلاد شریف پڑھتے رہتے ہین۔ آغاز مولود سے ختم تک نوبت ونقارون
کی مہیب آوازون سے کانون کو آرام ملتا ہے۔ اور ہرایک شخص دوسرے کی
آواز اور بات چیت باسانی سُن اور سمجھ سکتا ہے ورنہ ایام عرس مین نوبت ونقارون
کی ہیبتناک صدا سے یہ نوبت پہونچ جاتی ہے کہ عرس کے اختتام پر کئی روز وہی آواز
کانون مین گونجتی رہتی ہے۔ صبح کو میلاد شریف ختم ہوتے ہی فاتحہ پڑھکر شیرینی
اور قہوہ اور لونگ اور پان تقسیم ہوتے ہین۔ آٹھوین تاریخ نو بجے صبح سے نوین کی بارہ
بجے شب تک پھر وہی سماع بلا تعین گنبد کے سامنے ہوتا رہتا ہے۔

نوین ربیع الاول کی شب کو بارہ بجے سے دوسرے احاطے کے شرقی حصے مین شامیانے کے نیچے فاتحہ کے بعد مجلس راگ (قوالی) منعقد ہوتی ہے۔ اکثر خدام اور مشایخین باادب باوضو بیٹھتے ہین۔ صبح صادق سے پہلے مجلس ختم کردیجاتی ہے اور آخر فاتحہ کے بعد عرس ختم ہوجاتا ہے۔ عرس کا طریقہ جہانتک دیکھا گیا اچھا اور بہت اچھا ہے صرف مجلس راگ مین بعض نوجوانون کے بدسیر ہوحق اور دھما دھمی سے مجلس کے رنگ مین جو بے لطفی اور مشایخین باحال کی کیفیت مین جو فرق آجاتا ہے اُس مین البتہ اصلاح کی ضرورت ہے۔ افسوس ہے کہ ہماری یہ شکایت خلدآباد کے لیے خاص نہین ہے۔ عام ہے۔ اس لیئے کہ ہمنے جہان کہین دیکھا ہے ایسا ہی دیکھا ہے اور اسی سبب سے ہم کہ بھی سکتے ہین کہ بیچارے منتظمان مجلس اسبارے مین معذور بلکہ مجبور ہین تاہم اگر وہ کوشش کرین اور حضرت برہان الدین اولیا صاحب کے اُن اقوال سے جو سماع[1] کے باب مین فرمایا ہے انکو آگاہ کردین تو چند روز مین اصلاح ہونا کچھ بعید نہین ہے۔

عرس کے واقعات بتانے کے بعد اب ہم اُن بزرگون اور معروف و مشہور لوگون کے حالات لکھتے ہین جنکے مزارات حضرت منتجب الدین صاحب کی درگاہ کے اطراف ہین۔

یہ تو ہم پہلے لکھہ آئے ہین کہ درگاہ کے دوسرے احاطے کے شرقی حصے کے باہر حضرت سید کبیر صاحب اور اُس سے شمال لب سڑک حضرت فخرالدین اور

[1] سماع مین جس کسی کا ہاتھہ تک ہلے اُسکو سماع سننا جایز نہین۔ سماع مین لوٹنا اور شور و شغب نہ کرنا چاہیے اگر کسی نے شور و شغب سے کسی صاحبدل کا وقت غارت کیا تو اسکا اثر شور و شغب کرنیوالیکو اثر کرتا ہے

صدرالدین بنگری کی قبرین ہین اگر ہم اِن حضرات کی زیارت کرکے پھر اسی احاطے
مین واپس آئین اور دولت شاہ درباری اور اُن کے بھائی بھیکا شاہ بھکاری
کی قبر پر فاتحہ پڑھتے ہوئے جنوبی تھے کے دروازے سے تخمیناً دوسو قدم
دور کوہ ہوڑے کے دامن مین جائین تو پیر بدرالدین نولکھی کی زیارت سے
مشرف ہونگے اور اگر جنوبی حصے کی غربی دیوار کے دروازے سے باہر جائین
تو ایک ایسی چار دیواری مین نکلینگے۔ جسمین مولانا فریدالدین ادیب فخرالدین
شمس الملک۔ خواجہ مبارک غوری اور فریدالدین یگانہ کے مزارات ہین یہ چارون
صاحب حضرت برہان الدین اولیا صاحب کے سچے ارادتمندون مین سے تھے
پیر بدرالدین صاحب نولکھی۔ خواجہ مبارک صاحب غوری اور فریدالدین یگانہ کی
حالات زندگی نامعلوم ہین۔ باقی دونون بزرگون کے حالات جسقدر معلوم ہوسکے وہ
درج کتاب ہین

ذکر برگزیدۂ غریب حضرت فریدالدین ادیب

برہان الدین اولیا صاحب کے مشہور مُریدون مین ہین۔ بچپن سے شاغل اور ذاکر
رہا کرتے تھے۔ محنت شاقہ اور شیخ کی نظر عنایت سے نور ہی نور ہوگئے۔ یہان تک
کہ اگر اُنکا مصلیٰ یا جامۂ خواب اُٹھایا جاتا تھا۔ تمام مکان روشن ہوجاتا تھا۔ چونکہ
شیخ سے تیرہ روز قبل وفات پائی۔ اسلیئے زیادہ شہرت نہین ہوئی تاہم اُنکو
رتبے کا اندازہ برہان الدین اولیا صاحب کے اِن اقوال سے ہوسکتا ہے۔

ہلے پیر بدرالدین صاحب کا عرس ۱۲ شعبان کو ہوتا ہے۔

ہوا اے فرید تیرا خط اُستاد کے خط سکے برابر ہو گیا ہو اگر قیامت سکے دن پوچھینگے
کہ اسے برہان ہماری درگاہ مین کیا لایا ہے تو کہونگا کہ فرید کو لایا ہون جو نعمت
ظاہری و باطنی کر رکھتا ہون مینے تجھے دی۔
برہان الدین اولیا صاحب کو ان سے خلوص تھا اور یہ بھی اعتقاد اور محبت اور یقین
مین بہ نسبت دوسرے مریدون کے نمبر اول تھے۔
ایکمرتبہ غلبۂ سکر مین برہا الدین اولیا صاحب کے سامنے حاضر ہو کر عرض کی۔ کیا کرون
عاجز ہو گیا ہون۔ برہان الدین اولیا صاحب نے فرمایا کہ شیخ الاسلام نظام الدین
اولیا میرے اور تیرے دونون کے دستگیر ہین۔ فرید الدین صاحب نے کہا
کہ شیخ الاسلام آپ کے دستگیر اور آپ میرے دستگیر ہین۔ دوبارہ برہان الدین
اولیا صاحب نے فرمایا کہ شیخ الاسلام میرے اور تیرے دونون کے دستگیر
ہین۔ فرید الدین صاحب نے پھر کہا کہ شیخ الاسلام آپ کے دستگیر اور آپ میرے
دستگیر ہین غرض تین بار برہان الدین اولیا صاحب نے یہی فرمایا کہ شیخ الاسلام میرے
اور تیرے دونون کے دستگیر ہین اور فرید الدین صاحب بھی یہی عرض کرتے
گئے کہ شیخ الاسلام آپکے دستگیر اور آپ میرے دستگیر ہین آخر کو حضرت
نے خوش ہو کر فرمایا۔ زاد اللہ اعتقادک و محبتک و یقینک۔ شباب کا عالم اور
پندرہ سال کی عمر تھی جب فقر کا شوق ہوا۔ پیر کامل کی جستجو شروع کی ایک روز اپنے
ماموں کیساتھ سماع کی محفل مین گئے۔ حسن اتفاق برہان الدین اولیاء صاحب بھی
وہان تشریف رکھتے تھے۔ ان کے ماموں نے حضرت سے دستبوس کرایا انھون
نے دل مین تصور کیا کہ اگر یہ شیخ کامل ہین۔ تو ان کی توجہ سے میری غذا کم ہو اور

دنیا کی محبت دل سے نکلجاتے - فرید الدین صاحب کا خود بیان ہے کہ دونون باتین
بیان کرتے ہی حضرت کی توجہ قلبی نے ایسا اثر کیا کہ جسوقت مین مجلس سے اُٹھا - اُسیوقت
سے حق تعالے نے محبت دنیا دل سے دور کرنی شروع کی - چند روز مین یہ نوبت
ہوئی کہ دنیا دی شان و شوکت سب میری نظر مین ہیچ معلوم ہونے لگی گھر پہنچنے ہی
پہلے سر کے بال دور کیے - رفتہ رفتہ خوراک مین اسقدر کمی ہوئی کہ ایکروز مین ایک روٹی
مشکل کھاتا تھا اٹھارہوین سال ارادت سے شرف حاصل ہوا - چونکہ پہلے سے مرتاض
تھے - جسروز مرید ہوئے - برہان الدین اولیا صاحب نے فرمایا - آج یہ جوان میری نظر
مین اس طریقے سے آیا جسطرح کوئی مرید تیس سالہ پیر کی خدمت مین آتا ہے برہان الدین
اولیا صاحب کی تعلیم اور تلقین نے فرید الدین صاحب کو انتہائے کمال پر پہنچایا تھا
اور یہی وجہ تھی کہ اکثر لوگ بغرض استفادہ اُن کے پاس آتے رہتے تھے
خواجہ مبارک غوری (پیر بھائی) کہتے ہین کہ مین نے ایک روز فرید الدین صاحب
سے دل کی حالت اور ذکر و اشغال کی حقیقت دریافت کی فرمایا کہ جب مین نماز
پڑھتا ہون - گردن کی ہر رگ سے کلمہ اللہ اللہ نکلتا ہے اور جب ذکر کرتا ہون اوس
وقت پر نظر پڑتی ہے - توجب تک زبان ایکبار ذکر کرتی ہے دل سو بار زیادہ فصاحت
سے ذکر کرتا ہے نسبت باطنی قوی اور مقامات فقیری بہت صاف تھے اکثر موقعون
پر کمالات ظاہر ہوتے رہتے تھے -

ایکدن مسجد مین بیٹھے ہوئے تعلیم کے طور پر حکایات بیان کر رہے تھے - سلسلہ کلام
دراز تھا کہ یکبارگی اُٹھکر گھر کیطرف چلے - خادم کا بیان ہے کہ مین بھی ساتھ ہو لیا
راستے مین مین نے پوچھا کہ اسقدر جلد جانے کا سبب کیا ہے - جواب دیا کہ شیخ نے

طلب کیا ہے۔ جب دروازے پر پہونچے۔ مین سنے خود دیکھا کہ نصیر الدین صاحب آپکی طلب مین کھڑے ہین۔

اُسی خادم سے یہ بھی نقل ہے کہ مین ایکروز فریدالدین صاحب کے پاس تھا اور بہت سے لوگ بھی جمع تھے۔ ایک شخص نے آکر کہا کہ میرا لڑکا سخت بیمار ہے۔ دُعا فرمائیے۔ کچھ جواب نہ دیا۔ دوبارہ اُس نے عرض کی جب بھی سکوت کیا۔ جب وہ چلا گیا۔ مین نے عرض کی کہ حضور کے خاموش رہنے مین کیا مصلحت تھی۔ فرمایا کہ مین اُس سے کیا کہتا۔ اُس بیمار کی مدت عمر آخر ہو چکی۔ اور اُسکی حیات کا رشتہ شکست ہو گیا ہے۔ چنانچہ دوسرے روز وہ مر گیا۔

قاضی فریدالدین صاحب سے منقول ہے کہ مین ایکروز فریدالدین صاحب کے پاس گیا۔ دیکھا کہ تنہا بیٹھے رو رہے ہین۔ مین بیٹھ گیا۔ جب وہ چُپ ہوئے۔ مین نے رونیکا سبب پوچھا۔ فرمایا شیخ کا ارشاد ہوا ہے کہ میری وفات کے بعد فرید میری جگہہ پر بیٹھے۔ بھلا یہ کسکا زہرہ ہے کہ شیخ کی جگہہ پر بیٹھے۔ اس لیئے مین نے خدا سے التجا کی ہے کہ شیخ سے قبل مجھے دُنیا سے اُٹھالے۔ آخر ایسا ہی ہوا اور برہان الدین اولیا صاحب سے تیرہ روز قبل ۲۹ محرم ۷۳۸ھ ہجری مین وفات پائی۔ رحمتہ اللہ تعالی وغفرلی بحرمتہ آمین۔

شیخ کی غایت تعظیم اور آداب ملحوظ رکھنے کیوجہ سے فریدالدین ادیب مشہور ہین ~~

از خدا خواہیم توفیق ادب	بے ادب محروم گشت از فضل رب

وفات کے وقت ایک شخص پاس موجود تھا۔ اِن کے سنانے کو کلمہ طیبہ بلند آواز سے پڑھنے لگا اور یہ نہ سمجھا کہ عاشقان خدا۔ خدا کی یاد مین اُسوقت جان دیتے

ہین کہ فرشتہ موت کو خبر نہین ہوتی ہے

میان عاشق و معشوق رمزیست	کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

تھوڑی دیر کے بعد فرید الدین صاحب نے آنکھ کھولی اور اُس سے فرمایا کہ کیا تو نے یہ سمجھا کہ مین خدا کی یاد سے غافل ہون۔ خبردار ایسی گستاخی عاشقان خدا سے کبھی نہ کرنا۔ ورنہ تجھے نقصان پہونچیگا اور یا کریم کہکے جان بحق ہوئے ہے

چنین واجب کند در عشق مردن	بجانان جان چنین باید سپردن

وفات کے بعد ایک بزرگ نے خواب دیکھا کہ کوئی اُس سے کہ رہا ہے کہ فرید ہمارا دوست تھا۔ ہمنے اُسکو وہان نہین چھوڑا کیونکہ وہ وہان کے لایق نہ تھا

ذکر پرورده کاملین حضرت فخرالدین قدس سرہٗ

برہان الدین اولیا صاحب کے خلفا مین ان کی شان نرالی تھی۔ یہ پہلے شخص ہین جنکو برہان الدین اولیا صاحب نے اپنی زندگی مین مرید کرنیکی اجازت دی تھی۔ سب کے دلون مین مقبول تھے۔ ان کا شمار معزز امرا اور ارکین شاہی مین تھا باپ کا خطاب شمس الملک تھا۔ باپ بیٹے دونون ملازم تھے۔

کلاہ ارادت سر پر رکھنے کے بعد عرصے تک ظاہری لباس امیرانہ رہا لیکن بیشتر وقت عبادت مین گذرتا تھا اور بالکل اس شعر کے مصداق تھے ہے

مراد اہل طریقت لباس ظاہر نیست	کمر بخدمت سلطان بہ بند و صوفی باش

مجدالدین صاحب لکھتے ہین کہ فخرالدین صاحب عرصے تک خود کو دنیا کے لباس

مین چھپا کر ریاضت اور مشقت کرتے رہے۔

جسوقت بادشاہ کی طلب پر دولت آباد سے دہلی جانے لگے۔ برہان الدین اولیا صاحب کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ برہان الدین اولیا صاحب نے تعلیم اور ترتیب کے بعد مرید کرنیکی اجازت دی۔ فخر الدین صاحب نے عرض کی کہ مین ہمیشہ دنیادارون کی صحبت مین رہا کرتا ہون اور جناب کا حکم ہوا ہے کہ تو مرید کر۔ اگر مرضی مبارک ہو۔ تو ملازمت ترک کرکے بقیہ زندگی قدمون کے نیچے بسر کرون۔ برہان الدین صاحب اولیا نے فرمایا۔ فخر الدین ابھی تجھے بہت کچھ دیکھنا باقی ہے۔ اگرچہ مین نے اسوقت اجازت دی ہے لیکن جب وقت آئے تو بندگان خدا کو داخل بیعت کرنا۔

حضرت سے رخصت ہو کر دہلی گئے اور مدت تک اپنی خدمت پر رہے یہانتک کہ حضرت برہان الدین اولیا صاحب نے ایک فرمان بھیجا جسکے شروع مین یہ اشعار لکھے تھے ؎

اے دوست بہ نا دیدن کاشانہ رہا کن	ہشیار شوی غالب مستانہ رہا کن
چون دوست برائے تو در کعبہ کشادہ است	این رفتن بیہودہ بہ بتخانہ رہا کن
تو باز سپیدی کہ بود دست ملوکان	زاغ دوسہ را ہر سر ویرانہ رہا کن

چونکہ ان اشعار مین حج کا اشارہ تھا۔ اسلیئے فوراً حرمین شریفین کا ارادہ کیا اور زیارت سے مشرف ہو کر دہلی واپس آئے اس عرصے مین حضرت برہان الدین اولیا صاحب نے جامۂ خلافت اور نامۂ اجازت دولت آباد سے بھیجا۔ لیکن فخر الدین صاحب کو یہ دونون چیزین اسوقت پہونچین کہ یہان برہان الدین اولیا صاحب کا وصال ہو چکا تھا۔ ایک شخص سے نقل ہے کہ جامہ پہننے کیوقت مین حاضر تھا۔ اجازت نامہ پڑھتے جاتے تھے اور روتے تھے اور یہ کہتے تھے۔ افسوس میری ساری عمر دنیا دارون مین

گذر گئی۔ مین نہین جانتا تھا کہ میرا انجام اسطرح ہوگا۔ آہ شب ہجران کیسے تمام ہوگی اور
صبح مراد کنار سعادت سے کیسے حاصل ہوگی۔

اُسروز حسب معمول باول پر درد بادشاہ کے دربار مین تشریف لیگئے۔ چونکہ سلطنت سے
کہا مجھے معلوم ہوتا ہے کہ فخر الدین سے مہمات سلطنت انجام نہین پاسکتے اور مطلقاً کچھ
کام نہین ہوسکتا۔ اس لیئے اُنکو میرے سامنے مت آنے دو اور اون کی تمام املاک
اور جائداد ضبط کردو۔ حسب الحکم بادشاہ فوراً تمام جائداد ضبط ہوکر داخل سرکار ہوگئی
جب فخر الدین صاحب گھر واپس آئے۔ ایک لونڈی کے سوا کچھ سامان نہ پایا۔ خدا کا شکر ادا کرکے
لونڈی کو آزاد کیا اور جو گھوڑا سواری مین تھا نفقے کیلیئے اوسکو دیکر کہا کہ مجھکو آج بہت
سے کام درپیش ہین۔ اسلیئے تو آزاد ہے ؎

بخت بیدار من امروز بہ الطاف خدائے		یافت آنروز کہ اندر دل شبہا میخواست

برہان الدین اولیا صاحب کے جامۂ خلافت کو سامنے رکھکر مخلوق ہوئے اور خلق
سے منہ پھیر کر گوشہ نشین ہوگئے چند روز بعد دوبارہ بیت اللہ گئے اور وہان سے
واپس ہوکر دولت آباد آئے اور آخر تک شیخ کے طریقے پر بسر کی۔ جب اُن کی ریاضت
اور مجاہدے کا زیادہ چرچا ہوا بندگان خدا بارادہ بیعت حاضر ہونے لگے۔ حسب
الارشاد شیخ سب ارادتمندون کو داخل بیعت کیا۔

مولانا فرید الدین ادیب۔ فرید الدین یگانہ۔ فخر الدین شمس الملک اور مبارک غوری
کے مزار کی چار دیواری سے باہر پچھم چند قدم دور ایک بڑا چبوترہ سنگی
ہے۔ جس کے نیچے تہ خانے مین سلاطین نظام شاہیون سے کسی کی قبر ہے۔
چبوترے کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسپر گنبد تعمیر کیا ہوا تھا۔ چہگوش

[illegible] حسن فخر الدین صاحب کی نظر [illegible] بادشاہ کی [illegible] غصے [illegible] خطا [illegible]

روز گار سے گر گیا

چبوترے سے پچھم چار دیواری کے اندر ملک عنبر کا گنبد ہے ۔

ملک عنبر

تاریخ فرشتہ اور ماثر الامرا کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک عنبر کا شمار بیجاپوریون کے غلامون مین تھا۔ چند جرار حبشیون کے ساتھ مرتضیٰ نظام شاہ بحری کے یہان جرگہ ملازمون مین داخل ہو کر خداداد عقل و شجاعت سے مرتضیٰ نظام شاہ کے ممالک مقبوضہ کو اکبر شاہ کی سپاہ مغل کے تاخت و تاراج سے محفوظ رکھا اور رفتہ رفتہ حسن تدبیر اور زور تقدیر سے کل نظام شاہیہ سلطنت مین ملک عنبر کا اقتدار بڑھ گیا اور وزیر السلطنت ہو گیا۔

صاحب ماثر الامرا لکھتے ہین کہ ملک عنبر فنون سپہگری مین فرد اور قواعد سرداری مین یکتا اور ملک کی آبادی مین ساعی اور رعایا کی بہبودی مین سرگرم تھا اور عدل و داد کو ہر کام پر مقدم اور ہمیشہ خود کو لباس تقوی و صلاح سے آراستہ رکھتا تھا۔ اورنگ آباد ملک عنبر ہی کا آباد کیا ہوا ہے اسوقت اُس کا نام کھڑکی تھا۔

ملک[1] عنبر نے ۲۹ شعبان ۱۰۳۵ھ ہجری مین وفات پائی اور روضے مین حضرت منتجب الدین صاحب زرزری زربخش اور حضرت سید یوسف معروف بہ راجو قتال حسینی کی درگاہ کے درمیان آرام کی جگہہ پائی۔ عرس وغیرہ کے لیے تھوڑی زمین موضع عنبرا اور تعلقہ انبڑ (عنبر) مین تھی جو اب خالصہ ہو گئی ہے ۔

ملک مذکور نے ممالک محروسہ سرکار عالی مین بہت سی یادگارین (عمارات) چھوڑی

---

[1] صاحب حدیقۃ العالم نے سنہ وفات ۱۰۳۳ھ ہجری بتلایا ہے - (جلد اول صفحہ ۲۳۰)

ہین منجملہ ان کے اورنگ آباد مین دو مسجدین ہین۔ ایک پشت چوک پر اور دوسری
نواب پورہ مین واقع ہے۔ اور یہ دونون کالی مسجدین مشہور ہین۔ تیسری یادگار
جامع مسجد ہے جس کے تین درجے ملک عنبر نے بنوائے ہین اور دو درجے شاہ
اورنگ زیب نے بڑہا دئے۔ چوتھی یادگار نہر ہے۔ جو اورنگ آباد کے گوشہ
شمال اور شرق کے پہاڑون سے لائی گئی ہے۔ اور فصیل شہر سے دو مقام پر
تقسیم ہو گئی ہے۔ پانچوین یادگار دروازہ بہادر کل المعروف بہ بھڑکل ہے۔ اورنگ آباد
کی عمارتون مین رابعہ دورانی کے مقبرے کے بعد یہ عمارت ہے۔ کالا چبوترہ
جسپر اب موذیون کی گردنین ماری جاتی ہین۔ ہاتھیون کے تماشا دیکھنے کیواسطے
ملک عنبر ہی نے بنوایا تھا۔

ملک عنبر کا گنبد اپنے قریب کے گنبدون سے شاندار اور بلند ہے
کہتے ہین کہ اس نے اپنا گنبد اپنی حیات مین بنوایا تھا۔ گنبد کے اطراف کی چار دیواری
گر گئی تھی صرف شرقی جانب تھوڑا نشان باقی تھا۔ جسکی درستی اب ہو گئی ہے اور
مسمار شدہ چار دیواری از سر نو بنادی گئی ہے۔

گنبد کے سامنے جنوبی حد مین ایک قدیم دالان ہے۔ اس کے آگے صرف سائبان
بڑہا دیا گیا ہے۔ چونکہ اکثر حکام اور امرا خجستہ بنیاد اورنگ آباد اور حیدرآباد اور
نیز امصار و دیار کے سیاح و مسافر اس مین آکر ٹھہرتے ہین لہذا انکی آسایش کیلئے
باورچیخانہ حمام اور پاخانہ بھی بنادیا گیا ہے۔

چار دیواری کی غربی دیوار مین دو دروازے جدید اور شرقی دیوار مین ایک قدیم دروازہ
ہے قدیم دروازے کے اندرونی حصے مین مختصر سا سائبان بنایا گیا ہے

قلعہ دولت آباد کے جوان جو شگلجات سرکاری کی حفاظت کیواسطے معین ہین اسی مین رہا کرتے ہین۔

چار دیواری کے اندر شمال جانب آٹھ نو درخت کھرنی کے اور گنبد کے اطراف بہت سی قبرین ہین بعض کے نشان باقی اور بہت سے مٹ گئے ہین۔

ملک عنبر کے گنبد سے پورب گوشۂ جنوب مین شیخ حبیب العیدروسی مرحوم کی قبر ہے جو خاک پاک عرب کے شہر حضرموت کے رہنے والے تھے قبر پر یہ کتبہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وجود الحبیب شیخ بن عبد اللہ بن شیخ العیدروس بجہت حضرموت بلد تریم[1] سنہ ۹۹۳ ہجریہ وتوفا بجہت الہند و دفن بجنب قبہ ملک عنبر روضہ۔ ۱۵ ار ۲ سنہ ۱۰۴۱ ہجریہ ۱۳۰

چار دیواری کی شرقی دیوار کے باہر قدیمی دروازے کے شمال وجنوب حجرے ہین جنوبی حجرون سے ملی ہوئی ایک مسجد گز بھر سے زیادہ بلندی پر ہے اگرچہ ملک موصوف کے گنبد کی چار دیواری اور اُس کے متعلقہ عمارت کی شکست وریخت اور مسجد کی مرمت سرکار عالی مدظلہ العالی کیطرف سے ہوگئی ہے لیکن حق یہ ہے کہ اگر نواب بشیر نواز جنگ صاحب صوبیدار صوبہ اورنگ آباد کی توجہ اسطرف نہ ہوتی تو یہ امر محال اب اسوقت نظرون مین آسان نہ دکھائی دیتے۔ نواب صاحب کو آثار قدیمہ اور متبرک مقامات اور قدیم یادگارین قایم رکھنے مین خاص دلچسپی ہے۔ چنانچہ خلد آباد کے اکثر بزرگوار دون کے مزار اِس کے شاہد صادق ہین۔

---

[1] تریم حضرموت مین بہت بڑا شہر ہے۔

نواب صاحب سیر چشم - مسافر نواز - مخیر - پابند صوم و صلوٰۃ اور وضع کے بھی پابند ہین -

ہمنے چاہا تھا کہ نواب صاحب کی خوبیون کا مستقل عنوان قایم کرکے تفصیلی واقعات بیان کرین - لیکن اول تو مدت سے کی زق بق سے فرصت نہین - دوسرے یہ خیال ہو کہ ناظرین اور مخالف طبیعت والے ہماری تحریر کو خوشامد پر احمال کرینگے لیکن یہ بات خیال رکھنے کے قابل ہے کہ ہمکو نواب صاحب سے نہ پہلے کچھ واسطہ تھا اور نہ اب ہم کچھ امیدوار ہین اور نہ آیندہ کے لیے سرفراز ہی چاہتے ہین - یہ بھی مخفی نہ رہے کہ ہمنے روضۂ [illegible] مین دوسرے حضرات کا ذکر بہ سبیل موقع لکھا ہے وہ بھی بلاغرض لکھا ہے [illegible] سر مطلب -

ملک عنبر کے گنبد اور [illegible] الی مین جو چیز قابل یادگار تھی اُسکو نواب صاحب نے از سرِ نو نہایت خوبی سے جلا دیدیا [illegible] - لیکن میرے خیال مین اس کے متعلق دو امر اور نواب صاحب کی توجہ کے [illegible] تھے - شاید نواب صاحب کا خیال اسطرف متوجہ نہین ہوا اور سچ یہ ہے کہ آن [illegible] نے توجہ نہین دلائی - ورنہ جب اہم سے اہم کام صاحب ممدوح کی توجہ سے با سانی طے ہوگئے اور ہوتے جاتے ہین تو یہ دو باتین کیا دشوار تھین -

اول ملک مذکور کے عرس اور تیل بتی کے [illegible] سرکار عالی سے کچھہ مقرر نہین ہے حالانکہ اس کار خیر کے واسطے تاریخین زمین [illegible] انعام کی برابر خبرین دے رہی ہین -

دوسرے گنبد کے متعلق جو مسجد ہے اُس [illegible] صحن کی چار دیواری نہونے سے اکثر اوقات جانور صحن مسجد کو ناپاک کیا کرتے ہین - اس کے علاوہ بہت سے حکام بیدین اور

غیر قوم کے معزز لوگ جو مسجد کے متصل کی خانقا ہون یا گنبد کے جنوبی دالان یا بنگلہ جات سرکاری مین آکر قیام کرتے ہین وہ اپنے گھوڑے صحن مسجد مین بلا تکلف اور بلا خوف خدا اگاڑی پچھاڑی لگاکر باندہتے ہین اور اُن کے سائیس (جو دھیڑون سے ہوتے ہین) مسجد کو آباد کرتے ہین خصوصاً موسم گرما اور برسات مین مسجد دھیڑون کے لیے اور صحن مسجد گھوڑون کے لیے مباح ہوتا ہے اور یہ امر کسیقدر نازیبا اور قابل افسوس اور اسلام کی شان کے خلاف ہے۔ مین نے خود بہت سے حکامون کے اس قسم کے آدمیون کو مسجد مین اور اُن کے گھوڑون کو صحن مسجد مین بندہے ہوئے دیکھا ہے مین اُمید کرتا ہون کہ نواب صاحب یا اُن کے جانشین کی توجہ امور متذکرہ بالا پر ضرور ہوگی۔ اور بالضرور پہلے اِس پچھلے ذکر کا انسداد ہوگا۔

ملک عنبر کے گنبد کی چار دیواری سے پچھم اُن کی بیگم مساۃ سِدّی کریمہ کا گنبد ہے اِس گنبد کے متعلق نہ عمارت ہے نہ چار دیواری۔ ملک عنبر اور سدی کریمہ کے گنبدون مین اُتنا ہی فرق ہے جتنا کہ میان بی بی مین ہوتا ہے۔

سدی کریمہ کے گنبد سے پچھم باولی ہے۔ موسم برسات اور سرما مین یہ باولی خوب لبریز رہتی ہے۔ آخر گرما مین خشک ہو جاتی ہے۔ باؤلی کے گوشۂ غرب و جنوب مین چند قدم کے فاصلے پر ایک گنبد ہشت پہلو ہے گمان غالب ہے کہ نظام شاہیون مین سے کسی کا ہوگا مشہور تو یہ ہے کہ سدی عبدالرحمٰن نبیرۂ ملک عنبر اِس مین مدفون ہین۔ واللہ اعلم۔

باؤلی ہی کے گوشۂ شمال و غرب مین سید یوسف راجا کی درگاہ ہے۔

سید یوسف معروف بہ سید راجا

سید محمد صاحب گیسو دراز آپ ہی کے صاحبزادے تھے۔ اب اسوقت سید یوسف صاحب سید راجو قتال حسینی مشہور ہین۔ سید یوسف اور آپکے والد سید علی صاحب دونون نظام الدین اولیا صاحب کے مرید تھے۔ سید صاحب کو سماع سے زیادہ شوق تھا۔ حالت سماع مین بیخود ہو جاتے تھے۔

سید محمد صاحب کا بیان ہے کہ ایکوقت والد بزرگوار مسجد کے گوشے مین اشراق ادا کر رہے تھے۔ دو شخص سماع کے باب مین بحث کرنے لگے والد نے بعد فراغ نماز فرمایا۔ مین نماز مین تھا۔ تم دونون جو بحث کر رہے تھے وہ مین نے سُنی اگر کچھ تو اوسکا اعادہ کرون۔ لیکن جب مین کبھی سماع مین ہوتا ہون تو کچھ خبر نہین ہوتی اور ایذے وغیرہ کا بالکل خیال نہین رہتا ہے۔ حادثہ دہلی کیوقت مع اہلبیت سنہ ۷۲۵ ہجری مین دولت آباد آئے اور بقیہ زندگی حضرت برہان الدین اولیا کی صحبت بابرکت مین بسر کی۔

سید صاحب کی تصانیف مین مثنوی راجا معروف و مشہور ہے۔ راجا تخلص کرتے تھے۔ مثنوی ہذا سے ایک غزل درج ورق ہے ؎

روئے کہ دیدہ ام من اندر عیان نگنجد — حسن و جمال آن رو اندر جہان نگنجد
آن روئے محض مطلق بیچون و بیچگونہ — از وہم و فہم بیرون صورت دران نگنجد
اندر کنار جانان اسرارہا بگفتم — جبرئیل یا ملائک اندر میان نگنجد
پرواز مرغ قدسی جز لامکان نباشد — این مرغ لامکانی اندر مکان نگنجد

اندر جمال جانان را آنجا دوام غرق است
از فرح این مراتب اندر جهان نه گنجد

شوال کی پانچوین سنہ ۱۱۳۱ ہجری مین سید صاحب نے وفات پائی عرس وغیرہ کیلئے زمین انعام کے علاوہ چار سو پچیس ۴۲۵ روپیہ سالانہ گلبرگے سے ملا کرتے ہین سید صاحب کی درگاہ پہاڑ کے لب پر ہے درگاہ کا احاطہ شرقاً وغرباً لانبا ہے عرض و طول کی نسبت نصف کے قریب ہے۔ وسط مین گنبد ہے احاطے کی غربی دیوار کے نصف شمالی حصے مین مسجد اور بقیہ نصف حصے کی دیوار مین ایک کھڑکی ہے۔

مسجد کی پشت پر ایک چشمہ ہے جسکا پانی خلد آباد کے تمام چشمون سے زیادہ مزیدار ہے۔ خلد آباد کو آب وہوا کی لطافت سے جو شہرت حاصل ہے وہ عام خیال مین اسی پانی اور اسی مقام کی ہوا سے ہے۔ موسم گرما مین یہ چشمہ خشک ہوجاتا ہے احاطے کی شرقی وشمالی حدود دیوار سے محدود ہین صرف شرقی دیوار مین آمد ورفت کا بڑا دروازہ ہے۔ دروازے سے باہر جنوب طرف میر محمد ناصر کوتوال کی قبر ہے جسپر یہ کتبہ ہے۔

میر محمد ناصر مرحوم کوتوال روضہ منورہ بست وہفتم جمادی الثانی سنہ ۱۱۵۶ ہجری فوت شد

جنوبی حد مین تین دالان ہین بیچ کے دالان کے مقابل بڑ کا درخت ہے درگاہ کے احاطے مین تین چھوٹی چھوٹی چار دیواریان اور بھی ہین جنمین دو سنگ سرخ اور ایک سنگ سیاہ کی ہے۔ مسجد کی متصل والی چار دیواری مین نواب مرحمت خان مرحوم صوبیدار صوبہ اورنگ آباد اور گنبد کے پاس والی چار دیواری مین داؤد خان صوبیدار برہانپور کے ہمشیرہ زادیون کے مزار ہین۔ سید چندن صاحب خلف الصدق

سید یوسف صاحب کی قبر گنبد کے گوشۂ جنوب و شرق مین ہے اور اُسی کے قریب بہت سے مزارات سید یوسف کے رفقا کے ہین۔

تیسری چار دیواری سنگ سیاہ کی گنبد سے پورب پانچ سات گز کے فاصلے پر ہے۔ جسمین سید محمد صاحب گیسو دراز کے نبیرہ زادیون کے مزار ہین۔ چار دیواری کی شمالی دیوار پر بہت صاف اور جلی حرفون مین کتبہ کندہ تھا پتھر کے کچھ پن سے سب مٹ گیا صرف چند حروف باقی رہگئے ہین۔

بقیہ کتبہ یہ ہے

مقبرہ ماہ سکینہ ..... بندہ نواز .... ساخت بخت ۱۱۳۴ھ

درگاہ کا احاطہ بہت سی قبرون سے معمور ہے جنکی نسبت ہمکو علم نہین کہ وہ کن کن بزرگوارون کے مزار ہین۔ البتہ سنگ سیاہ والی چار دیواری کے دروازے پر دیوار سے قریب پچھم طرف ابوالحسن تانا شاہ کی قبر ہے۔ افسوس قبر کو دیکھکر کسی کو خیال بھی نہوگا کہ وہی تانا شاہ ہے جنکی عالی دماغی کا غلغلہ سارے ہندوستان مین ہورہا ہے۔ عبرت کا مقام ہے کہ جو شخص کیسوقت افسر تاج و تخت ہو اُسکی آج یہ حالت ہو کہ قبر پر گنبد اور شان و شوکت کا ہونا ایکطرف کتبہ تک نہو۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

زچندین رفتہ عبرت گیر آخر		حیف اے دل سخن بپذیر آخر

تانا شاہ کے واقعات زندگی جیسا کہ مشہور ہین کسی تاریخ سے ہمارے دیکھنے مین نہین آئے اور اوسکی عالی دماغی کی ایک روایت بھی نظر سے نہین گذری۔ تاریخ قطب شاہی سے (جسکو تانا شاہ کی سوانح عمری کہنی چاہیئے) کوئی روایت عالی دماغی کی ایسی پائی نہین گئی جو لایق دلچسپی ہو۔

تاریخ قطب شاہی کے سوا اور تذکرے جو دیکھے گئے اُن مین بھی تاریخ ہذا سے زیادہ حالات نہین ہین۔ تاریخ قطب شاہی ایک مُستند تاریخ قطب شاہیون کے تذکرے مین ہے اسلیئے ہم اُسی سے تاناشاہ کا ذکر لکھتے ہین۔

ابوالحسن تاناشاہ

نسلاً چغتائی۔ مذہباً شیعہ۔ اصلی نام ابوالحسن اور عبداللہ قطب شاہ کا داماد اور قطب شاہیہ سلطنت کا آخر فرمانروا تھا۔ چونکہ سلطنت قطب شاہیہ کا زوال اور خاتمہ اسی پر ہوا۔ اسلیئے تذکرہ نویسون نے اسکو خاندان قطب شاہیہ کا ڈوبتا ہوا آفتاب اور سلطنت شیعہ کا گُل ہوتا ہوا چراغ لکھا ہے سلطنت قطب شاہیہ مین تاناشاہ کا وراثتاً کوئی حق نہ تھا۔ چونکہ اُس شہنشاہ دوجہان اور مالک زمین و آسمان نے اُسکی تقدیر مین بادشاہ ہونا لکھدیا تھا۔ اسلیئے ایسے اسباب پیش آئے کہ یک بیک وہ قطب شاہیہ سلطنت کا مالک ہوگیا ؎

گدا کو چاہے تو دم بھر مین بادشاہ کرے

اِس موقع پر اسبات کی ضرورت ہے کہ ہم تاناشاہ کے اسباب سلطنت کو بیان کردین اگرچہ طوالت کا خوف ہے لیکن ناظرین کو معلوم ہوجائیگا کہ تاناشاہ کو سلطنت کا حق کیونکر حاصل ہوا اور کسطرح تاج شاہی اُسکے سرپر رکھا گیا۔ تاناشاہ کا ابتدائی عمر کا زمانہ یونہین ساگذرا لیکن ہوش و حواس سنبھالنے کے بعد اُس نے تحصیل علم پر توجہ کی پورے ۱۴ برس طالب علمی مین گذارے۔ تحصیل علم کے بعد اُسنے تصوف کا شوق ہوا۔ جسکا اُن دنون حیدرآباد مین بہت چرچا تھا۔ اُسوقت صوفیون مین سید راجو حسینی صاحب[1]

[1] سید صاحب نے قلعہ گولکنڈہ کی لڑائی سے پہلے وفات پائی اور اُس گنبد مین جو (بقیہ صفحہ آیندہ)

کمال کی زیادہ شہرت تھی اور طبقہ مشائخین اور گروہ صوفیہ مین سید صاحب توقیر اور عزت سے دیکھے جاتے تھے۔ تاناشاہ کا زیادہ تر وقت سید صاحب کے یہان حلقۂ قلندرون مین بسر ہوتا تھا۔ اور اسی سبب سے لوگ مشہور کرتے ہین کہ تاناشاہ سید راجو حسینی صاحب کا مرید تھا۔

عبداللہ قطب شاہ جسکو حقیقتاً سلطنت قطب شاہیہ کا آخر فرمانروا تصور کرنا چاہیئے اسوقت سلطنت تلنگ (حیدرآباد) کا بادشاہ تھا۔ عبداللہ قطب شاہ کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی صرف تین لڑکیان تھین۔ پہلی لڑکی سلطان محمد اور دوسری میر احمد کربلائی کے نکاح مین تھی تیسری لڑکی ناکتخدا تھی۔ جو سید سلطان سے منسوب تھی۔ روز نکاح مقرر ہوگیا۔ سامان شادی و برات بہمہ وجوہ تیار ہوا اور سید سلطان غسل کرنے بیٹھا۔ چاہتا تھا کہ غسل کرکے پوشاک پہنکر سوار ہو۔ لیکن یہان تقدیر نے تو اور ہی گل کھلا رکھا تھا۔ سید سلطان نے بادشاہ کے پاس کوئی پیغام ایسا کہلا بھیجا جس سے بادشاہ کا مزاج برہم ہوگیا اور بیساختہ وہ کہہ اٹھا کہ مین اپنی اس بیٹی کی شادی کسی فقیر سے کردونگا لیکن سید سلطان کو نہ دونگا۔ اس خبر سے محل مین شیون مچگیا بیگم سلطان نے جو نہایت عقیلہ تھی بادشاہ سے عرض کی کہ ابوالحسن نسل چغتائی سے ہے اور قرابتاً ہمسے وہ قریب ہے اور اس وصف کے سوا وہ ہمیشہ زمرۂ قلندرون مین رہا کرتا ہے۔ اگر مناسب ہو تو اس لڑکی کی شادی اسی سے کردیجائے۔ بادشاہ تو خدا سے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۷۔ فتح دروازے کے جنوب واقع ہے مدفون ہوئے۔ اپنا گنبد اپنی زندگی ہی مین بنوانا شروع کیا تھا۔ سید محمد گیسو دراز صاحب سے انکا سلسلہ اسطرح سے ملتا ہے۔ سید راجو بن شاہ اسد اللہ بن شاہ صفیر اللہ بن سید راجو بیجاپوری بن برادر حسین شاہ ولی بن اسد اللہ بن صفیر اللہ ثانی بن اسد اللہ بن عسکر اللہ بن صفیر اللہ دکن بن سید محمد اکبر بن سید محمد گیسو دراز بن سید محمد یوسف راجو قتال حسینی

چاہتا تھا کہ کوئی شخص ایسا ملجائے جسکا حسب نسب درست ہو اور درویشی کی بھی صفت رکھتا ہو کہ اُس سے لڑکی کا نکاح کردون فوراً قبول کرلیا اور اُسی وقت حسب مشورہ بیگم تانا شاہ کی تلاش مین ملازمون کو دوڑایا۔ عصر کا وقت تھا۔ سید راجو حسینی صاحب اپنے باغ مین درختون کو پانی دلا رہے تھے۔ تانا شاہ نے جاکر سلام کیا۔ اُس ولی اللہ نے فرمایا۔ ابو الحسن آ۔ مین تیرے ہاتھ مین مہندی لگاؤن کیونکہ اِسوقت بادشاہ کی لڑکی کی حنابندی ہو رہی ہے اور اپنے پاس بلاکر باغ سے مہندی توڑ کر تانا شاہ کی چھوٹی اُنگلی پر لگائی۔ بعض کا قول ہے کہ باغ کی کیاری سے گیلی مٹی لیکر لگائی تھی۔ اس عرصے مین عبداللہ قطب شاہ کے ملازم آموجود ہوئے اور تانا شاہ کو ہاتھون ہاتھ لیجاکر اور لباس شاہانہ پہنا کر بادشاہ کی لڑکی سے نکاح کر دیا۔ گویا اُسیوقت سے تانا شاہ قطب شاہیہ سلطنت کا حقدار ہو گیا اور اسباب سلطنت کی ابتدا ہوئی۔

جب سید سلطان کو خبر ہوئی۔ فوج لیکر کارزار پر مستعد ہوا۔ لیکن اُسکی پیش رفت نہ گئی آخر کو حیدرآباد سے کوچ کرکے اورنگ آباد چلا آیا اور میر جملہ خانخانان کی بیٹی سے نکاح کر لیا۔ تانا شاہ ہمیشہ سے خوش خلق اور سخی تھا۔ شادی ہونے کے بعد امرا اور وزرا سے سلوک کیا کرتا تھا۔ اور اسیوجہ سے تمام ارا کین سلطنت اُسکی صلاحیت اور سخاوت سے راضی اور داد و دہش اور حسن اخلاق سے خوش تھے۔ بخلاف اِسکے میر احمد جو دعویدار سلطنت تھا۔ نہایت زشت خو۔ بخیل اور ہمیشہ امرا سے کج خلقی کرتا رہتا تھا۔ تانا شاہ کے نکاح کے بعد اُسکا خسر عبداللہ قطب شاہ چار سال زندہ رہا۔ ۴۸ برس سلطنت کرکے ۶۰ برس کی عمر مین ۳ محرم ۱۰۸۳ھ ہجری یکشنبہ کے دن انتقال کیا۔ قطب شاہ کے مرنے کے ساتھ ہی تخت نشینی کی بابت وارثون مین اختلاف پڑا اور نزاع بین مین جدال

وقتال کا بازار گرم ہوا - چونکہ ملک بخش حقیقی کی اعانت تانا شاہ کی معاون تھی اسلیے ارکین
سلطنت اُسکی طرفدار ہوگئے اور سبھون نے اتفاق کرکے عبداللہ قطب شاہ کے سوم
کے روز ۵ محرم ۱۰۸۳ھ ہجری مین تخت پر بٹھایا اور سید مظفر کو وزیر مقرر کیا - اور اسطرح سے
تانا شاہ بادشاہ ہوگیا - سید مظفر وزیر باتدبیر تھا لیکن بادشاہ اور بعض امرا اُس سے کسی
مصلحت مین ناراض ہوگئے آخرکو سید مظفر کو معزول کرکے مادنا پنڈت کار کو قلمدان
وزارت سے سرفراز کیا اور عہدہ پیشکاری پر اُس کے بھائی نیکنا (اکنا) کو مقرر کیا
مادنا اور نیکنا کرناٹک کے رہنے والے تھے اور بعض کہتے ہین کہ میرم کے کسی
کلکرنی (پٹواری) کے بچے تھے -
تانا شاہ تخت سلطنت پر بیٹھتے ہی عیش وعشرت مین مشغول ہوگیا اور مادنا اور نیکنا ان دونون
رفتہ رفتہ سلطنت کے مختار اعظم ہوگئے -
دونون نے سلطنت پر پورا قبضہ پاتے ہی ظلم شروع کیا - قدیم اہلکارون کو برطرف کرکے
اپنے ہم قوم برہمنون کو مہمات سلطنت مین شریک کیا - فوج کی تنخواہ کم کردی تعصب مذہبی
سے اسلام کو کمزور اور اپنے مذہب کو قوت دینے لگے خلاصہ یہ کہ ظلم سے ہزارون
گھر برباد اور سیکڑون خاندان جلاوطن ہوگئے - مسلمان تنگ آگئے - اُسی زمانے
مین شاہ اورنگ زیب غازی نے شاہزادہ شاہ عالم بہادر کو جرار لشکر کے ساتھ
بیجاپور کی تسخیر کیواسطے مقرر کیا تھا - چونکہ مہم بیجاپور نے طول کھینچا - اس لیئے شاہ
اورنگ زیب اورنگ آباد سے احمدنگر ہوتا ہوا شولاپور آیا -
شولاپور مین تانا شاہ کا ایک خط اُسکی نظر سے اس مضمون کا گزرا - کہ مین ابھی تک
بادشاہ عالیجاہ سے مراسم بزرگی ادا کرتا رہا - لیکن بادشاہ نے سکندر عادل شاہ کو

یتیم سمجھکر بیجاپور تسخیر کرکے اُسکو تنگ کیا ہے - اسیلئے مجھے ضرور ہوا کہ جمعیت موفورہ
بیجاپور کے علاوہ ایک طرف سے جرار سوارون کی فوج بسرداری خلیل اللہ خان معرکے
کیواسطے مقرر کرون اور دوسری طرف سے راجہ سنبھا بیشمار لشکر سے کمک کرے دیکھون
کہ آپ کس کس طرف سے مقابلہ کرینگے -

اس خط کے دیکھتے ہی اورنگ زیب کی آتش غضب بھڑک اُٹھی اور بیساختہ کہا کہ مین سے
معمول سازتگ ساز کی گوشمالی موقوف کی تھی اب (مادہ خرس) مرغی بھی بانگ دینے لگی
اور اُسیوقت مہمات بیجاپور کی تعویق کے باوجود شاہزادہ شاہ عالم بہادر کو تاناشاہ کے
استیصال کیواسطے مقرر کیا - خلیل اللہ خان باتفاق شیخ منہاج و رستم راؤ عمر اودیکلا و
مادنا شاہزادے کے مقابل ہوے - اور قصبے سیڑم اور ملگیر مین چند لڑائیان ہوئین
آخرالامر میدان فتح شاہزادے کے ہاتھ رہا - شاہزادہ شاہ عالم بہادر نے کہ اخلاق حمیدہ
سے موصوف تھا کہلا بھیجا کہ اگر سیڑم و ملگیر و پرگنہ ناکاوی (جنپاپور) اور پرگنہ اُڑگی و
کوڑولی جسپر افواج پادشاہی قابض ہوگئی ہے بخوشی بادشاہ جہجاہ کو پیش کر دئے جائین تو
مین عرضداشت سفارش بادشاہ کے حضور مین بھیجکر صلح کرا دیتا ہون خلیل اللہ خان صلح پسند
نے قبول کر لیا - لیکن رستم راؤ اور شیخ منہاج نے نہ مانا اور لڑائی پر آمادہ ہوے اِس
معرکے مین بہت سی توپین اور فوج تاناشاہ کے پاس سے امداد کو آئی - سخت لڑائی کے
بعد رستم راؤ وغیرہ کو ہزیمت ہوئی اور امدادی فوج نے پسپا ہوکر راہ فرار اختیار کی -
افواج بادشاہی نے تعاقب کرکے لوٹ مار شروع کی - شیخ منہاج نے پیغام دیا کہ شاہان
سلف کا ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا ہے کہ تاراج کا ہاتھ عورتون پر دراز نہین کرتے اگر مجھے
چار گھڑی کی فرصت دیجائیگی تو قبائل سے اطمینان کرکے مقابلہ کرون - شاہزادے

شاہ عالم بہادر نے ہمت اور جوانمردی سے تلوار میان مین کی اور فوج کو تاخت وتاراج سے باز رکھا۔ شیخ منہاج نے قبایل کو کھڑکی کیطرف سے حیدرآباد روانہ کرکے سہ پہر کو افواج بادشاہی سے مقابلہ کیا اس لڑائی مین شیخ منہاج اور رستم راؤ نے نہایت دلیری اور مردانگی دکھائی لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ دونون زخمی ہوئے اور سپاہ بھی بہت سی ماری گئی۔ باقی ماندہ سپاہ رات کو متفرق ہو گئی اور ہر ایک نے حیدرآباد کا راستہ لیا۔ بھاگی ہوئی فوج نے حیدرآباد پہنچکر تاناشاہ سے خلیل اللہ خان کی شکایت کی اور نیز نیکنا اور مادنا نے بادشاہ کے ذہن نشین کرادیا کہ خلیل اللہ خان شاہزادۂ شاہ عالم بہادر سے ملگیا ہے اور اُسکی ملازمت کرنا چاہتا ہے۔ اِسپر تاناشاہ نے خلیل اللہ خان کو مقید کرنے اور مار ڈالنے کی فکر کی۔

خان مذکور یہ خبر پاتے ہی شاہزادے کی خدمت مین حاضر ہوگیا اور ۱۰۹۶ھ ہجری مین ملازمت اختیار کر لی۔ اور منصب ہفت ہزاری سے سرفراز ہوکر چھ ہزار سوارون کا سردار مقرر ہوا۔ اور مہتاب خان کے خطاب سے سرفرازی پائی اور اُسی سال شولاپور مین شاہ اورنگ زیب سے خلعت اور پانچہزار روپیہ انعام پایا۔

جب یہ خبر تاناشاہ کو پہنچی۔ کمال اضطرار سے رات کو چھپکر مع قبایل اور خادمہ اور جواہر واشرفی جسقدر کہ لیجاسکا۔ قلعہ گولکنڈہ مین چلا گیا باقی تمام کارخانجات شاہی اور مال و متاع جسکی تعداد پانچ کرور سے زیادہ تھی مع سپاہ و رعایا شہر مین چھوڑا جب یہ خبر شہر والون کو ہوئی اکثرون نے بے سروسامان گولکنڈہ کا راستہ لیا۔ ہزارہا شرفا نے مال و اسباب لیجانیکی فرصت نہ پائی بحال خستہ صرف عیال و اطفال کا ہاتھ پکڑکر شب گولکنڈہ کو راہی ہوئے۔ یہانتک نوبت پہنچی کہ اکثر عورتین بے پردہ اور بے برقع کے چلی گئین

اوباشون نے جب شہر کا یہ حال دیکھا لوٹنا شروع کیا۔ تمام شب ہنگامہ اور فساد برپا
رہا۔ صبح کو یہ خبر شاہزادۂ شاہ عالم بہادر کو (کہ حیدرآباد سے اسطرف چھ کوس پر پڑا
ہوا تھا) ہوئی۔ اِسکو فتح غیبی سمجھکر فی الفور نوبت و نقارے سے حیدرآباد پہونچگیا۔
لوٹ مار تو پہلے سے شروع تھی افواج بادشاہی نے پہنچتے ہی اور تار اجی آغاز کی اگرچہ
شاہزادے نے سختی سے منع کیا۔ لیکن اُسوقت کوئی فایدہ نہوا۔ آخر کو توال کو حکم
دیا کہ چار پانچسو سوارون سے تاناشاہ کے بقیہ کارخانجات اور مال کی محافظت کرو۔
اِس عرصے مین تاناشاہ کے ملازمین نے خاص تاناشاہ کیطرف سے درخواست عفو جرایم
شاہزادے کے سامنے پیش کی۔ شاہ عالم بہادر نے فرمایا کہ اگر تاناشاہ سالانہ خراج
کے علاوہ ایک کروڑ تیس لاکھ روپیہ اور محالات مقبوضہ و مفتوحہ بادشاہ عالیجاہ کے نذر
کرے اور مادنا و نیکنا کو کہ مایۂ فساد اور حیدرآباد کی تخریب کے باعث ہوئے ہین مقید
کرکے حاضر کرے تو مین اِن شرایط سے اُس کے قصور کی معافی طلب کرکے صلح
کرا دیتا ہون۔

مخفی نہ رہے کہ اس سے پہلے بھی تاناشاہ نے اورنگ زیب سے اپنے قصور کی
معافی چاہی تھی۔ جسکے جواب مین سعادت خان کے نام فرمان بدین مضمون صادر ہوا تھا
کہ ابوالحسن کے افعال قبیحہ احاطہ تحریر اور تقریر سے باہر ہین۔ کافر و فاجر مادنا کو وزیر
کیا۔ سادات و شرفا کو بے اختیار کیا۔ فسق و فجور کو رواج دیا۔ علانیہ شرابخواری جایز کی۔
کفر و اسلام اور ظلم و عدل مین فرق نہ رکھا۔ مسلمانون کے مقابلے مین کفارون کی امداد
کی غرضکہ اسلام کی کسی بات پر قایم نہ رہا اب عفو تقصیرات کی اُمید دنیا و عقبی مین رکھنا
عبث ہے ؎

زسہے تصور باطل زسہے خیال محال

ادہر یہ فرمان پہلے سے آچکا تھا اور دوسری طرف تانا شاہ کے اکثر امرا کین اور سرداران فوج مادنا اور ٹیکنا سے تنگ آگئے تھے اور موقع ڈھونڈھتے تھے کہ کسیطرح اُن دونون نابکارون کو قتل کرین۔ اتفاقاً یہ دونون ناہنجار قلعہ کی دیوار کے نیچے کسی مشورے کے واسطے بیٹھے تھے۔ کہ چند لوگون نے پہونچکر دونون کو فی النار والسقر کیا اور کسی ہوشیار آدمی کے ہاتھ دونون کے سر شاہزادے کے نزدیک بھیجدیا۔ شاہزادے نے خوش ہوکر درخواست صلح شاہ اورنگ زیب کی خدمت مین بھیجی جو بظاہر منظور ہوئی۔ لیکن نوبت صلح کی نہین آئی تھی کہ تانا شاہ کی فوج نے افواج بادشاہی پر حملہ کردیا۔ میر ہاشم اور بعضے سردار زخمی ہوکر گرفتار ہوگئے۔ شاہزادے شاہ عالم بہادر نے بباعث گرانی غلہ حیدرآباد سے کوچ کرکے قصبہ کوہیر مین قیام کیا۔ اس کے بعد چھوٹی چھوٹی کئی لڑائیان ہوئین۔ آخر کی لڑائی مین جو حیدرآباد سے دو منزل پر ہوئی تانا شاہ کو شکست فاش ہوئی اور مقید ہوگیا۔

تانا شاہ علم وفضل کے سوا مستقل مزاجی کی خاص صفت سے موصوف تھا سخت سے سخت حادثے پر دہ استقلال کو ہاتھ سے جانے نہین دیتا تھا جسوقت شاہزادے شاہ عالم بہادر مع فوج قلعہ مین آگیا۔ اور دار وگیر کی مہیب صدا تانا شاہ کے کان مین پہونچی۔ دیوان خاص سے محل خاص مین گیا اور ہر ایک کو تسلی دیکر واپس آیا اور ناخواندہ مہمانون کا منتظر ہوا۔ چونکہ وہ وقت خاصہ کھانے کا تھا اسلئے باورچی سے دسترخوان بچھانیکی تاکید کی۔ اس عرصے مین روح اللہ خان اور مختار خان نے پہونچکر سلام کیا تانا شاہ نے جواب دیکر بہ تعظیم بٹھایا اور باتین کرنی شروع کین۔ اثنائے گفتگو مین باورچی سے

دسترخوان بچھانیکی اطلاع کی۔ دسترخوان بچھایا گیا اور تاناشاہ نے روح اللہ خان اور
مختار خان سے شریک ہونے کو کہا۔ مختار خان دو تین آدمیون سے شریک دسترخوان
ہوا۔ لیکن روح اللہ خان نے ازراہ استعجاب پوچھا کہ یہ کھانے کا کون وقت ہے
تاناشاہ نے جواب دیا کہ کھانے کا یہی وقت ہے۔ اسوجہ سے کہ مین نے سلطنت
کے بار گران سے نجات پائی۔ اب یہ بار دوسرے کے سر پر ہے۔ مین سبکدوش
ہوگیا۔

القصہ تاناشاہ نے بعد فراغت طعام سوار ہوکر امرا کے حلقے مین قیدیون کیطرح شاہزادے
کے نزدیک جو قلعہ کے دروازے والے خیمہ مین منتظر بیٹھا تھا پہونچکر مالاے مروارید
گران بہا پیش کیا۔ شاہزادے نے قبول کر کے دست شفقت پیٹھ پر پھیر کر دلاسے
اور تسلی سے شاہ اورنگ زیب کے سامنے حاضر کیا[۱]۔ شاہ اورنگ زیب نے جیساکہ
پادشاہان خطابخش کا طریقہ ہوتا ہے خطا معاف کر کے بہت ہی اکرام و نوازش کی نعمت خان
عالی نے اس آخر کی فتح مین ایک تاریخ صنعت تعمیہ مین لکھی ہے۔

تاریخ از نعمتخان عالی

بوالحسن داشت جا بہ چار محل	بدرستش کرده ازان میان تقدیر
او برون رفت و این بجاش نشست	شاہ اورنگ زیب عالمگیر

۱؎ تاریخ کولاس مین لکھا ہے کہ اورنگ زیب نے تاناشاہ کو اپنے سامنے نہین بلایا۔ بلکہ
علحدہ ایک خیمہ مین باعزاز و اکرام ساتھ رکھا۔ جب شہر حیدرآباد اور قلعہ گولکنڈہ کے انتظام
سے فارغ ہوکے سنہ ۱۰۹۸ ہجری مین واپس ہوا تو جان نثار خان کے ہمراہ قلعہ دولت آباد مین
بھیجدیا۔ ۱۲

(۲۸۲ - ۱۵۶) ، ۱۲۴ ، ۹۷۴ = ۱۰۹۸ - اول چار محل کے عدد (۲۸۲) لین اور ابوالحسن کے عدد (۱۵۷) اُس سے وضع کرین - باقی ۱۲۵ مین شاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عدد ۹۷۳ جمع کرین تو (۱۰۹۸) ہوتے ہین - اِس کے بعد جب شاہ اورنگ زیب حیدرآباد کے اطراف کا انتظام کر کے بیدر آیا تو تانا شاہ کو جان نثار خان کے ساتھ قلعہ دولت آباد روانہ کیا اور خوراک و پوشاک اور تمام اشیاء مایحتاج و آسایش کی تاکید کی -

دولت آباد کے قلعہ مین اُس مکان کو جسمین تانا شاہ مقید تھا مینے خود دیکھا ہے وہ چینی محل کے نام سے مشہور ہے -

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ	آثار پدید است صنادید عجم را

گو وہ مکان گر گیا لیکن اُسکے نقش و نگار ابھی تک تھوڑے سے باقی ہین -

مورخین سے تانا شاہ کی عمر کا حال اسطرح سے لکھا ہے کہ ۱۴ سال طفلی مین (۱۴) سال تحصیل علم مین - اور ۱۴ سال اپنے مرشد سید راجو حسینی کی خدمت مین اور ۱۴ سال سلطنت مین اور ۱۴ سال قلعہ دولت آباد مین گزرے -

قید کی حالت مین تانا شاہ کے ایک لڑکا پیدا ہوا جسکا نام بندۂ سلطان رکھا - جب وہ سن تمیز کو پہونچا حسب الحکم اورنگ زیب دربار مین آنے لگا - ملازمان تانا شاہ حقوق سابقہ کے خیال پر اُسکی تعظیم اور تکریم کرتے اورنگ زیب کو جب اِسکی خبر ہوئی - دربار کی حاضری سے منع کر کے نظر بند کر دیا اِسکے بعد پتہ نہین چلتا کہ بندۂ سلطان کا کیا حال ہوا -

تانا شاہ کی وفات کے بھی قصے عجیب و غریب مشہور ہین - عوام تو اس کے مرنے کا الزام شاہ عالمگیر پر لگاتے ہی ہین - لیکن اکثر خواص بھی یہی سمجھتے ہین کہ جب عالمگیر کو

اِس کے مارنے کی فکر ہوئی اور تاناشاہ کو معلوم ہوا کہ بادشاہ میرے قتل کی فکر میں ہے
تو خود تاناشاہ نے عالمگیر سے کہلا بھیجا کہ اگر بادشاہ کو میرے قتل کی فکر ہے تو فقط
اِسقدر کافی ہے کہ میرے سامنے ایک گھوس ڈگولن اُنکالہ یجاہے چنانچہ عالمگیر نے
ایسا ہی کیا اور جیسے ہی تاناشاہ کے سامنے سے گھوس نکلی صرف اُس کی بُو سے تڑپکر
مر گیا۔

یہ من گھڑت روایت بالکل لغو اور سراسر جھوٹ ہے اسکی کچھ اصلیت ہی نہین ہے
صاحب قطب شاہی نے تاناشاہ کی وفات کا حال اِسطرح سے لکھا ہے کہ جب تاناشاہ
کو قلعہ دولت آباد مین ۱۴ سال گزرے تو آخر وقت اسہال کبدی مین مبتلا ہو گیا۔ اور رفتہ
رفتہ اُس نے بالکل ناتوان کر دیا۔ اُس شب کو جسکی صبح اُس نے وفات پائی قلعدار نے
خواب مین دیکھا کہ ابو الحسن کی نعش کو قلعہ سے باہر نکالکر سید راجو قتال حسینی پدر بزرگوار
سید محمد گیسو دراز صاحب کی قبر کے نزدیک دفن کر۔ قلعدار نے بعد مشاہدہ خواب حاضر
ہو کر خواجہ سرا کی وساطت سے تاناشاہ کے پاس کہلا بھیجا کہ مجھے کوئی بات ضروری
عرض کرنی ہے۔ ابو الحسن نے جواب دیا کہ تجھسے جو کچھ خواب مین کہا ہے۔ مجھسے بیداری
مین کہا ہے۔ تجھے جیسا حکم ہوا ہے عمل کر۔

پنجشنبہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۱۱ھ ہجری مین تاناشاہ نے وفات پائی۔ وصیت کے بموجب
قلعدار نے جنازے کو قلعہ سے باہر نکالکر حضرت سید راجو قتال حسینی صاحب کے
مرقد کے نزدیک مدفون کیا۔

تاناشاہ نے اپنی یادگار مین ایک چارمحل اور دوسری عمارت گوشہ محل چھوڑی ہے۔
چارمحل مین باروت رہا کرتی تھی۔ کچھ حصہ باروت سے اور ایک حصہ موسیٰ ندی کی

طغیانی سے خراب ہوگیا کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

اشک آنہم صبر و طاقت از دل بیتاب برد ۔ پارۂ او سوخت آتش پارۂ او آب برد

چونکہ ہمکو فرخندہ بنیاد حیدر آباد دیکھنے کا اتفاق نہین ہوا ۔ لہذا ان دونون یادگارون کی موجودہ حالت کو بیان نہین کرسکتے کہ کس حالت مین ہین ۔

ذکر احمد نظام شاہ اور برہان نظام شاہ

سید راجو قتال حسینی صاحب کی درگاہ سے باہر جانب شمال احمد نظام شاہ اور برہان نظام شاہ کا گنبد ہے ۔ یہ گنبد ملک عنبر کے گنبد کے سوا اس مقام کے سب گنبدون سے بڑا ہے ۔

احمد نظام شاہ ملک نایب نظام الملک کا بیٹا تھا ۔ ملک نایب بیجانگر کے برہمنون کی اولاد سے تھا ۔ ملک نایب کا اصلی نام تیما بھٹ اور اس کے باپ کا نام بھیریو تھا ۔ احمد شاہ بہمنی کے وقت مین بیجانگر کے مسلمانون کے ہاتھ مین گرفتار ہوکر مسلمان ہوا اور ملک حسن سے منسوب ہوکر نظام شاہیون کے غلامون مین داخل ہوا ۔ احمد شاہ نے ملک حسن کو اپنے بڑے بیٹے محمد شاہ کے ساتھ مکتب مین بھیجا اور اُسنے تھوڑے عرصہ مین استعداد بہم پہنچاکر ملک حسن بھیریو سے شہرت پائی ۔ چونکہ محمد شاہ لڑکپن مین لفظ بھیریو کو تحریف کرکے بحری کہتا تھا اسوجہ سے ملک حسن عام و خاص مین بحری ملقب ہوا ۔ محمد شاہ نے اپنے عہد سلطنت مین ملک حسن کو معتمدون مین داخل کرکے منصب ہفت ہزاری اور ماہی مراتب سے سرفراز کرکے بمناسبت لفظ بحری تمام شکاری جانورون کا سردار (کہ اُسوقت کی اصطلاح مین مغول قوش بیگی کہتے تھے) مقرر کیا اور اس تقریب سے اُسکا رتبہ بڑھگیا اور آخرکار نظام الملک بحری کے خطاب سے اختصاص پایا اور بمضمون ؎ بیتاقت ستارۂ بلندی ۔ خواجہ جہان کے التفات سے

سلطنت تلنگ کا طرفدار ہو کر راج مندری اور کنڈپیں نج اُسکے مضافات کے قبضے مین آیا۔ خواجہ جہان کے مارے جانے کے بعد اُسکا قایم مقام ہو کر بخطاب ملک نایب مشہور ہوا اور محمد شاہ کی وفات کے بعد اُسکی وصیت پر اُس کے بیٹے سلطان محمود کا وزیر ہوا اور قصبہ بیڑ اور دوسرے پرگنہ جات جو دولت آباد کے تحت مین ستھے اپنے بیٹے احمد شاہ کو دیا۔ احمد شاہ نے اپنی قوت رفتہ رفتہ بڑھانی شروع کی اور چند روز مین قصبہ پٹن کے علاوہ تمام ملک پر قبضہ کرکے احمد نگر کے تخت پر متمکن ہوا۔ احمد شاہ پرہیزگار رعیت پرور۔ خداترس اور عادل تھا۔ اس کے خصایل حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ بہت ہین ۹۱۴ھ ہجری مین وفات پائی اور باغ روضے مین مدفون ہوا۔ احمد شاہ کا مذہب سنت وجماعت تھا۔

برہان نظام شاہ

احمد شاہ کے بعد اُسکا بیٹا برہان نظام شاہ پادشاہ ہوا۔ ۴۷ برس سلطنت کرکے مرگیا اور باپ کے پہلو مین دفن کیا گیا۔ برہان نظام شاہ مذہب اثنا عشری کا بانی تھا جس سال برہان نظام شاہ نے وفات پائی اُسی سال سلطان محمود گجراتی اور سلیم شاہ بادشاہ دہلی نے انتقال کیا۔ مولانا غلام علی پدر محمد قاسم صاحب فرشتہ نے یہ تاریخ نظم کی ہے

سہ خسرو را زوال آمد بیکسال	کہ ہند از عدل شان دار الامان بود
یکے محمود شاہنشاہ گجرات	کہ ہمچو دولت خود نوجوان بود
دوم اسلیم شہ سلطان خوبان	کہ در ہندوستان صاحبقران بود
سوم آمد نظام آن شاہ بحری	کہ در ملک دکن خسرو نشان بود

زمن تاریخ فوت این ہرسہ خسرو		چہ میپرسی زوال خسروان بود

صاحب فرشتہ نے احمد نظام شاہ اور برہان نظام شاہ کے سوا اس خاندان کے
اکثر شاہزادون کے گنبد اور مزار باغ روضے مین تبلاتے ہین - بلاشک
بہت سے گنبد (اس تختے زمین پر جو باغ روضے سے منسوب ہے) ٹوٹے پھوٹے
اب تک موجود ہین - لیکن آنحضرت کے گنبد کے سوا تحقیق یہ کہا نہین جا سکتا کہ یہ
فلان کا گنبد ہے -

سید نصیر الدین صاحب پون پیک

احمد نظام شاہ کے گنبد سے پچھم اور حضرت راجہ قتال حسینی صاحب کی درگاہ کی مسجد سے
باہر گوشۂ شمال و غرب مین سید نصیر الدین صاحب پون پیک کی قبر ہے سید صاحب
بھی شیخ برہان الدین اولیا صاحب کے مقبول خلفا مین تھے اِن کے حسب کی شاخ درخت
ولایت اور نسب کی ڈالی شجر نبوت سے ملتی ہے -
ایکوقت برہان الدین اولیا صاحب عشا کی سنت کے فضایل بیان فرمارہے تھے سید صاحب
نے عرض کی کہ اِن سنتون کے ادا کرنے مین کیا کیا فایدے ہین - حضرت نے فرمایا
کہ بخل اور حسد اور بغض دفع ہوتا ہے -

سید صاحب کے مزار سے شمال چند قبرونکا احاطہ اور اُس سے شمال پانچ قبرونکا ایک
چبوترہ ہے جو پنج بیبیون کا چبوترہ مشہور ہے - یہ چبوترہ بہت ہی بوسیدہ اور شکست
ہوگیا تھا نواب بشیر نواز جنگ صاحب نے اپنی جیب خاص سے درست کرادیا ہے یہ
پانچون مزار حضرت منتجب الدین اور حضرت برہان الدین اولیا صاحب کی بہنون کے ہین

جنکے اسماے مبارک حضرت منتجب الدین صاحب کے ذکر مین لکھے گئے ہین - انکا عرس ۱۰ ؍ شعبان کو ہوتا ہے -

مسجد چہاردہ صد اولیا

پنچ بیبیون کے چبوترے سے شمال مسجد چہاردہ صد اولیا ہے - خلدآباد کی تمامی مساجد سے پہلے اسکا وجود ہوا ہے - مشہور ہے کہ ابتدا مین جب منتجب الدینصاحب خلدآباد تشریف لائے تو اول اسی مقام پر جماعت سے نماز ادا فرمائی -

مسجد کے چبوترے اور چار دیواری کی مرمت نواب صاحب نے جنکا ذکر اوپر ہو گیا ہے کرا دی ہے - جس سے مسجد محفوظ ہو گئی ہے - اور وہ شکایت باقی نہین رہی جو ملک عنبر کے گنبد کے متعلقہ مسجد مین ہے - صحن مسجد مین نیب کا ایک درخت اُسی زمانے کا لگا ہوا ہے - اُسی کے نیچے ظہیر الدین - حسام الدین - بہاء الدین اور سراج الدین بھکری آرام کر رہے ہین - یہ حضرات منتجب الدین صاحب کے رفقا اور محبوب الٰہی نظام الدین اولیا صاحب کے خلفا مین سے تھے - ان سب کا عرس دسوین شعبان کو ہوتا ہے - مسجد چہاردہ صد اولیا مین ہر پنجشنبہ کو میلاد شریف ہوا کرتا ہے - شیرینی وغیرہ کچہری تعلقہ سے منجانب سرکار جایا کرتی ہے - امام اور تیل بتی کے لیئے کافی مقدار معین ہے -

بنگلہ جات

مسجد چہاردہ صد اولیا کے شمال اور شرق چار بنگلے سرکاری ہین - پہاڑ کے لب پر واقع ہونے سے جو فضا یت اور فرحت اس مقام پر ہوتی ہے - میرے خیال مین ملک دکن

کے کسی قطعہ پر یہ بات شاذونادر ہی حاصل ہوتی ہوگی۔ سیاح جو بغرض تبدیل ہوا اور غار ہائے ایلورہ دیکھنے آتے ہین انہی مین ٹھرا کرتے ہین۔ مسافرون کی آسائیش اور آرام کیواسطے سرکار عالی مدظلہ العالی کیطرف سے بنگلون مین ہر قسم کا سامان مہیا رہتا ہے پُر تکلف سامان اور فرش وفروش اور میز وکرسیون سے ہمیشہ سجے سجائے رہتے ہین۔ جب کوئی معزز مسافر یا امیر یا تاجدار کہین سے آجاتا ہے تو اور زیادہ آرائش کیجاتی ہے۔ اور باقیماندہ سامان سے جو ملک عنبر کے گنبد مین رکھا ہوا ہے رونق دیدیجاتی ہے۔ آرائیش کے مجموعی سامان کی قیمت تخمینہ اگر غلط نہ ہو تو پچاس ہزار سے کم نہ ہوگی سربراہی کے واسطے پورا عملہ مقرر ہے۔ انگریزی اور مغلئی باورچیانے بھی ہین۔ روزانہ کی دیکھ بھال تحصیلدار صاحب خلدآباد کے متعلق ہے۔ دورے کیوقت مجسٹریٹ ضلع اور حاکم صوبہ تنقیح کرتے ہین۔

اس پُر فضا مقام پر پہلے پہل نمبر ۳ کا بنگلہ خس پوش بنایا گیا تھا۔ اس کے بعد حضور بندگانعالی مدظلہ العالی کی تشریف آوری کیوقت (نمبر ۲) اور اس کے بعد (نمبر ۱) کی بنیاد ڈالیگئی۔ نمبر ایک کے بنگلے مین چھ سردار بخوبی قیام کرسکتے ہین۔

یہ عمارتین کہنے کو تو بنگلے ہین۔ لیکن حقیقتاً عالیشان کوٹھیان ہین۔ مذکورہ بنگلون مین صرف وہی لوگ رہسکتے تھے جو صاحب ضلع یا حاکم صوبہ سے اجازت حاصل کرلیتے تھے۔ ناواقف یا اجنبی مسافر کو (چاہے وہ کیسا ہی معزز اور کسی مشہور مقام کا کیون نہو) بغیر اجازت ٹھہرنا ممکن نہ تھا۔ خدانخواستہ اگر کوئی سیاح کسی طرف سے بھولا بھٹکا رات خلدآباد آگیا تو صعوبت راہ اور تکان سفر کے سوا سخت مصیبت آسکورات بھر پڑ رہنے کی پڑتی تھی۔ یون تو بہتون کو یہ موقع پیش آئے ہون گے۔ لیکن میرے سامنے ایک

فرانسیسی معزز سیاح کو ناگفتہ بہ تکلیف اُٹھانا پڑی۔

سنہ ۱۸۹۷ء مین پانڈی چری کے ایک مجسٹریٹ جو اپنے وطن پیرس (دارالخلافت فرانس) کو جا رہے تھے ہندوستان کے مشہور مقامات کی سیر کرتے ہوئے اسٹیشن ناندگانو سے سیدھے غارہائے ایلورہ دیکھنے آئے۔ چند غار دیکھنے کے بعد ان بنگلون کو مسافر بنگلے تصور کرکے اوپر چڑھ آئے اور ٹھہرنے کا ارادہ کیا۔ کارکنان بنگلون نے ایسی بیمروتی سے کام لیا کہ مایوس ہوکر بنی بیگم صاحبہ کے باغ مین (بنگلجات خالی نہونیسے اکثر لوگ باغ بنی بیگم مین ٹھہرائے جاتے تھے) تشریف لائے یہان کے سگ بازاری شکاری کتون سے بھی زیادہ چالاک تھے اُن کو اندر قدم رکھنے نہ دیا۔ اور وہ پھر بنگلے ڈاک لگئے اور وہان سے پھر باغ بنی بیگم مین آئے۔ اِس آنے جانے مین آفتاب لب بام آگیا اور صاحب کے چہرے سے شام غریبان کے آثار نمودار ہونے لگے۔ تانگے کے گھوڑے اور خود تانگے والا علیحدہ پریشان۔ اور کیونکر پریشان نہو اوّل تو تیس کوس کی منزل لکھنت دوسرے گھاٹ کی چڑھائی تیسرے میل بھر کا بار بار آنا جانا چوتھے غربت اور سب سے زیادہ یہ مصیبت کہ زبان سے ناآشنا۔ غرض اُسوقت کی مصیبت وہی شخص خوب سمجھہ سکتا ہے جسکو یہ روز سیاہ پیش آیا ہوگا۔ چار و ناچار صاحب بہادر کو آبادی مین آنا پڑا۔ اتفاق سے مین اور غلام نبی خان صاحب مرحوم موتہندار تحصیل خلدآباد باہر سے تفریح کرتے ہوئے واپس آرہے تھے۔ دیکھا کہ تماشائیون کے ہجوم مین صاحب بازار مین کھڑے ہین۔ ہم دونون نزدیک پہونچے۔ یہ اون کو بہت غنیمت معلوم ہوا اور اونھون نے اپنی زبان مین کچھہ کہنا شروع کیا لیکن یہان ہم دونون انگریزی یا فرانسیسی زبان سے اُسیقدر ناواقف تھے جسقدر صاحب بہادر اُردو سے نابلد تھے۔ اسلیئے کچھہ جواب نہ دیسکے جب جانبین سے

گفتگو کا کوئی نتیجہ برآمد نہوا تب اونہون نے فرمایا ڈوڈچار (صرف اسقدر اونکو اُردو بولنا آتی تھی) ہماری سمجھ مین جب یہ بگڑی ہوئی اُردو آئی۔ تب بازار کے اُس بالاخانے پر جسپر موزیندار مرحوم رہا کرتے تھے لیجانا چاہا۔ پہلے تو وہ ٹھٹکے۔ لیکن جب اشارے سے خوب اطمینان کرلیا تب اوپر چڑھے۔ چونکہ مذکورہ بالاخانہ مغربی آرایش سے پاک تھا۔ اس لئے اُن کے لیے کرسی وغیرہ کا انتظام کرکے دودھ وچار فوراً پیش کی گئی۔ دو گھنٹے کے بعد کھانا بھی لایا گیا خدا جانے کیا سبب تھا کہ ہمارے معزز مہمان نے دوہی چار نوالے صرف چاول اور شوربے سے کھائے البتہ دودھ اور چار (وہ بھی سادی) اچھی طرح پی۔ کھانے وغیرہ کے بعد صاحب کی دلبستگی کی فکر ہوئی مسٹر نرہندر راؤ پیشکار تحصیل جلد آباد جو ٹوٹی پھوٹی انگریزی بول لیتے تھے بلائے گئے اور وہ دس گیارہ بجے تک بات چیت کرتے رہے۔ اُس کے بعد وہ سورہے۔ صبح سویرے کھانے وغیرہ کا انتظام اگرچہ اہتمام سے کیا گیا لیکن اُنہون نے چار پر کفایت کی اور رخصت ہوکر پھر غار ہائے ایلورہ دیکھتے ہوئے ناندگانون واپس گئے۔

صاحب موصوف نے ایک کمال یہ کیا کہ چلتے وقت علی الصباح سب سے نظر بچا کر چودہ یا پندرہ روپیہ کلدار فرش کے نیچے رکھدئے۔ غنیمت یہ ہوا کہ موزیندار[1] مرحوم نے دیکھلیا اور مجھسے کہا۔ مین جب روپیہ رکھنے کا سبب دریافت کیا تو اشارے سے جواب دیا کہ دودھ اور چار کی قیمت ہے۔ بہت ہی لجاجت اور اصرار سے رقم اونکو واپس دیگئی اور

[1] موزیندار مرحوم بانس بریلی کے رہنے والے۔ دریا دل۔ سیر چشم۔ سخی۔ اور مہمان نواز تھے۔ مسافر نوازی ہی کا سبب تھا کہ ہمیشہ مقروض رہا کرتے تھے۔ اور انکی ماہوار آن کے اخراجات کو کبھی کافی نہوتی تھی۔ ناگہانی موت سے بہت سی آرزوئین خاک مین ملگئے۔

اُنہون نے بڑے شکریئے سے واپس لی۔
مسٹر ممدوح کی چند لمحہ صحبت سے ہم اون کے اوصاف اور اخلاق کا اندازہ کیسے کرسکتے تھے
لیکن انہون نے گھر پہونچکر جو خط میرے نام لکھا اُس سے معلوم ہوا کہ حقیقت مین وہ بہت
خلیق تھے۔ سچ یہ ہے کہ اُن کی خوش اخلاقی نے اِس بات کا پورا ثبوت دیدیا کہ یورپی
ممالک مین فرانسیسیون کے جو اخلاق عام مشہور ہین وہ بے شبہ صحیح ہین۔ ناشکری
ہوگی کہ اگر مین اُس خط کا ترجمہ ناظرین کی خدمت مین پیش نہ کرون۔

۱۱ - اپریل ۱۸۹۷ء

جناب من۔ شاید آپکو یاد ہوگا کہ گزشتہ نومبر کے مہینے مین ایک فرانسیسی آپ کے
دولتخانہ پر آیا تھا اور آپ نے نہایت مہربانی سے اُسے اپنے ہان جگہ دی تھی آپ کی
اُس عنایت کو مین بھولا نہین ہون۔ مین حال ہی مین اپنے وطن پہونچا ہون۔ اور
اِس بات کے اظہار کے لیے کہ ابتک مجھے آپ یاد آتے ہین۔ آپکی عنایتون کا شکریہ ادا
کرتا ہون۔ فقط

آپکا وفاشعار جی۔ ٹاؤسنٹ۔ ۱۷۔ کوئے۔ بوربن پیرس

مذکورہ بالا مصائب کے خیال سے چوتھا بنگلہ (مسافر بنگلہ) جسمین (۲۸) معزز مسافر اچھی
طرح رہ سکتے ہین بنا دیا گیا ہے۔ اب ہرکس وناکس۔ واقف ناواقف دیسی پردیسی۔ اسمین
بغیر اجازت صرف ایکروپیہ روزانہ ادا کرنے سے ٹھہر سکتا ہے مسافر بنگلے مین ہر قسم کا سامان
آسایش مُہیا رہتا ہے۔ میری رائے مین اگر نمبری بنگلون کا بھی کرایہ معین کردیا جاتا تو
اچھا تھا۔ کچھہ دنون پیشتر چند روز پہل دو آمد شاید جاری کابھی رہا ہے۔

غارہائے ایلورہ

یہ بنگلہجات جنکا ابھی ذکر ہوا ہے جس پہاڑی پر بنائے گئے ہین اُنکا سلسلہ شمال طرف دوُر تک چلا گیا ہے۔ اِسی سلسلے کے دامن مین غرب رویہ غارہائے ایلورہ ہین۔ چونکہ یہ غار قدیم یادگار اور عجائبات دُنیا مین شمار کیئے جاتے ہین لہذا ہم اِس موقع پر اُنکا بھی ذکر لکھے دیتے ہین۔

جنوبی ہندوستان کے اکثر مقامون کے پہاڑ تراش کر اِس قسم کے اور بھی غار بنائے گئے ہین۔ لیکن دوسرون کی نسبت غارہائے ایلورہ مین زیادہ صناعی اور وسعت ہے غارہائے ایلورہ کی موجودہ حالت دیکھنے اور واقعات سُننے کیوقت پہلے یہ خیال ہوتا ہے کہ اِن کا موجد کون تھا اور یہ کس زمانے مین بنائے گئے ہین۔ نہایت افسوس ہے کہ اِن ضروری باتون کا پتہ ابتک دریافت نہوا۔ مورخین نے غارہائے ایلورہ کا جہان کہین ذکر کیا ہے اِن دونون باتون سے اپنی لاعلمی ظاہر کی ہے۔ اگر کسی نے کچھہ لکھا بھی تو ھیر پھیر کر صفحہ کو بھر دیا ہے۔

ہندوُون کی بعض کتب مین لکھا ہے کہ یہ غار پانڈون کے کندہ کرائے ہوئے ہین اور وہی لوگ اُسمین رہا کرتے تھے۔ لیکن یہ غلط ہے کیونکہ ہندوُون ہی کی ایک قدیم تاریخ مین جسکا نام مہابھارت ہے۔ پانڈون کا مفصل ذکر ہے۔ لیکن اِس مین غارون کے بنانے کا مطلق تذکرہ نہین ہے۔ بلکہ اُس سے پانڈوُن کا دکن مین آنا ہی ثابت نہین ہوتا۔ لیکن اِتنا تو ہمین بھی اِس موقع پر کہنا ہوگا کہ پانڈوُن کے زمانے کے بعد ہی یہ غار تیار کرائے گئے ہین کیونکہ جنگ جن کے تھارے کی شمالی و جنوبی دیوارون پر جو تصویرین کندہ کی گئی ہین وہ

سب کورو اور پانڈون کے معرکے کے فوٹو ہین اور شاید یہی سبب ہے کہ ہندی مورخین
نے ان غارون کو پانڈون کیطرف منسوب کیاہے ان غارون کی دو دیوارون پر مختلف
اقوام - جین - برہمن - بودھ وغیرہ کی تصویرین کندہ ہونے سے بہتون کا یہ گمان ہے کہ یہ
غار مختلف زمانے مین مختلف اشخاص نے کندہ کرائے ہین اسپر بھی اگر تھوڑا ہی غور
کیا جائے تو یہ دونون اختلاف جلد دور ہو جاتے ہین - اللہ جلشانہ کی قدرت کاملہ مین سے
ادنی قدرت ایک یہ بھی ہے کہ اُس نے انسانی طبائع مختلف پیدا کئے ہین - پس اگر
مختلف اشخاص نے مختلف اوقات مین یہ غار کندہ کرائے ہوتے تو چاہیئے تھا کہ
طبایع مختلف ہونے سے چوتھا اختلاف (مکانون مین جدت) ضرور ہوتا جو بالکل نہین
ہے - بلکہ کل غارون کے دیکھنے سے پایا جاتا ہے کہ ان کا موجد ایک ہی شخص ہے - اور
ایک ہی شخص کی راے پر یہ سب تیار ہوئے ہین -

مین نے خود جام جہان نامہ ملا نیروز اور مصباح التاریخ امیرحسن بیجاپوری نہین دیکھی لیکن مورخ
دلچسپ نے ان دونون کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ غار راجہ ہرچند راؤ فرمانروائے
دکن - تلنگ - کرناٹک - مدراس - ملیبار نے ایک لاکھ سنگتراشون سے بیس برس مین
تیار کرایا -

ہرچند راؤ نے ابتدا مین موم کا نقشہ تیار کرایا اُسکے بعد بنیاد ڈالی اور چھوٹے چھوٹے
مکانون کے سوا بڑے بڑے اٹھارہ مکان مثل دیوان عام - دیوان خاص - محلسرا -
خزانہ - دارالضرب - توشکخانہ - فراشخانہ - سلاح خانہ - اصطبل - فیلخانہ - رتھ خانہ - باورچیخانہ
دارالشفا وغیرہ بنوائے - عوام مین مشہور ہے کہ راجہ ایلور نے قلعہ دولت آباد
کے ساتھ یہ غار کندہ کرائے ہین - عجب کیا ہے ایسا ہی ہوا ہو - قلعہ دولت آباد کی

حالت بھی غار ہائے ایلورہ کے قریب قریب پائی جاتی ہے اُسکے بانی کا بھی پتہ نہین بعضے قیاسی قوم ثمود اور عاد کی تعمیر سے اور بعضے یوناس راجہ کی یادگار بتاتے ہین یہانتک قیاسات تو چندان بیجا نہین - لیکن بعض نافہم جنکو تاریخ سے بہرہ نہین ہے وہ یہ کہتے ہین کہ شہر صبا یہی ہے اور بلقیس یہین رہا کرتی تھی بہرحال اس کے ابتدا اور اس کے موجد کی نسبت ہم کوئی تاریخی ثبوت پیش نہین کرسکتے البتہ اُسکی قدامت مین کچھ کلام نہین اور عوام کا یہ خیال کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کئی ہزار برس قبل کے بنے ہوئے ہین ایک حد تک درست ہے - کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دو چار سو برس پہلے بھی تعمیر ہوئی ہوتی توضرور کوئی نہ کوئی اسکی تاریخ دنیا کی کسی قوم کے ہاتھ مین ہوتی - برہمنان ایلورہ جو اس کے ماہر شمار کئے جاتے ہین - وہ بھی اس کی ابتدائی حالت اور اُس کے بانی سے بالکل بیخبر ہین اور جہانتک اُنکی واقفیت ہے - محدود اور بے بنیاد ہے -

اب جبکہ مذکورہ باتونکا پتہ ہم کیا ہمارے بڑون کو نہ ملا تو ہم بھی اُسکو قلم انداز کرکے صرف موجودہ حالت بیان کرتے ہین -

غارہائے ایلورہ قدرتی غار نہین ہین بلکہ پہاڑی مکان ہین جو تراش کر بنائے گئے ہین بعضے سہ منزلے بعضے دومنزلے اور اکثر ایک ہی منزل کے ہین بےشبہہ نہین کہ اُنکا موجد ذہین عقیل - ذی ہنر ہوگا - اُس نے اِن غارون کی تعمیر مین بیدریغ روپیہ اور تصویرین کندہ کرانے مین اپنی اوقات عزیز کو عرصے تک ضایع کیا ہوگا -

چھوٹے چھوٹے حجرون اور مختصر مکانون کے سوا دھیڑواڑے سے (جو جانب جنوب سے ہے) الندرسبھا تک بڑے بڑے (۳۵) مکان ہین جنپر نشان بنا دیئے گئے ہین -

اور اُن سب مین مشہور مکان یہ ہین ۔

دھیڑواڑہ ۔ ستار کی جھوپڑی ۔ دوتال ۔ تین تال ۔ راون کی کھائی ۔ دساوتاری رنگ محل (کیلاس) چھوٹا رامیشر ۔ چھوٹا نیلکنٹھ ۔ چھوٹا دھومالا ۔ بڑا رامیشر ۔ بڑا نیلکنٹھ ۔ کمہار واڑہ ۔ تیلی کا گھانا ۔ جوگی شر ۔ بڑا دھومالا ۔ چھوٹا کیلاس ۔ ادھر ناتھ سبھا ۔ جگناتھ سبھا پرسرام سبھا (راج بیٹھک) اندر سبھا ۔ پارس ناتھ سبھا ۔

بڑا دھومالا (سیتا کی نہانی) والے مکان سے جنوب تقریباً سو گز پہاڑ کی بلندی سے پانی گرتا ہے اور وہ ندی کی صورت ہوکر بستی ایلورے کے پورب نکل گیا ہے ۔

رنگ محل (کیلاس)

یون تو کوئی مکان ایسا نہین ہے جسکی صناعی انسان کو نقش دیوار نہ بناتی ہو لیکن مشہور مکانون مین رنگ محل ۔ اندر سبھا اور ستار کی جھوپڑی کا کام حقیقت مین ایسا ہے کہ بڑے بڑے عقلا اور حکما اور ماہرین فن سنگتراشون کی دستکاریان دیکھکر دنگ ہوجاتے ہین ۔

بنظر صناعی و دستکاری ہم صرف رنگ محل کے واقعات تبلاکر اس معترضہ بیان کو ختم کرتے ہین ۔ کیونکہ کل غارون کے تفصیلی حالات لکہنے کو مدت فرصت اور اطمینان چاہیئے ۔ رنگ محل کا صدر دروازہ غرب رویہ دو منزلہ اور ڈیوڑھی لانبی چوڑی ہے ۔ دروازے کے سامنے پردے کی دیوار پر ایک بڑی تصویر اور اُس کے دونون طرف چھوٹے چھوٹے ناطلی اور ہاتھیون کے دونون طرف دیوار پر چہ چار دن کی تصویرین ہین ۔ اندر جانے کے بعد دونون طرف بڑے بڑے دو ہاتھی کورو اور پانڈو کے یادگار بنائے

گئے ہین۔ قدامت نے دونون کے چہرے بگاڑ دئیے ہین۔

پہاڑ کے بیچ مین دیول ہے۔ دیول اور دروازے کے اوپر کی منزل ایک سطح مین ہے۔ دونون کو ملا کر پل سا بنا دیا ہے۔ آسی پرنندی (بیل) کا دیول ہے۔ وسط کا دیول زیر آسمان اور آس کے اطراف پہاڑ کے اندر مکان تراشے گئے ہین۔ دونون کے درمیان ہر چہار طرف وسیع راستہ (سڑک) ہے۔ دیول کے شمالی پہاڑ مین جسقدر مکان بنائے گئے ہین وہ پڑ لنکا اور جنوب جسقدر عمارت ہے وہ اڑ لنکا کے نام سے مشہور ہے۔ پڑ لنکا کے وسط مین ایک مکان دو منزلہ ہے۔ جسکا کچھ حصہ تاریکی مین ہے۔

اڑ لنکا کے سلسلے مین غرب سے شرق تک چھ دالان ہین وسط مین سہ منزلہ مکان ہے جسکی پشت پر ایک دالان اور بھی ہے۔ سہ منزلے مکان کی بیچ کی منزل کا چھجہ اور اور دیول کے جنوبی برآمدے کا سائبان ایک ہی مین تراشا گیا تھا۔ اور اسی کے ذریعہ سے بآسانی اوپر کی دونون منزلون مین آ جا سکتے تھے۔ جب سے وہ گر گیا۔ سیڑھی کے بغیر نہین جا سکتے۔ بعض شوقین آس روزن سے جو سڑک پر واقع ہے۔ رسیون سے اُتر کر دیکھتے ہین۔

دیول کے شرقی پہاڑ کے اندر جسقدر عمارت ہے۔ آسمین بھی بہت سی تصویرین ہین۔ اِسطرف کا چھجہ بھی بہت چوڑا ہے۔

دیول کے باہر شمالی اور جنوبی دیوار مین رام و راون اور کورو اور پانڈو کے معرکہ کی تصویرین ہین۔ اور ہر چہار طرف دیول کی کرسی مین شیر اور ہاتھیون کی خوفناک صورتین تراشی ہوئی ہین۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کل دیول شیر اور ہاتھی اپنے اوپر اُٹھائے

ہوئے ہین۔

دیول کی کرسی بہت اونچی ہے۔ اسلیئے اسپر جانے کے لیئے دونون بازو غرب یا شرق دو کھڑکیان ہین۔ جنکے سامنے دونون طرف دو ستون عمارت سے متصل ہین تراشے ہوئے ہین۔ ہندو ان کو شمدان کہتے ہین۔ ہر دو کھڑکیون مین زینے ہین۔ زینون ہی سے دیوال پر جاتے ہین۔ خاص دیول کا دروازہ بھی غرب رویہ اور اس کے آگے مربع سائبان ہے۔ ہر چہار دیوارون کے ستونون کے علاوہ دیول کے اندر سولہ ستون ہین۔ اور غربی دروازے کو چھوڑ کر شمال و جنوب دو دروازے برآمدے پر جانے کے لیئے اور شرقی دیوار مین دو طرف دو دروازے دیول کی پشت پر جانے کے واسطے ہین۔ دیول کے شرقی ہی دیوار کے وسط مین چھوٹا سا حجرہ ہے جسمین ایک بڑا پتھر رکھا ہوا ہے۔ دیول کے بازو اور پشت پر جانب شرق چھوٹے چھوٹے پانچ دیول اور ہین۔ لیکن ان مین کوئی بت نہین ہے دیول کی اندرونی چھت اور ستونون پر قسم قسم کے گل بوٹے بیلین جنت در صورتین۔ اور صدہا طرح کے نقش و نگار کندہ ہین۔ ایک مقام پر شہد کی مکھیون کے چھتے اور سیکڑون مکھیان بنی ہوئی ہین۔ مکھیون کے پر دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اڑنے چاہتی ہین۔ کسی جگہ بچاری مالا کھٹکھٹا رہا ہے۔ اور ناے کے دانے سب جوڑ دھاگے سمیت ترشے ہوئے ہین۔ کہین دیو تخت سر پر اٹھائے ہوئے اڑا لیجا رہے ہین۔

خاص دیول او نندی کے دیول اور دروازے کی چھت پر انجن کی شبیہ اور صدر دروازے کے باہر شمال طرف جنوب رویہ بگھی گھوڑے سمیت اور بہلی اور ہاتھی وغیرہ کندہ ہین۔ غرض ہزارہا قسم کی صناعیان ہین۔ حیرت ہے کہ دیول کا دیول بے جوڑ

بغیر کسی نقص کے کیسے تراشا ہے جہان کہین جو نقش یا صورت بڑی یا چھوٹی کندہ کی ہے اُسمین ذرہ برابر نقصان پیدا نہین ہوا - اور کسی مقام سے پتھر کا چھوٹا سا بھی ٹکڑا علیحدہ نہین ہوا -

اندر سبھا ستار کی جھوپڑی - یہ دونون مکان اگرچہ وسعت مین رنگ محل سے بہت کم ہین لیکن صنعت اور دستکاری مین کسیطرح کم نہین -

بڑے بڑے سیاح جو دنیا کی قدیم یادگارین اور مشہور عمارتین دیکھکر یہان آتے ہین تو ایسے متاثر اور متحیر ہو جاتے ہین کہ تمام صناعیان اُن کی نظرون مین ہیچ معلوم ہونے لگتی ہین - حق یہ ہے کہ غار تراشان ملک تلنگ و کرناٹک نے صنعت اور حرفت اور فن عمارت مین اپنے کو بےنظیر ثابت کردیا ہے - مکرمی سید محمد عسکری صاحب کنتوری ضلع بارہ بنکی نے ساقی نامہ خلد آباد مین ان غارون کی تصویر نظم مین کھینچی ہے لہذا ہم اس موقع پر ساقی نامہ ہی کے چند اشعار پر غار ہائے ایلورہ کا ذکر ختم کرتے ہین -

کرونگا مین پہلے ایلورے کی سیر
کہ مملو بتون سے ہے یہ سارا دیر

ہزارون برس کی ہین یہ مورتین
مگر ہین عجب خوشنما صورتین

جو ہے سامنے کوہ گردون وقار
اسی کے تلے ہین ایلورے کے غار

نہین غار ہے نام یہ ستعار
عجائب غرائب ہین نقش و نگار

کہین ہیل بوٹے کہین نقش ہین
کہ حیرت فزا اور فرح بخش ہین

وہ غار تراشان ملک تلنگ
بنا جن کے ہاتھون بنا ہین قرطاس سنگ

مرقع بنایا عجب بےنظیر
کہ حیرت مین ہین سارے برنا و پیر

جو آتے ہین سیاح روم و فرنگ
وہ سب دیکھکر اُن کو ہوتے ہین دنگ

تراشے وہ پتھر مین نقش و نگار
کہ حیران ہے عقل ہر سادہ کار

بنایا عجب طرح کا بتکدہ
جسے دیکھکر سب ہین حیرت زدہ

برابر مکانون کی ہے اک قطار
کہ جنمین تصاویر ہین بے شمار

قرینے سے ہین سب بلند اور پست
کہین شیر غرّان کہین فیل مست

چکارے کہین اور کہین ہین ہرن
کہین ریچھ و بندر کہین مرد و زن

غضب کے تھے صنّاع خارا تراش
پہاڑون مین کی یہ تراشش و خراش

دکھائی ہین کیا صنعتین بے بہا
بنائی ہے اک سمت اندر سبھا

ہے کاریگری اس مین بے حدّ و حصر
تراشا ہے وان تخت دیہیم و چتر

بنایا ہے پریون کا جھرمٹ کہین
انیلی حسین چلبلی نازنین

جوانی کے عالم مین البیلیان
کرے ایک سے ایک اٹکھیلیان

ہین پریان کہین اور کہین دیو ہین
کہین ارجن و بھیم اور گیو ہین

بنایا ہے سارا حشم اور خدم
وہ اقبال و گُردان مست و دژم

کہین گرنا اور کہین گاؤ دم
کہین طبل و طاس اور دُنبہ خم

وہ خاصے کے گھوڑے وہ ساز و یراق
وہ زین اور پاکھر سے چوبند و چاق

وہ دُم سُم وہ کان اور کنوتی کی شان
مُہیّا ہے جولان گری بے گمان

کفل اور سینے وہ ابھرے ہوئے
کہین زین کے دامن اُلٹے ہوئے

کوئی اُن مین کوتل کسی پر سوار
کہین ایک دو اور کسی جا قطار

سوار ان کے منہ پر جھلم سر پہ خود
لیئے ہاتھ مین گرز و بان و عمود

ہے چلّے مین جوڑے ہوئے کوئی تیر
مخالف کو کرتا ہے کوئی اسیر

کسو نے پھینکتا ہے کسی پر کمند / تبرزین سے ہے کاٹتا کوئی بند

سپاہی باندھے ہوئے کوئی تیغ و سپر / کوئی گرز و گوپال و سیخ و تبر

جوان ہے کوئی اور کوئی پیر ہے / ہے خوش کوئی اور کوئی دلگیر ہے

دکھایا ہے نقش شبستان کہین / تماشا ہے سرو چراغان کہین

کوئی جاپ کرتا ہے مالا لیئے / کوئی ہے کھڑا مرگ چھالا لیئے

کہین ہین فقیر اور کہین ہین امیر / کہین پہلوان ہین کہین گوشہ گیر

کوئی دے رہا ہے کسی کو شراب / بجاتا ہے مردنگ کوئی رباب

ہے شادمان کوئی اور گاتا کوئی / ہے سارنگ و طبلہ بجاتا کوئی

بہن اور بھائی کا اک ماجرا / دکھایا ہے تصویر مین برملا

کہ ہے وجہ بھائی نے ماری جو لات / تو بس سٹر گیا پاؤن دیکھو یہ بات

پڑا ہے وہ ناچار اور شرمسار / وہ ہمشیر ہے اس کی تیمار دار

اسی طرح زانی کا ہے واقعہ / کہ ضم ہو گئے زانیہ و مزنیہ

کہین سانپ ہین پھن کو کھولے ہوئے / ہین بچھو کہین نیش تولے ہوئے

کہین گاؤ ہے اور کہین گاؤمیش / وہین ان کے نیچے بھی ہین گرد و پیش

ہین بیٹھے درختون پر جیسا پرند / بنائے ہین کیا خوشنما جوڑ بند

کوئی اپنی منقار کھولے ہوئے / ہے اڑنے کو پر کوئی تولے ہوئے

بعینہ کہیں جا بجا رقصان ہے مور / پپیہا کہین اور کہین ہے چکور

وہ اسطرح کندہ کیے ہین [illegible] / جو دیکھے وہ سمجھے کہ ہین بولتے

وہ یا بولتے بولتے سو گئے / کہ پتھر کے سب دفعتہ ہو گئے

کہ چتھرا گئی یہ سب ہی کی بھلا پھنسا کس طرح آ کے جنجال میں		وہ یا راجہ اندرسن کی بد دعا مگر خود ہے راجہ اسی حال میں
	طلسمات کا یہ بنایا ہے. دیر علیم اب کر وچل کے روضہ کی سیر	

غار ہائے ایلورہ سے بستی ایلورہ ایک میل سے کم فاصلے پر ہے شاہ داول کا چلہ بستی ہی میں ہے۔

بنگلیات سرکاری پر سے اگر ایلورہ کی طرف نظر کریں تو ایک وسیع مسطح میدان نظر آتا ہے۔ جسکا محیط تخمیناً تیس چالیس کوس سے کم نہوگا۔

سرکار عالی دام اقبالہ کی طرف سے غاروں کی صفائی اکثر ہوا کرتی ہے۔ سالانہ مقطعہ (ٹھیکہ) دیدیا جاتا ہے۔ مقطعہ دار ہر شخص سے ایک آنہ کلدار یا سات پیسے عالمگیری لیتا ہے۔

غار ہائے ایلورہ دیکھکر سڑک سے ہوتے ہوئے اگر ہم حضرت منتجب الدین صاحب کی درگاہ کے شرقی میدان میں واپس آئیں تو قدیم یادگاروں میں ایک باؤلی اور اسی کے قریب قریب ہر چہار طرف سلاطین نظام شاہیوں کے (۵) گنبد اور دو چبوترے دیکھنے میں آئینگے ان ہی گنبدوں میں ایک گنبد دولت خان ناظر کا بھی ہے۔ جس نے حضرت جلال الدین صاحب گنجروان کی درگاہ سے باہر گوشۂ شمال وشرق میں مسجد تعمیر کرائی ہے۔ باؤلی مذکورہ کے بانیہ کا نام سونا بائی ہے۔ اور اسی لیئے وہ سونا باؤلی مشہور ہے۔ یہ وہی سونا بائی ہے جسکی نسبت مشہور ہے کہ حضرت منتجب الدین صاحب کے تصرف سے ایمان لائی تھی۔ سونا بائی کی

قبر منتجب الدین صاحب کے گنبد سے پچھم ہے مشہور ہے کہ سونا بائی کا باپ ایک ہندو رئیس اور اس نواح کا حاکم تھا۔ سونا بائی کے سوا اُس کی تین بیٹیاں۔ بادلہ بائی ڈاک بائی۔ کوٹھا بائی اور بھی تھیں۔

ان لڑکیوں نے اطراف خلدآباد میں اپنے اپنے نام سے چار باؤلیاں کھدوائیں جنمیں سونا باؤلی نہایت عمیق اور ڈاک باؤلی عریض وطویل ہے افسوس ہے کہ سونا باؤلی میں زیادہ عمق ہونے پر زندہ چشمہ (سوت) نہیں ہے۔ بارش کا پانی منڈی ٹیکری وغیرہ سے بہکر آجاتا ہے اور وہی درگاہ والوں کے لیئے بکار آمد ہوتا ہے۔ باقی تین باؤلیوں میں ایسے جاری چشمے ہیں جن سے کہیتوں کی سیرابی اچھی طرح سے ہوتی ہو۔

سونا باؤلی کے جنوب ذرا شرق دبتے ہوئے جو گنبد ہیں اُسکے خاص جنوب ایک مربع چبوترہ ہے۔ جو موتی چوک کہلاتا ہے۔ اِس چبوترے کے علاوہ اور بھی تین چبوترے موتی چوک مشہور ہیں۔ منتجب الدین صاحب کے عرس میں سابق الذکر چبوترے پر چشتیہ اور قادریہ خاندان کے فقرا (جنکو بانوا اور باقید کہتے ہیں) اور آلکھشان کے گنبد کے سامنے دو چبوتروں پر حضرات جلالی اور رفاعی اور پیر بدر الدین صاحب نولکھی کی مسجد سے ہوڑے کے دامن دامن میں کمان تک چوتھے چبوترے پر اہلِ طبقات کے فقرا ٹھرا کرتے ہیں۔

اہل طبقات حضرت بدیع الدین صاحب زندہ شاہ مدار اور جلالی حضرت جلال الدین بخاری صاحب اور رفاعی حضرت سید احمد کبیر صاحب کے سلسلے سے کہلاتے ہیں۔ اہل طبقات سمو کل حسین شاہ صاحب سرگروہ بہت بڑے بزرگ شاہ اورنگ زیب غازی کے عہد حکومت میں گزرے ہیں۔ جنکا مزار پانگرے دروازے سے باہر بدر باؤلی کے

قریب ہے۔ شاہ صاحب کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ اُسی سلسلہ مین حضرت برہان شاہ صاحب اور جنت علی شاہ صاحب خلدآباد کے فقرا مین بہت غنیمت اور اہل ہین۔

منتجب الدین صاحب کے عرس کے اختتام پر موتی چوک کے چبوترون پر ٹھہرنے والون کو درگاہ سے کچھ نقد ملا کرتا ہے۔ جس کو درویشون کی اصطلاح مین ذرہ کہتے ہین۔

موتی چوک کے اُس چبوترے سے (جسپر بانوا اور باقید فقرا ٹھہرا کرتے ہین) جنوب سید رسان صاحب کا مزار ہے سید صاحب سعد نبر کے رہنے والے تھے اتفاق زمانے سے خلدآباد آگئے اور اِس قسم کے اسباب پیش آئے کہ اُنہون نے اپنا تکاہ موضع کاغذی پورہ مین (جو خلدآباد سے جانب جنوب دو میل ہے) کر لیا۔ سیّد صاحب کی اولاد سے دو صاحبزادے اِسوقت موجود ہین۔ بڑے کا نام سیّد فیض رسان اور چھوٹے کا نام سید عبدالکریم صاحب ہے۔ دونون صاحب نہایت خلیق اور نیک ہین۔

سید رسان صاحب کاسب اور شاغل تھے۔ بمبئی اور اطراف خُلدآباد کے اکثر لوگ اُنکو مُرید تھے۔ ۲۴۔ رمضان ۱۳۱۱ھ ہجری مین انتقال فرمایا۔ قبر کا چبوترہ سنگی ہے جسکے سرھانے کتبہ کندہ ہے۔

<table>
<tr><td colspan="2">بسم اللہ الرحمن الرحیم</td></tr>
<tr><td>پیر کامل ہادی راہ خدا</td><td>واصل حق پیشوائے عارفان</td></tr>
<tr><td>کرد چون رحلت شد این تاریخ او</td><td>قطب جنت آشیان سید رسان</td></tr>
<tr><td colspan="2">سوسی</td></tr>
</table>

بادسے دین حاجیئے سید رسان	رخت بر بستہ بسوئے آخرت
سال ترحیلش بگو اند شاعرے	چون ز دنیا خویشتن را در نہفت
در زمین پاک خلد آباد خفت	داخل فردوس شد حاجی بگفت

دیگر

اللّٰہم صل علی محمد و آل محمد

باخدائی مصطفےٰ از نسل پاک حیدری	چون بخلد آباد شد صایم رسیدہ این ندا
حاجی فضل نشان حق ز دینشان گستری	مقبرہ انوار ہا سید رسان قادری

[illegible]

منصبہ حاجی محمد افضل الدین عرف باپا میان خادم غفرہ اللہ ذنوبہ

کتبہ عاصی احمد اللہ خان

سید رسان صاحب کے مزار کے گوشۂ غرب وجنوب مین شاہزادہ آنکسخان[1] برادر رضاعی طاہر خان کی قبر کا گنبد ہے۔ جسکے دروازے پر یہ کتبہ ہے۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵

خان عالیشان ۔ رفیع القدر والمکان آخوند میر آنکسخان سخی ابن سخی آنکسخان۔

خلدآباد کی تمام عمارتون کا پتھر سیاہ رتیلا اور خام ہے اسوجہ سے بہت سی عمارتین ڈھا گئی ہین اور جو باقی ہین اور جسکی کبھی شکست وریخت نہین ہوئی اُن کا بھی شمار گرے ہوؤن مین ہے۔ سونا بادلی کے قریب قریب کے گنبدونمین آنکسخان کا گنبد بہت ہی شکست ہے۔

آنکسخان کے گنبد سے اگر ہم بستی (خلدآباد) کا رخ کرین تو چند قدم چلکر ایک ایسی

[1] آنکسخان اور طاہر خان سلاطین نظام شاہیہ کے شاہزادون مین ہین ۔ از تاریخ فرشتہ۔

کمان مین داخل ہون گے جو میان (منتجب الدین) کی کمان کہلاتی ہے۔
کمان سے ملی ہوئی جانب شرق غرب رویہ دو درجے کی عمارت ہے مشہور ہے کہ
پچھلا درجہ ملک عنبر کا بنایا ہوا ہے اور اگلا درجہ (سائبان) اتین صاحب سابق تعلقدار
(کلکٹر) اورنگ آباد نے بنوایا ہے۔ اب یہ عمارت اتین صاحب کے آبدارخانے کے
نام سے مشہور ہے۔
کمان مذکورہ دو پہاڑی ٹیکریون کے درمیان ہے پچھم کی ٹیکری کوہ ہوڑا۔ اور
پورب کی منڈی ٹیکری کہلاتی ہے۔ ہوڑا لفظ مرہٹی ہے اسکی اصل اوڑھا تھی
جسکے معنے نالے کے ہین چونکہ اس پہاڑی کے جنوب و مغرب نالہ ہے اسلیے اوڑھا
کے نام سے منسوب ہے۔ اوڑھا ہوتے ہوتے ہوڑا ہوگیا۔
کوہ اوڑھا پر بھی دو چار قبرین ہین اور حضرت منتجب الدین صاحب کے چلہ گاہ
کے علاوہ ایک مسجد ہے۔ مسجد کی چھت گر گئی ہے صرف دیوارین کھڑی ہین۔ یہ
یادگار قابل مرمت ہے۔
خلدآباد کے دوسرے پہاڑون کی مانند منڈی ٹیکری پر روئیدگی نہین ہے اور
اسی سبب سے اسکو منڈی ٹیکری کہتے ہین۔ ٹیکری کی چوٹی پر چھوٹا سا املی کا
ایک درخت ہے۔
منڈی ٹیکری کے شمال دامن مین کمال الدین حاجب الخیرات صاحب کی قبر ہے۔
کمان سے باہر بستی کیطرف سڑک سے پورب بڑ کے درخت کے نیچے حضرت سید کبیر
صاحب منتجب الدین صاحب کے استاد دوم کی قبر ہے۔

خواجہ حسین و خواجہ عمرو صاحب

سڑک سے پچھم تخمیناً (۲۰۰) قدم کے فاصلے پر خواجہ حسین اور خواجہ عمرو صاحب کی درگاہ ہے۔ دونون صاحبون کے والد بزرگوار کا نام خواجہ محمود ہے جو شیراز کے رہنے والے تھے۔ آنکا مزار شیراز ہی مین ہے۔

خواجہ حسین صاحب بڑے اور خواجہ عمرو صاحب چھوٹے تھے تجارت کے سبب دونون بھائی کمال ثروت سے بسر کرتے تھے۔ خواجہ عمرو صاحب لاولد فوت ہوئے اور خواجہ حسین صاحب سے حضرت سید زین الدین صاحب پیدا ہوئے۔ خواجہ حسین اور خواجہ عمرو دونون حضرت نظام الدین اولیا صاحب کے مرید تھے۔ جب سید زین الدین صاحب شیراز سے حرمین شریفین کی زیارت کو تشریف لے گئے اور زیارت مکے بعد دہلی آئے۔ خواجہ حسین صاحب کو فرزند دلبند کے دیکھنے کا شوق ہوا اور بمقتضائے محبت پدری تمام اہلبیت سے دہلی آکر فرزند دلبند کے دیدار سے آنکھون کو روشن کیا اور حادثہ دہلی مین دیوگیر (دولت آباد) آئے ۲۷ شعبان ۷۳۳ھ مین انتقال فرمایا۔ یافت ابراہیم مادہ تاریخ ہے۔ خواجہ حسین اور خواجہ عمرو صاحب کی قبر پر گنبد ہے اور گنبد چار دیواری سے گھرا ہوا ہے۔ درگاہ کے غرب نالہ اور جنوب قبرستان اور شرق سڑک اور شمال ہوٹے کا دامن ہے۔

چونکہ درگاہ مذکورہ دامن پہاڑ مین ہے لہذا اگر کوئی راستہ چلنے والا درگاہ کے مقابل سڑک پر کھڑا ہو کر کسی قسم کی آواز دیتا ہے تو گنبد کی آواز کے مانند پلٹ کر سنائی دیتی ہے اور اس آواز کو جہّال کرامت پر محمول کرتے ہین۔ درگاہ کا تعلق ...

سے ہے اور دو احاطون پر منقسم ہے۔

پہلے احاطے مین گنبد اور اُس سے پچھم مسجد اور گنبد کے سامنے سیدانی صاحبہ کا مزار ہے۔ اِس احاطہ کی مسجد سیدانی صاحبہ کی تعمیر سے ہے۔

دوسرا احاطہ پہلے احاطہ سے بہت بڑا ہے غربی حد مین پختہ لداوی کا مین باقی تین طرف دیوارین ہین۔ احاطے کے گوشۂ غرب و جنوب مین شاہ پیارے صاحب کا مزار ہے شاہ صاحب ہی نے یہ احاطہ بنوایا ہے۔

خواجہ حسین اور خواجہ عمر صاحب کا عُرس ۲۷ شعبان کو ہوتا ہے۔ نذر و نیاز حد خورد کا حصہ ہے۔

درگاہ سے جنوب اندازاً (۲۰۰) قدم کے فاصلے سے عیدگاہ ہے۔ عیدگاہ وسیع ہے کئی ہزار آدمی نماز ادا کرسکتے ہین۔ ۔خواجہ حسین صاحب کی

درگاہ سے پورب تھوڑا جنوب ہٹتا ہوا پانگرہ تالاب ہے۔ پہاڑی ٹیکریان تین طرف سے ملگئی ہین صرف جنوب طرف پتھر اور چونہ سے محدود کردیا گیا ہے۔ تالاب پانگرہ سے ملا ہوا دوسرا تالاب گوشۂ جنوب و شرق مین ہے جسکو ہوڑی کہتے ہین کہنے کو تو یہ تالاب ہے لیکن حقیقت مین تھوڑی زمین اُفتادہ ہے چونکہ یہ زمین ذرا پستی مین ہے اِس لیے بارش کا پانی جمع ہو جاتا ہے اور بارش کے بعد مہینے دو مہینے مین جلد خشک ہو جاتا ہے۔

تالاب پانگرے مین ایک کنوان ہے جسکو عام بول چال مین جھرہ کہتے ہین۔ خلدآباد کے کنوؤن مین یہ بہت غنیمت ہے اسکا پانی نہایت شیرین ہوتا ہے۔ بستی والوکو دوسرے چشمون کی نسبت اِس سے بہت مدد ملتی ہے۔ سچ یہ ہے کہ یہ لال شاہ

میان ان کا تصرف ہے لال شاہ میان مجذوب فقیر تھے - حال مین اُنکا وصال ہوا ہے
مقبرہ بالنہ مین ہے -
[illegible] مین ایک گنبد اور خاص جنوب باغ منعم ہے جسکا
ذکر عمارات مین آگیا ہے -
باغ منعم سے پورب سڑک اور سڑک سے ملی ہوئی پورب طرف بدر باؤلی اور باؤلی
سے گوشہ شرق وشمال مین گل حسین شاہ صاحب کے مزار کا چبوترہ ہے -

ذکر سلطان العارفین سراج السالکین حضرت برہان الدین اولیا صاحب قدس سرہٗ

نسبا اور شیختا برہان الدین اولیا صاحب کا سلسلہ منتجب الدین صاحب کے سلسلے
سے بالکل ملتا جلتا ہے - اِس لیئے طوالت کے سبب سے ہم اُس کا اعادہ نہین
کرتے ہین -
برہان الدین اولیا صاحب ۶۵۴ھ ہجری مین ہند کے شہر ہانسی مین پیدا ہوئے لڑکپن
مین آپ کے دوست اپنے جلسہ مین آپ کو بُرہانی کہکر پکارتے تھے -

غریب سے ملقب ہونا اور بالکلیہ فقر پر توجہ کرنا

کیمیا سیکھنے کا شوق تھا اور شیخ کامل کی ہمیشہ تلاش رہتی تھی - کچھ بشوق کیمیا اور زیادہ تر
بتلاشش پیر جب ہانسی سے دہلی آئے تو اوقات عزیزہ کو غریبانہ حالت سے بسر کرتے
تھے - سید زین الدین صاحب فرماتے ہین کہ شیخ برہان الدین جسوقت ہانسی سے
دہلی آئے ایک مسجد مین جو قریب پل واقع ہوئی تھی - ٹھہرے - حق تعالےٰ نے اُنکو

قدمون کی برکت سے اُسکو روشن فرمایا اور خلق خدا بکثرت رجوع ہوئی۔
اُسی زمانہ مین سلطان المشایخ نظام الدین اولیا صاحب کے فقر کا چرچا رسو غلغلہ اور دسترخوان
عام اور باورچیخانے کا قلمرو ہند مین شہرہ تھا۔ برہان الدین اولیا صاحب نے سلطان المشایخ
کا کمال اور فیض عام سُنکر دل مین تصور کیا کہ توکل پر اسقدر دسترخوان کی وسعت جو کسی شاہ
یا شہنشاہ کی نہین ہوسکتی ہے بغیر کیمیا یا دست غیب ممکن نہین ہے اور یہ دونون باتین
فقر سے خالی نہین ہین ؎

کیمیا و سیمیا و ریمیا	این ندانند جز بذات اولیا

لیکن اسکی خبر ہی نہ تھی کہ یہان زبان کیمیا ہے اور دسترخوان افضال آلہی سے ہو
اِسی خیال مین سلطان المشایخ کی خانقاہ مین حاضر ہوئے۔ اقبال خادم نے اِس رعایت
سے کہ آپ اوقات عزیز کو غریبانہ بسر کرتے تھے۔ سلطان المشایخ سے عرض کی کہ برہان الدین
غریب حاضر ہین۔ سلطان المشایخ نے فرمایا کہ عام خلق اُن سے آشنا ہوگئی ابھی
تک وہ غریب ہین اُسی دن سے آپ غریب سے ملقب ہوئے۔ رکن الدین صاحب
نے خوب کہا ہے ؎

غریب است این محبت حق بدنیا	حبیب اللہ فی الدنیا غریب

رفتہ رفتہ سلطان المشایخ کی خدمت مین تقرب خاص ہوا۔ چند روز بعد سلطان
المشایخ نے کشف باطنی سے ارادہ معلوم کرکے باورچیخانہ کی خدمت سپرد کی۔ ایکروز
سلطان المشایخ باورچیخانہ تشریف لائے اور فرمایا کہ برہان الدین استنجے کے واسطے مٹی کا
ڈھیلا لاؤ۔ مولانا غریب ڈھیلے کی تلاش مین باورچیخانہ سے باہر آئے اور ایک مقام
سے مٹی کا ڈھیلا اُٹھایا۔ بمجرد اُٹھانے کے وہ سونے کا نظر آیا۔ مولانا صاحب نے فوراً

پھینکدیا اور دوسرا اُٹھایا وہ بھی سونا معلوم ہوا۔ اوسکو بھی پھینکا اور آگے بڑھے یہانتک کہ ڈھیلے کی تلاش مین دُور تک نکل گئے اور جس مقام سے جو مٹی کا ڈھیلا اُٹھایا سونا ہی نظر آیا۔ جب کوئی ڈھیلا نہ ملا مجبور ہو کر سُلطان المشایخ کے حضور مین حاضر ہو کر حقیقت عرض کی۔ سُلطان المشایخ نے فرمایا کہ برہان الدین جو شئے کہ استنجے کے بھی کام نہ آسئے اُسکی خواہش عبث ہے۔ مولانا صاحب نے اُسیوقت کیمیا سیکھنے کے خیال سے توبہ کی اور فقر کی طرف متوجہ ہوئے۔

ارادت کے متعلق صاف پتہ نہین چلتا کہ کس تاریخ کو ہوئی لیکن اِسقدر تو سب کے نزدیک مُسلّم ہے کہ سنہ ۶۹۳ ہجری مین سُلطان المشایخ کے مُریدون مین داخل ہوئے تحقیقات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیخ برہان الدین سُلطان المشایخ کے تمام مُریدون اور معتقدون سے ممتاز اور نمبر اول مانے جاتے ہین۔

محمد قاسم صاحب راوی ہین کہ جب سُلطان المشایخ نے غیاث پور مضافات دہلی مین سکونت فرمائی اُسوقت صرف دو صاحب ایک شیخ برہان الدین اولیا اور دوسرے شیخ کمال الدین یعقوب[1] اُن کی خدمت مین تھے اور یہ دونون صاحب سُلطان المشایخ کے دوسرے خلفاؤن سے پہلے اِرادت اور خلافت سے سرفراز ہوکر کسب اور ریاضت مین مشغول ہوئے۔

شیخ برہان الدین اولیا صاحب خود فرماتے ہین کہ بیعت کے قبل مین نے اکیروز خواب دیکھا کہ خندق مین گر پڑا ہون ہرچند کوشش کرتا ہون لیکن باہر نہین نکلسکتا۔ یکایک سُلطان المشایخ نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ مین دیکر باہر نکالا۔ جب مین بیعت سے مشرف ہوا

---

[1] پٹن گجرات مین مدفون ہین۔

خواب کو بیان کیا۔ فرمایا مین نے اُسی روز تجھکو اپنا ہاتھ دیا تھا۔
شیخ علی زنبیلی اور ملک نصرت کی شکایت سے سُلطان المشایخ کو مولانا غریب سے چند روز شکر رنجی بھی ہوگئی تھی۔ آخر کو خواجہ خسرو کے التماس سے صفائی اور تجدید بیعت سے سرفرازی ہوئی۔ سید محمد صاحب نے اِس واقعہ کو اسطرح سے لکھا ہے کہ حضرت برہان الدین اولیا حب غریب جثہ نہایت نحیف تھے۔ جب سن شریف ستر برس کو پہونچا۔ شیخ کی آتش محبت اور ریاضت نے اور بھی ضعیف کر دیا۔ غایت ضعف سے گھر مین کمل کو دو تہ کرکے بیٹھا کرتے تھے۔ ایک روز شیخ علی زنبیلی اور ملک نصرت نے سُلطان المشایخ سے جاکر کہا کہ برہان الدین غریب ایک کمل بیچے اور ایک خرقہ مشایخانہ کندھے پر ڈالکر شیخی کے سجادے پر بیٹھتے ہین اور پیران طریقت اور اپنے شیخ کی رعایت ملحوظ نہین رکھتے۔ سُلطان المشایخ یہ سُنکر بہت ناراض ہوئے اور جسوقت مولانا غریب اُن کے سامنے حاضر ہوئے بات نہین کی۔ مولانا صاحب پائبوسی کے بعد جماعتخانے مین آئے اُسیوقت اقبال خادم نے حسب الحکم سُلطان المشایخ مولانا صاحب سے آکر کہا کہ آپ اِسیوقت یہان سے گھر جائیے۔ مولانا صاحب متحیر ہوئے کہ یہ کیا واقعہ ہوا ؎

ما چہ کردیم دگر بار کہ سفیرین لب دوست	سخن باز نمی باشد وچشم از نازش

آخر کر جماعت خانے سے اُٹھکر ابراہیم طشت دار کے مکان مین آئے اور دو روز وہین رہے۔ ابراہیم صاحب نے خیال کیا کہ اگر یہ خبر سُلطان المشایخ کے گوش گزار ہوئی کہ برہان الدین غریب میرے گھر مین ہین تو مجھپہ بھی آزردگی کا سبب ہوگا

ملک تلہ دو دن سلطان المشایخ کے مریدون اور سلطان علاء الدین کے عزیزون سے تھے ۱۲

مولانا غریب سے اِشارتاً و کنایتاً اپنا منشا ظاہر کیا ناچار برہان الدین اولیا صاحب وہانسی اُٹھکر حیران و پریشان گھر مین آئے۔ سلطان المشائخ کی اِس برہمی سے برہان الدین اولیا صاحب کی حالت چندہی روز مین بہت نزار ہوگئی۔ رات دِن روسنے کے سوا دوسرا کام نہ تھا۔ شہر کے اکثر لوگ جو مولانا صاحب کے رفقا تھے۔ اِس خبر کو سنکر ہمدردی کو آتے تھے اور مولانا صاحب کو روتا دیکھکر خود بھی بیتاب ہو جاتے تھے آخر کو ایک روز خواجہ خسرو علیہ الرحمہ نے سلطان المشائخ سے عرض کی۔ کہ برہان الدین غریب آنجناب کے صادق مریدون اور معتقد بندون سے ہین۔ چونکہ وہ ضعف پیری اور درد زانو سے بورئے پر بیٹھ نہین سکتے تھے۔ اسلیے کمل کو دو تہ کرکے بچھا یا تھا۔ اُمیدوار ہون کہ اُنکا قصور معاف ہو۔ اِس تقریر کے علاوہ خواجہ صاحب نے ہر پہلو سے معافی چاہی لیکن اُسوقت معرض قبول مین نہ آئی۔ جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تب خواجہ صاحب نے اور سب دوستون سے مشورہ کیا۔ اِتفاق اِسپر ہوا کہ خواجہ صاحب پگڑی گردن مین ڈالکر شیخ کے سامنے بندیون کی صورت مین حاضر ہوکر معافی چاہین۔ چونکہ خواجہ صاحب کو مولانا غریب سے قلبی اِتحاد تھا۔ اِس لیئے حسب مشورہ احباب پگڑی گردن مین ڈالکر شیخ کے سامنے حاضر ہوئے۔ سلطان المشائخ نے پوچھا اسے ترک کیا ہے۔ خواجہ صاحب نے عرض کی کہ برہان الدین کے قصور کی معافی چاہتا ہون۔ سلطان المشائخ نے فرمایا وہ کہان ہین۔ لاؤ اُس کے بعد مولانا غریب اور خواجہ خسرو گردن مین پگڑی ڈالے ہوئے شیخ کے سامنے آئے اور جس مقام پر کہ جوتے اُتارے جاتے تھے۔ کھڑے ہوئے۔ سلطان المشائخ نے خوش ہوکر مولانا غریب کو تجدید بیعت سے سرفراز کیا۔

لیکن تاریخ فرشتہ مین یہ روایت اسطرح دیکھنے مین آئی ہے۔ کہ ابتدا مین
نظام الدین اولیا صاحب کا مطبخ برہان الدین اولیا صاحب کے حوالے تھا۔
اکیروز برہان الدین اولیا مطبخ مین گچ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ سردی نے غلبہ کیا آپنے
اُس کپڑے کو جو کندھے پر پڑا ہوا تھا نیچے بچھایا اور اُسپر بیٹھے اُسیوقت کسی نے
سلطان المشایخ سے جاکر کہا کہ مولانا غریب نے بارچینانے مین تہالچہ بچھایا ہے
سلطان المشایخ نے فرمایا بے ادبی کی ہے۔ ابھی سر مین ہوس باقی ہے۔ ہمارے
سامنے مت آئیدو۔ جب مولانا غریب کو یہ خبر ہوئی۔ شیخ کی جدائی سے بیتاب ہوئے
کئی بار احبابون سے شفاعت چاہی لیکن کسی نے کوشش نہیکی اور کوئی تدبیر مفید نہوئی
آخر کو خواجہ خسرو صاحب سے کہا۔ خواجہ صاحب نے اپنی پگڑی برہان الدین اولیا
صاحب کی گردن مین ڈالکر اُسی طرح شیخ کے سامنے پیش کیا۔ سلطان المشایخ اُسوقت
سر پر ٹیڑھی ٹوپی رکھے ہوئے وضو کر رہے تھے۔ خواجہ صاحب نے سامنا ہوتے ہی
فی البدیہہ یہ بیت پڑھی ے

ہر قوم راست راہے دینے وقبلہ گاہے		من قبلہ راست کردم بر سمت کجکلاہے

سلطان المشایخ بہت خوش ہوئے اور اُٹھکر دونونکو بغل مین لیا۔
اِسبات مین توسب متفق ہین کہ شیخ برہان الدین غریب بہیئت مجموعی برادران طریقت
سے دولت آباد وارد ہوئے لیکن اِس امر مین اختلاف ہے کہ آیا نظام الدین
اولیا صاحب کے قید حیات مین دہلی سے آئے یا وفات کے بعد تخریب دہلی مین
ہجرت کی۔ محمد قاسم صاحب نے اِسبارے مین دو روایتین لکھی ہین۔
جب سلطان المشایخ نظام الدین اولیا صاحب کی عمر (۹۵) برس کی ہوئی اور

آخر وقت (۷) ماہ حبس بول مین گزرے - ایک روز اقبال خادم سے فرمایا کہ نقد اور
جنس سے جو کچھ ہے حاضر کر - اقبال نے عرض کی کہ نقد فتوح سے جو روزانہ آتا ہی
خرچ ہو جاتا ہے - لیکن چند ہزار من غلہ لنگر کے واسطے انبارخانے مین موجود ہے -
سلطان المشایخ نے فرمایا کہ اس مردہ ریگ کو کیون رکھا ہے - آج ہی نکلوا کر تقسیم کر -
اُسکے بعد کپڑون کی گٹھری طلب کی اور اُسمین سے ایک دستار اور ایک پیراہن اور
مصلیٰ برہان الدین اولیا صاحب کو مرحمت کرکے دکن رخصت کیا -
جسروز منتجب الدین صاحب دولت آباد مین فوت ہوئے اُسیروز سلطان المشایخ نے
برہان الدین اولیا صاحب سے پوچھا کہ تمہارے بھائی منتجب الدین کی کیا عمر تھی -
برہان الدین اولیا صاحب نے فراست باطنی اور خدا داد عقل سے سمجھا کہ منتجب الدین کا انتقال
ہوا - اُسکے بعد برہان الدین اولیا صاحب گھر مین آکر تعزیت مین بیٹھے - دوسرے روز
سلطان المشایخ زیارت کے لیے برہان الدین اولیا صاحب کے مکان پر آئے اور
اپنی وفات سے چند روز پہلے برہان الدین اولیا صاحب کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرماکے
دکن رخصت کیا - صاحب فتوح الاولیا نے محمد قاسم صاحب کی اس اگلی روایت کی
تطبیق کی ہے لیکن ذرا تفصیل سے لکھا ہے جسکو ہم بجنسہ نقل کرتے ہین -
جسروز کہ شاہ منتجب الدین شاہ دکن فوت ہوئے سلطان المشایخ وضو کر رہے تھے اور
برہان الدین اولیا صاحب بآئین خدمتگاری آفتابہ لیئے ہوئے پانی ڈال رہے تھے
یکایک سلطان المشایخ نے پوچھا کہ تمہارے بھائی منتجب الدین تم سے چھوٹے تھے
یا بڑے - برہان الدین اولیا صاحب نے شیخ کے اشارے سے فوراً معلوم کیا -
کہ منتجب الدین کا انتقال ہوا - دوسرے روز سوم کی زیارت کا سامان فراہم کرکے

مجلس مین حاضر کیا۔ حاضرین نے براہ استعجاب فراہمی سامان سوم کا سبب پوچھا برہان الدین اولیا صاحب نے کہا کہ کل شیخ کی زبان مبارک سے ارشاد ہوا تھا کہ منتجب الدین تمھارے بھائی تم سے چھوٹے تھے یا بڑے۔ مینے اپنی عقل سے سمجھا کہ منتجب الدین کا انتقال ہوا۔ اسواسطے کہ لفظ تھا زمانۂ گذشتہ پر دلالت کرتا ہے۔ برخاست مجلس کے بعد سلطان المشائخ نے برہان الدین اولیا صاحب سے کہا کہ ہمنے تمکو منتجب الدین کی جگہہ مقرر کیا۔ تمکو چاہیئے کہ دولت آباد چلے جاؤ۔ شیخ کا ارشاد قبول کر کے برہان الدین اولیا صاحب خاموش ہوئے لیکن شیخ کی مفارقت کے خیال نے چہرہ پر آزردگی کے نشان پیدا کئے تاہم آداب کے لحاظ سے کچھہ کہنے سننے کی جرارت نہوئی۔ سلطان المشائخ نے یہ حالت دیکھکر سکوت کا سبب استفسار کیا۔ برہان الدین اولیا صاحب نے عرض کی کہ نعلین مبارک سے جدا ہوجاؤنگا۔ سلطان المشائخ نے فرمایا نعلین بھی ہمراہ لیجاؤ۔ اس مرحمت خاص سے نعلین مبارک سر پر رکھین۔ لیکن ساتھہ ہی درد مفارقت نے اسقدر بیتاب کر دیا کہ باوصف کمال وقار اور تمکین کے دل قبضۂ اختیار سے جاتا رہا اور اشک الم دیدۂ پُرنم سے جاری ہوگئے۔ جب سلطان المشائخ نے یہ حال مشاہدہ کیا فرمایا آخر تمکو جانے مین پس و پیش کیون ہے۔ برہان الدین اولیا صاحب نے بعجز و انکسار عرض کی کہ مین اس مجلس سے منزلون دور ہوجاؤنگا۔ سلطان المشائخ نے بنظر التفات کہا کہ یہ تمام خلفا جو اس مجلس مین بیٹھے ہین ہمنے تم کو دیئے۔ تم اپنے ساتھہ لیجاؤ۔ اس کے بعد صاحب فتوح الاولیا لکھتے ہین کہ بعضے مورخ کہتے ہین کہ وہ سب (۷۰۰) تھے اور بعضے کہتے ہین کہ (۱۴۰۰) تھے منجملہ اُنکے امیر حسن علاء سنجری۔ شیخ کمال خجندی۔ شیخ جام۔ شیخ فخر الدین وغیرہ وغیرہ تھے۔

سلہ ملا قاسم صاحب نے (۱۴۰۰) کی تعداد لکھی ہے۔

شیخ برہان الدین اولیا صاحب نے چارو ناچار سفر کی تیاری کی لیکن ایک مرتبہ شیخ کیخدمت مین رہنے کی آخری کوشش اور کی اور التماس کیا کہ جناب کی جدائی سخت شاق ہے۔ سلطان المشایخ نے چند ساعت مراقبہ کرکے کہا کہ برہان الدین تم برابر دکن چلے جاؤ اور اطمینان رکھو کہ میرے تمہارے درمیان کوئی پردہ نہوگا ؎

گر باشی پیش منی در یمنی		در پیش منی پیش منی در یمنی

فتوح مین ہمیشہ لاردّ ولاکدّ ولاکدّ رہنا۔ رخصت کے وقت سلطان المشایخ نے خرقہاے خلافت اورنعمت باطنی سرفراز فرمانے کے سوا پانچ نصیحتین کین۔

(۱) جو خرقہاے خلافت کہ تمکو امانتاً دیئے گئے ہین مولانا داؤد حسین (سید زین الدین) کو پہونچانا۔

(۲) والدہ کی خوشی ہرکام پر مقدم رکھنا۔ اور اُسکو رحمت حق تصور کرنا۔

(۳) جمعہ کی نماز ترک نہ کرنا۔

(۴) ہمیشہ مجرد رہنا۔

(۵) میری پیرزادی صاحبہ کی خدمت اور خبر گیری سے (جو دولت آباد مین ہین) غافل نہ رہنا۔

الغرض شیخ برہان الدین اولیا صاحب مسکن مالوف اور پیر کے آستانے سے ہجرت کرکے دولت آباد روانہ ہوئے۔ قطع مراحل اور منازل کے بعد ایکروز ایک جنگل فرح بخش مین ایک گانون نظر سے گزرا رات کو وہین آپ نے قیام کیا اس موضع کے کنارے تاپتی ندی مین ایک پتھر پر بیٹھکر وضو کیا۔ اور وہین نماز جماعت سے ادا کرکے

ـلہ جسوقت عرش آشیانی جلال الدین محمد اکبر شاہ نے ۱۰۰۸ھ ہجری مین قلعہ آسیر گڈھ (بقیہ صفحہ آیندہ)

یہ دُعا کی کہ خدایا اِس مقام پر ایک شہر آباد کر چنانچہ دعاے خاص اجابت کو پہنچی اور
چند روز بعد وہ مقام آباد ہو کر برہان پور[1] مشہور ہوا - نماز صبح پڑھکر وہان سے کوچ کیا
اور چند روز بعد ۷۱۵ھ ہجری اور بروایت دیگر ۷۲۱ھ ہجری مین دولت آباد مین قدم رنجہ
فرماکر وہان کے ساکنین اور متوطنین اور علما و فقرا کو اپنے لقائے باصفا سے مشرف کیا
اور بموجب فرمودہ سلطان المشایخ بہت سے فتوحات جسکو آپ نے بلا ردّ و بلاکد و
بلا تمنّا منظور کیا - حاصل ہوئے یہ ہے روایت فتوح الاولیا کی - لیکن صاحب سیر الاولیاؒ
نے خلافت کی نسبت جو روایت کی ہے وہ اِس عبارت سے بالکل جُدا ہے -
جب سلطان المشایخ نے خاص خاص مریدون کو خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا -
سید خاموش[2] اور خواجہ مبشر نے سید حسین صاحب سے کہا کہ شیخ برہان الدین
باوجودیکہ سلطان المشایخ کے اسبق مریدون اور ممتاز خدامون سے ہین لیکن کیا وجہ
کہ ابھی تک وہ خرقہ خلافت سے سرفراز نہین ہوئے - آؤ ہم آنکی خلافت کا ذکر
سلطان المشایخ سے کرین - آخر کو سبھون نے اقبال سے کہا - اقبال نے
ایکروز فرصت کیوقت کہ اُسوقت سید خاموش بھی موجود تھے اور سلطان المشایخ
چھپر کھٹ پر لحاف اوڑھے ہوئے آرام فرما رہے تھے لیکن چہرہ مبارک کھلا
ہوا تھا - سلطان المشایخ سے عرض کی کہ برہان الدین غریب خادم قدیم پائبوسی کو

(بقیہ صفحہ ۱۲۰) نیچ کہا اِس پتھر کو ترشوا کر ہاتھی کی صورت مین بنادیا - اسوجہ سے اب وہ ہتیا کھڑک سے منسوب ہوگیا - ہتیا یعنی ہاتھی اور کھڑک پتھر کو کہتے ہین -

[1] برہان پور کی آبادی کی کیفیت سید زین الدین صاحب کے بیان مین دیکھو -

[2] یہ دونون صاحب سلطان المشایخ کے قدیم خدمتگارون مین تھے اور فرزندانہ پرورش پائے تھے

حاضر اور مرحمت خاص کے امیدوار ہین۔ سلطان المشائخ نے آنکھ کھولکر دونون کیطرف دیکھا۔ اِس موقع پر برہان الدین اولیا صاحب نے سلام کیا اور اقبال نے ایک کپڑون کی گٹھری سامنے لاکر کھولی اور اُسمین سے ایک ٹوپی اور ایک پیراہن کہ سلطان المشائخ سے مرحمت ہوا تھا نکالا اور اُسپر سلطان المشائخ کا دست مبارک رکھکر برہان الدین اولیا صاحب کو پہنایا اور کہا کہ آج سے تم بھی خلیفہ ہوئے۔ سلطان المشائخ خاموش تھے اور خاموشی دلیل رضامندی ہے۔ اِس کے بعد سید محمد صاحب لکھتے ہین کہ سلطان المشائخ کی وفات کے بعد برہان الدین اولیا صاحب چندہ سال زندہ رہے اور خلقِ خدا کو بیعت مین داخل کیا۔ جب دیوگیر تشریف لیگئے۔ انتقال فرمایا۔ پوشیدہ نہ رہے کہ برہان الدین اولیا صاحب کا قصۂ خلافت اور دولت آباد آنا جس تقریب سے کہ فرشتہ اور صاحب فتوح الاولیا نے لکھا ہے سیرالاولیا کی روایت سے سراسر خلاف ہے افسوس ہے کہ کسی نے اِس بارے مین کوئی قطعی فیصلہ نہین کیا صرف حاجی غلام علی آزاد صاحب نے اپنی رائے ظاہر کی ہے جسکو ہم لفظاً لفظاً نقل کرتے ہین اور اِن اختلافات کا فیصلہ ناظرین پر چھوڑتے ہین { تحقیق شیخ برہان الدین اولیا صاحب تخریب دہلی اور دولت آباد کی

ا؎ صاحب فرشتہ نے تخریب دہلی کی وجہ یہ لکھی ہے کہ سلطان محمد تغلق شاہ نے (جو فرمانروایان دہلی اور عجائبات مخلوق سے تھا) خیال کیا کہ بدو اقبال تمام اقلیم ہند میرے قبضے مین ہے۔ لہٰذا ایسا کوئی مقام دارالخلافت مقرر کرنا چاہیئے کہ اُسکو ممالک مقبوضہ سے ایسی نسبت ہو جسطرح مرکز کو دایرے سے ہوتی ہے تاکہ اطراف کے نیک وبد کی خبر ہر چہار طرف سے جلد پہونچ سکے اور اگر خدانخواستہ کسی طرف کوئی حادثہ یا مہم پیش آئے اُسکے دفعیہ کی اِصلاح جلد ہوسکے۔ باظہار خیال دانایان درگاہ نے کہ ہندوستان کے طول وعرض سے واقف تھے شہر اُجین کو تخت گاہ بنانے کو عرض کیا۔ اور کہا چونکہ یہ شہر اقلیم ہند کے (باقی صفحۂ آیندہ)

تعمیر کے وقت کہ سلطان المشائخ کی وفات کے بعد وقوع مین آئی دیار دکن مین تشریف لائے اور بمصداق حدیث شریف بدؤ الاسلام غریبا و سیعود غریبا ؕ مسکن مالوف اور پیر کے آستانے سے ہجرت اختیار کی اور شک نہین کہ اس حادثے مین ایک جماعت کثیر سلطان المشائخ کے معتقدون اور مریدون سے جو دہلی کی رہنے والی تھی دولت آباد آئی اور حضرت امیر حسنؒ دہلوی اور سید یوسفؒ پدر سید محمد گیسو دراز اور خواجہ حسین و خواجہ عمر اور خواجہ زین الدین قدس اللہ اسرارہم کا اس محشر عام مین آنا مورخون نے صراحت سے لکھا ہے }

(بقیہ صفحہ ۱۲۲) وسط مین ہے اسوجہ سے یکراجیت صاحب رسد نے اسکو دارالخلافت بنایا تھا۔ بعضے ارکین نے بادشاہ کی خواہش سمجھکر عرض کی کہ دیوگیر (دولت آباد) وسط ہند مین ہے۔ بادشاہ تو خود اسکو چاہتا تھا پس بلا اندیشے کسی امر کے حکم دیا کہ دہلی کے چھوٹے بڑے (دولت آباد) روانہ کئے جائین اور سب کے گھر اور اسباب کی قیمت اور زادراہ خزانہ شاہی سے دیا جائے اور دہلی سے دولت آباد تک سڑک تیار کیجائے اور اسکے دورویہ درخت اور ہر منزل پر ایک سرا بنائی جائے تاکہ مسافرین کو کوئی تکلیف نہو غرض تمام آراکین اور امرا کو ساتھ لیکر دیوگیر آیا اور دیوگیر کا نام دولت آباد قرار دیکر عمارتین عالیشان اور حوض بنائے۔ قلعہ کے گرد خندق کھدوائی۔ گھاٹ دولت آباد اور ایلورہ کے نزدیک باغات نصب کرائے۔ اس تغیر و تبدل سے ایک عظیم تفرقہ ملک مین پڑا۔ جب دولت آباد آباد ہو گیا اور سلطان محمد تغلق کو اسکی آبادی سے بالکل اطمینان ہو گیا۔ تو اوس نے اطراف کے قلعجات فتح کئے اور مدت تک دولت آباد مین بہت اطمینان سے بسر کی۔ اس اثنا مین خبر پہونچی کہ ملک بہرام حاکم ملتان نے بغاوت اختیار کی۔ سلطان محمد تغلق لشکر بیشمار لیکر ملتان پہونچا اور بہرام کو قتل کرکے دہلی واپس آیا۔ اسمدت مین دہلی کے جو لوگ دولت آباد آئے تھے پراگندہ ہو گئے۔ اسلیئے دو سال دہلی مین رہکر (باقی صفحہ آیندہ)

جب حضرت برہان الدین اولیا صاحب کثیر جماعت سے دولت آباد آئے پہلے محلہ اکرم آباد میں کاکا صاحب کے مکان پر اُترے۔ مدت قیام تک کئی مرتبہ یہی فرمایا کہ کاکا اس مکان میں آرام نہیں ہے۔ آخر کو شمس الملک اپنے مکان پر لائے شمس الملک کا مکان پسند خاطر ہوا اور فرمایا کہ یہ جگہہ خالی اور اچھی ہے یعنی شر اور شوم اور خیر و برکت دونوں سے خالی ہو چند روز بعد پھر ارشاد ہوا کہ اب یہ گھر یارون کے قدمون کی برکت سے خیر سے پُر ہو گیا۔
لوگون کا بیان ہے کہ برہان الدین اولیا صاحب جب دولت آباد سے خلد آباد آئے تو پہلے جلال الدین صاحب کی درگاہ سے شمال نالے کے قریب ایک باؤلی پر قیام فرمایا۔ اگرچہ اس وقت باؤلی اپنی اصلی حالت پر نہیں ہے لیکن اُسکے نشانات ابتک باقی ہین اور وہ برہان باؤلی مشہور ہے۔ جس تختے زمین پر یہ باؤلی ہے وہ کھڑ کالی سے منسوب ہے۔ برہان باؤلی سے اُٹھکر اُس مقام پر آکر رہے جس جگہہ مزار اقدس ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱۲۳) دولت آباد کی آبادی مین کمرہمت باندہی اور اپنی مادر مخدومہ جہان کو باقیماندہ امرا اور سپاہ کیساتھ دولت آباد روانہ کیا اور کسی متنفس کو دہلی مین نہ چھوڑا۔ یہانتک کہ دہلی مین جنگلی جانورونکی آواز کے سوا آدمیون کی آواز کان مین نہین آتی تھی۔ سلطان محمد خود ۷۴۲ھ ہجری مین دکن آیا اور چند روز کے بعد بیمار ہوا اور اُسی حالت مین پالکی پر سوار ہوکر دہلی واپس ہوا۔ دولت آباد کی حکومت اپنے اوستاد قتلغ خان کو سپرد کی چلتے وقت عام حکم دیا کہ دہلی کے آدمیون سے جس کسی کی طبیعت چاہے۔ دولت آباد مین رہے یا بادشاہ کے ساتھ واپس چلے چنانچہ اکثر لوگون نے بادشاہ کیساتھ ارادہ کیا سلطان محمد تغلق جسوقت دہلی داخل ہوا۔ ویرانی کے علاوہ قحط عظیم پایا۔ حتی کہ ایک سیر غلہ (۱۷) درم کو بھی نہین ملتا تھا۔ ہزار ہا جانور اور آدمی ہلاک ہوئے۔ بادشاہ بعد خرابی بصرہ دہلی کی آبادی کیطرف متوجہ ہوا۔

دولت آباد کے قیام کی مدت اور بندگانِ خدا کا داخل بیعت ہونا

یہ سُرخی بھی کچھ ایسی اہم ہے کہ جسپر کوئی مستقل رائے قایم ہی نہین ہو سکتی۔ کیونکہ اگر ہم حضرت منتجب الدین صاحب کی وفات کے بعد برہان الدین اولیا صاحب کا دولت آباد آنا تصور کرین تو ۲۸-۲۹ برس کے قریب قریب قیام کی مدت ہوتی ہے اور اگر فتوح الاولیا کی روایت کے مطابق ۷۲۰ھ ہجری سے فرض کرین تو ۱۷-۱۸ برس ہوتے ہین اور اگر سلطان المشائخ نظام الدین اولیا صاحب کی وفات کے بعد سے حساب لگائین تب بھی ۱۲-۱۳ برس ہوتے ہین بہرحال دولت آباد کے مدت قیام مین برہان الدین اولیا صاحب نے بہت سے بندگانِ خدا کو داخل بیعت کیا۔

شیخ عماد الدین صاحب کاشانی لکھتے ہین کہ صرف میرے بھائی کی صحبت سے تخمیناً ہزار آدمیون نے بیعت کی ہمنے بہت چاہا کہ کوئی مکمل فہرست اُن حضرات کی جو برہان الدین اولیا صاحب کی مشایعت مین دہلی سے آئے تھے یا آپ کے مُرید تھے۔ ملجائے لیکن جسقدر کتابین روضتہ الاقطاب کی تالیف مین ہماری نظر سے گزرین وہ ایسی فہرست سے صاف تھین۔ تاہم بہت تلاش سے ایک چھوٹی سی فہرست ہمنے اُن حضرات کی تیار کی ہے جو دولت آباد مین آپ سے ہم صحبت تھے۔ اِس فہرست مین اُن ہی حضرات کے اسمائے گرامی ہین جو حضرت برہان الدین اولیا صاحب کے اِرادتمند یا پیر بھائی تھے۔

فہرست اُن حضرات کی جو حضرت برہان الدین اولیا صاحب کی صحبت مین اکثر رہا کرتے تھے

نمبر شمار	نام	کس سے بیعت تھی	کیفیت
۱	خواجہ عبد الکریم	برہان الدین اولیا صاحب	دونون برادر حقیقی برہان الدین اولیا صاحب کے حقیقی بھانجے
۲	خواجہ عبد اللطیف	〃	تھے۔ ماموں صاحب کے گنبد کے پچھم متصل مسجد دونون مزار ہین
۳	کاکا شاد بخت	〃	جو خدمت کہ اقبال خادم کو حضرت نظام الدین اولیا صاحب
	(سعد بخت)		کی بارگاہ مین تھی وہ کاکا صاحب کو اپنے شیخ کی درگاہ
			مین حاصل تھی۔ برہان الدین اولیا صاحب جس وقت دہلی سے
			دولت آباد آئے پہلے کاکا صاحب کے مکان پر قیام فرمایا
			اور اسی وقت سے کاکا صاحب حضرت کے ساتھ رہنے
			لگے دونون کاکا صاحب کو باورچیانے کی خدمت سپرد رہی
			تولیت کے کام کو چندے انصرام دیا۔ قبر شیخ کے گنبد
			کے پائین جانب شرق ہے۔
۴	خواجہ نصیر الدین	〃	شیخ برہان الدین اولیا صاحب نے اُن کی نسبت فرزندان الٰہی
۵	خواجہ قبول	〃	مین وعبیدان من فرمایا ہے خواجہ جلدک لاولد فوت ہوئے
۶	خواجہ عبد الرحمن	〃	خدامان درگاہ حد کلان خود کو باقی تین صاحبون کی اولاد
۷	خواجہ جلدک	〃	مین بتلاتے ہین۔ ہر چہار مزار کاکا صاحب کی قبر کے
			پورب ہین۔
۸	خواجہ محمد الشکری	〃	شیخ کے گنبد کے شمال اُس احاطے مین جو حوض خاص سے متصل ہے

نشان	نام	کس سے بیعت تھی	کیفیت
			مزار ہے۔
۹	رکن الدین کاشانی	برہان الدین اولیا صاحب	سید زین الدین صاحب کے ارشد تلامذہ اور برہان الدین اولیا صاحب کے اسعد خلفا مین تھے پہلے تینون صاحب تصنیف اور پچھلے دونون یکشنبہ ۷ محرم ۷۳۲ھ ہجری مین مرید ہوئے
۱۰	حماد الدین ″	″	
۱۱	مجد الدین ″	″	
۱۲	برہان الدین	″	
۱۳	سید زین الدین	″	آپ کے حالات علحدہ لکھے گئے ہین۔
۱۴	شمس الدین فضل اللہ	″	ہر سہ حضرات سید زین الدین صاحب کے شاگرد ہین۔ ان کے مزارات سید زین الدین صاحب کے گنبد کے پائین پورب طرف ہین۔
۱۵	مولانا محمد	″	
۱۶	تاج الدین محمد	″	
۱۷	سید کبیر	•	ارادت کا حال معلوم نہین ٹہرکے آلے مین نیب کے درخت کے نیچے مزار ہے۔
۱۸	سید کمال الدین عرف کھڑک پھوڑ	•	ارادت کا حال معلوم نہین عربون کی مسجد کے متصل بڑکے درخت کے نیچے مزار ہے۔
۱۹	سید نصر اللہ	•	ارادت کا حال معلوم نہین چھوٹی باولی پر املی کے درخت کے نیچے مزار ہے۔
۲۰	سید احمد	•	″ ″ ″ ″ ″
۲۱	پیر کالیصاحب	•	″ ″ کنیا بی کے دروازہ کے قریب ″
۲۲	سید عبد اللہ افلح	•	″ ″ قبر بلغور کچہری کے قریب ہے۔
۲۳	شاہ میر صاحب	•	″ ″ حالون کے محلہ مین قبر ہے۔

نشان	نام	کس سے بیعت تھی	کیفیت		
۲۴	سید برہنہ	•	ان کا حال معلوم نہین کنبی آلی کلان کی پورب قبر ہے قریب اوس کے دو چار سیدون کے مزار ہین۔		
۲۵	اخوند میر سادات	•	ان کا حال معلوم نہین موضع سرا مین مدفون ہین۔		
۲۶	خواجہ حسین	نظام الدین اولیا صاحب	ان کے واقعات علیحدہ لکھے گئے ہین۔		
۲۷	خواجہ عمر	″			
۲۸	فرید الدین ادیب	برہان الدین اولیا صاحب		″	″
۲۹	فخر الدین شمس الملک	″		″	″
۳۰	فرید الدین یگانہ	″		•	•
۳۱	مبارک غوری	″		•	•
۳۲	نصیر الدین صاحب پون چکیہ	″	شاہ راجو قتال حسینی کی مسجد کے گوشہ شمال و غرب احاطہ سے باہر قبر نہ ہے۔		
۳۳	امیر حسن علائے سنجری	نظام الدین اولیا صاحب	ان کے واقعات علیحدہ قلمبند ہوئے ہین۔		
۳۴	مولانا مسعود عرف بھجو	•	انکو بعضے امیر حسن علائے سنجری کا بھائی اور بعضے بھانجے کہتے ہین۔		
۳	اخوند میر خلیفہ	•	امیر حسن صاحب علائے سنجری کی درگاہ سے پچھم ٹیکری پر مزار ہے		
۳	پیر مبارک کاروان	•	موضع کاغذی پورہ سے پچھم نصف میل کے قریب ایک ٹیکری پر پیر مبارک صاحب کی قبر اور اوس سے جنوب دوسری بلند ٹیکری پر لاڈلے صاحب آسودہ ہین۔		
۳	لاڈلے صاحب انصاری	•			

نشان	نام	کس سے بیعت تھی	کیفیت
			حد دو خلد آباد میں یہ دوسرا مقام آب و ہوا کے لحاظ سے اچھا ہے
۳۸	حاجی نظام عثمان شیرازی امام	نظام الدین اولیا صاحب	اُنکے حالات علیحدہ لکھے گئے ہیں۔
۳۹	شیخ جام	نظام الدین اولیا صاحب	
۴۰	شیخ کمال خجندی	"	
۴۱	شیخ فخر الدین	"	
۴۲	خواجہ رشید الدین	"	دولت آباد میں کسی عہدۂ جلیلہ پر مامور تھے۔
۴۳	خواجہ عزیز الدین بن خواجہ یعقوب بن حضرت فرید شکر گنج	"	شہید ہوئے دولت آباد میں مزار ہے۔
۴۴	کمال الدین سامانہ	•	ارادتکا حال معلوم نہیں۔ سید زین الدین صاحب کے اُستاد تھے۔
۴۵	قاضی شرف الدین	"	مولانا حسام الدین کے دوستوں سے تھے دولت آباد میں قبر ہے۔
۴۶	مولانا عزیز	برہان الدین اولیا صاحب	دولت آباد میں شاہی خدمت پر ممتاز تھے۔
۴۷	خواجہ سالار	"	" " " "
۴۸	سید صالح	"	رکن الدین صاحب مؤلف نفائس الانفاس کے بیٹے تھے۔
۴۹	خواجہ شہاب الدین	•	ارادتکا حال معلوم نہیں حضرت سید زین الدین صاحب کا گنبد اُن ہی کا بنوایا ہوا ہے۔

نمبر شمار	نام	کس کو بیعت تھی	کیفیت
۵۰	قتلغ خان دبیر	برہان الدین اولیا صاحب	دولت آباد کے صوبیدار تھے حوض قتلغ انکی تعمیر سے ہے قبر وہین پر ہے۔
۵۱	[illegible]	″	دولت آباد کے صوبیدار تھے۔
۵۲	خواجہ محمد [illegible]	″	سلطانپور مین کی خدمت پر مقرر تھے۔
۵۳	[illegible]	″	
۵۴	کریم الدین لاجوری	″	قصبہ لاجورہ مین ملازم تھے۔
۵۵	ملک الملوک عرف محمود	″	
۵۶	قاضی عارف کاشانی	″	یہ دونون صاحب سنہ ۷۳۶ ہجری مین مرید ہوئے۔
۵۷	خواجہ عبداللہ مطبخی	″	آخر تک شیخ کے ساتھ رہے۔
۵۸	خواجہ محمد ندیم	″	دولت آباد مین ملازم تھے۔
۵۹	قاضی حسین	″	″ ″ ″
۶۰	سید ابراہیم عرف بدہانی	″	″ ″ ″
۶۱	خواجہ سدید الدین	″	″ ″ ″
۶۲	فخر الدین صدر جہان	″	″ ″ ″
۶۳	نصیر الدین امیر	″	″ ″ ″
۶۴	خواجہ سراج الدین	″	″ ″ ″
۶۵	خواجہ علیشاہ	″	″ ″ ″
۶۶	خواجہ شجاع	″	″ ″ ″

نشان	نام	کس سے بیعت تھی	کیفیت
۶۷	عزیز الدین امام	برہان الدین اولیا صاحب	دولت آباد مین ملازم تھے۔
۶۸	خواجہ جلال کاتب	"	" "
۶۹	خواجہ رمضان	"	خواجہ جلال کے بیٹے تھے۔
۷۰	قاضی فرید الدین یوسف	"	عہدۂ قضا پر مامور تھے۔
۷۱	قاضی صدر الدین	"	یکشنبہ غرہ محرم ۷۳۳ھ ہجری مین مرید ہوئے۔
۷۲	حافظ نور الدین محبوب	"	۲۹ رمضان ۷۳۱ھ ہجری مین مرید ہوئے۔
۷۳	سعد الدین دبیر	"	دوشنبہ ۱۵ صفر ۷۳۳ھ " "
۷۴	قوام الدین	"	شمس الدین صاحب کے پوتے تھے۔
۷۵	شمس الدین	•	ارادت کا حال معلوم نہین۔ امیر حسن اعلائے سنجری کو بھتیجے تھے ہر وقت مشغول اور مستغرق رہتے تھے اکثر یہ بیت ورد زبان رہتی تھی ؎ ندارم سر گفتگوئے کسی مرا گفتگو ہست با خود بسے نیز انکا قول ہے کہ عورت مرد کے لیے باغ ہے یعنی مرد جسوقت مشغولی سے ملول ہو تو تھوڑی دیر اپنی عورت کے پاس بیٹھے جیسا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم جسوقت ملول ہوتے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھتے اور فرماتے کلمنی یا حمیرا

حضرات مذکورہ بالا کے علاوہ ملک دکن مین اکثر مقامات پر بہت بزرگ ہین جو حضرت برہان الدین اولیا صاحب کی صحبت سے فیضیاب ہوا کرتے تھے۔ حاجی چندو۔ سید امام۔ سید جلال بخاری

علالت اور وفات از ۷۳۵ھ تا ۷۳۸ھ

برہان الدین اولیا صاحب کا سن جب (۸۰) برس کے قریب پہونچا ۷۳۵ھ ہجری مین مزاج علیل ہوا - اکابران شہر کو تردد ہوا - آنحضرت نے عبداللہ مطبخی سے فرمایا کہ لوگونکو میری علالت سے تردد ہے - لیکن اس مرتبہ مجھے صحت ہوگی کیونکہ میرے خواجہ (نظام الدین) نے مجھے ابھی بہت سی باتونکا امیدوار کیا ہے - البتہ اسکے بعد دوبارہ علیل ہونگا اور تین سال متواتر بیماری مین گزرینگے اور اسی حالت مین شب قدر بھی حاصل ہوگی - اسکے بعد حق سے ملونگا - عبداللہ صاحب راوی ہین کہ جب حضرت نے چار سال قبل اپنی وفات کی کیفیت ظاہر فرمائی تو یہ بھی تاکید کی کہ خبردار کسی سے اسکا اظہار نہ کرنا - مین نے حضرت کی حیات مین کبھی یہ حرف زبان سے نہین نکالا چند روز بعد حضرت نے صحت پائی - اور دوبارہ ۷۳۶ھ ہجری مین صاحب فراش ہوئے - کبھی کبھی رویا کرتے تھے خواجہ مبارک غوری صاحب کہتے ہین کہ ایک وقت مین حاضر تھا - فرمایا مبارک! تو یہ نہ سمجھنا کہ مین بیماری سے روتا ہون بلکہ سبب یہ ہے کہ اگر ایک لحظہ خدا کی یاد سے باز رہتا ہون روتا ہون - عاشقان خدا کسی حالت مین درد و اندوہ سے نہین روتے اور صاحب حال بیماری اور زحمت کو رحمت اور درد کو علاج جانتے ہین ؎

نمک طلبش بہر سلیمان ندہند	منشور غمش بہر دل و جان ندہند
درمان طلبان تو ندو آو محروم اند	درین درد بطالبان درمان ندہند

(بقیہ صفحہ ۱۳۱) اور پیر غرق اور شاہ کھڑک صاحب کی نسبت یہی لوگ مشہور کرتے ہین کہ شیخ برہان الدین اولیا صاحب کے رفقا مین سے تھے پہلے تینونکو مزار کا غذی پورے مین اور پچھلے دونون کو دولت آباد کی گھاٹی کے نیچے ہین -

عاشقان الٰہی کا رونا اسکی یاد سے کبھی باز نہیں رہتا ہے جیسا کہ ایک وقت سلطان عاشقان پیشواے عارفان شاہ اقلیم عظیم سلطان ابراہیم ادہم انار اللہ برہانہ بیمار ہو کے رونا شروع کیا۔ ایک مرید عیادت کو آیا اور روتے دیکھکر عرض کی کہ اگر ارشاد ہو تو کسی طبیب کو بلا لاؤں۔ حضرت ابراہیم ادہم نے فرمایا طبیب ذکر ہی حبیب۔ میرے دوست کی یاد میری حکیم ہے اور میرا رونا ذکر کے باز رہنے سے ہے۔

المطلب جب برہان الدین اولیا صاحب کی بیماری نے طول کھینچا۔ ظاہر بینوں نے بیماری سمجھکر کسی حاذق حکیم کو حاضر کیا اور یہ نہ سمجھے ؎

پیش خواجہ طبیب بیمار است	خواجہ با طبیب باطنہا ست
ذات خواجہ است روح محض بگو	روح را نبض کہ گفت کجا ست

طبیب نے نبض دیکھنے کے بعد علاج سے ہاتھ کھینچا اور کہا کہ جسم نے روح کی خاصیت اختیار کی ہے اور حکیم کامل روح کا علاج اور اندوہ عشق اور درد محبت کی دوا نہیں جانتے ؎

چون دلش دید طبیب از شوق حق خون گشتہ گفت
علت عشق است این را من ندانم چارہ چیست

وفات سے دو برس پہلے ہر وقت مشغولی رہتی تھی اور محویت اسقدر غالب تھی کہ اگر کوئی حاضر ہوتا تو خادم اُسکا نام لیکر عرض کرتا کہ فلان شخص حاضر ہے جب وفات کا زمانہ قریب آیا۔ تو جو شخص آتا کوئی چیز دیکر فوراً رخصت کر دیا کرتے۔ ایک مرتبہ بہت سے چادرے تقسیم کئے۔

حالت مرض مین اکثر مُریدون کو اپنے مرقد اور وفات سے اشارتاً آگاہ کر دیا تھا۔

ہو گئے۔ دولت آباد کی رعایا دہلی واپس ہونے لگی کاکا صاحب نے بمقتضائے محبت
وطن بلا اطلاع دہلی چلنے کا سامان کیا اور بعد فراہمی سامان حضرت سے دہلی چلنے کے لیے
بہت اصرار کیا۔ آنحضرت نے اس مقام کی طرف کہ اب مرقد مبارک ہے اشارہ کرکے
کہا کہ میں اس مقام سے جانیوالا نہیں ہوں۔

خواجہ مبارک غوری راوی ہیں کہ حضرت نے چالیس روز قبل اپنے وفات کی کیفیت اس طرح
سے ظاہر فرمائی کہ میرا ارادہ دکن کی طرف جانیکا تھا۔ رخصت ہونیکو حاضر خدمت ہوا۔
فرمایا مبارک کہاں جاتا ہے۔ اسکے بعد مجھے کہاں پائیگا۔ فی الفور میں نے ارادہ فسخ
کیا۔ پورے چالیس روز کے بعد حضرت نے وفات پائی۔

صوفی سجستانی برگزیدہ مریدوں میں تھے کسی وجہ سے یا بحکم شیخ قصبہ بیٹر میں رہا کرتے تھے
سال میں ایکبار حضرت کے پاس آیا کرتے تھے۔ جب اجازت ہوتی واپس جاتے۔ جس
سال حضرت نے انتقال فرمایا۔ صوفی صاحب حسب معمول حاضر ہوئے۔ حضرت نے فرمایا
سجستانی گھر کو واپس جا اور مستعد رہ کہ میرے اور تیرے درمیان ایک مہینے کی مہلت ہے
اور تو میرے ہمراہ ہے۔ صوفی سجستانی صاحب بیٹر واپس گئے اور حضرت کی وفات سے
پورے ایکماہ بعد انتقال کیا۔

خواجہ مبارک صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت نے وفات سے تین روز قبل مجھے تجدید بیعت سے
سرفراز کرکے فرمایا کہ میں نے جو کچھ بتلایا ہے ہمیشہ اسکو پڑھا کر۔

عبداللہ مطبخی صاحب راوی ہیں کہ حضرت کو جب شب قدر حاصل ہوئی۔ فرمایا میں نے
شب قدر پائی اب میرے مرنے کا وقت قریب آیا ہے۔ اے عبداللہ تو اب روضے
سے دوسری جگہ نہ جا۔

استدعاء

مبارک غوری کا بیان ہے کہ مین زمانہ بیماری مین ہر روز بجز اُن گھڑی سے خدمت مین ایکروز حاضر تھا۔ فرمایا یارون نے سفر آخرت کیا ہم ابھی تک یہان ہین۔ ہنوز نہین ہوئے۔ چند روز بعد ایکدن پھر فرمایا مبارک تجھے یاد ہے کہ مین نے مولانا وجیہہ الدین کے انتقال کیوقت تجھسے کیا کہا تھا مین نے عرض کی ہان یاد ہے۔ فرمایا اب مجھے دنیا مین رہنے کی طاقت نہین ہے اسلیئے اب میرے لیئے زندگی کی دعا نہ کر بلکہ یہ دعا کر خداوند عالم مجھے اپنے پاس جلد طلب کرلے۔

تسبیح شیخ و تجدید بیعت

آخر وقت مین ایکروز مریدون کو بلاکر وصیت کی اور سلطان المشایخ نظام الدین اولیا صاحب کی تسبیح لیکر سامنے رکھی اور دستار مبارک گردن مین ڈالکر اسطرح کہنا شروع کیا (مسلمان ہون۔ اُمت رسول ہون شیخ کا مُرید ہون۔ اگرچہ مین خود نیک نہ تھا نیکون سے تو ملا۔ اپنا انصاف مین خود کرتا ہون۔) یہہ کہتے ہوئے روئے اور سجدے مین لاکر تسبیح سے تجدید بیعت کی۔

قطعہ تاریخ وفات از عماد الدین صاحب کاشانی

هفتصد و سی و هشت بود ز سال — که شده ختم احسن الاحوال
سیزدهم روز بود ماه صفر — که ز جهان شیخ عزم کرد سفر

از غلام علی آزاد بلگرامی

ابر پیا بود و پانزده ز صفر — هفتصد و سی و هشت بود ز سال
که برآمد ز سرادق قدس — بسوئے شیخ تعالی تعال

قطعات مذکورہ سے برہان الدین اولیا صاحب کی تاریخ وفات مین بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ مجد الدین صاحب نے وفات کا قصہ اس عبارت سے نقل کیا ہے۔

بارہوین صفر ۷۳۸ھ ہجری سہ شنبہ کے روز چاشت کے وقت برہان الدین اولیا صاحب نے خادموں کو طلب کرنے کا حکم دیا کہ باورچی خانے مین جاکر کھانا کھاؤ۔ شیخ کے ارشاد پر حاضرین کھانا کھانے چلے گئے حضرت خواجہ رشید الدین حاضر خدمت رہے۔ ... حضرت نے فرمایا کہ ہمارے خواجہ کے کپڑے کہان ہین لاؤ۔ خواجہ صاحب نے ... کہ حجرے مین ہین۔ اتنا کہکر اور آگے کو جھکے کہ حضرت اور کیا فرماتے ہین ... غواص معرفت اور حقیقت کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ اس روز نعش کو محفوظ رکھا۔ دوسرے دن ۱۳ صفر ۷۳۸ھ ہجری یوم چہار شنبہ کو شہر کے وضیع وشریف نے جمع ہو کر اس گنج اسرار الٰہی کو خاک مین سونپا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

عُرس

صفر کی (۸) سے شروع ہوتا ہے (۸) کوچونا۔(۹) فراشان (۱۰) صندل (۱۱) چراغان (۱۲) کو ختم ہوتا ہے۔ غلاف دہونے کے لیئے ست کنڈے پر جاتے ہین۔ عُرس مین زائرین کا مجمع کم اور تمام رسومات منتجب الدین صاحب کے عُرس کے مطابق ہوتی ہین کوئی نئی بات نہین ہوتی۔

فضایل وخصایل

اس سے پہلے جو ہمنے لکھا ہے وہ شیخ برہان الدین اولیا صاحب غریب کی زندگی کے حالات تھے اور اس امر کی سرگزشت تھی کہ مولانا غریب کب پیدا ہوئے۔ ہانسی سے دہلی کیون آئے۔ ارادت کیسے ہوئی۔ خلافت کیسے پائی۔ دولت آباد پہونچنے کے کیا

اسباب ہوئے دولت آباد مین کون کون لوگ آپ سے بیعت تھے کب وفات پائی لیکن اب
یہ بتانا باقی ہے کہ آپ مین کیا کیا فضیلتین اور خصلتین تھین اگرچہ پورے پورے خصائل اور
فضائل ہمارے علم سے باہر ہین تاہم تحقیق سے جسقدر ہمکو معلوم ہوسکے حوالہ قلم
کرتے ہین -

اوایل حال سے دل فقر پر رجوع اور کم عمری ہی سے طبیعت ریاضت پر راغب تھی -
چھ سات برس کی عمر سے کلمہ طیبہ کے ذکر پر مواظبت رکھتے تھے اور حجرے مین تنہا
بیٹھکر مشغول رہا کرتے تھے - مقررہ فرائض وواجبات وسنتین کے سوا بیشتر وقت اوراد و
نوافل وشغل واشغال مین گزرتا تھا ؎

پچپن برس کامل عشا کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی اور اس عرصے مین شب بیداری
سے پشت زمین پر نہین لگائی تیس سال داؤدی روزے رکھے پانی یا دودھ یا
مولی سے روزہ افطار کرتے تھے - جب کبھی احتلام ہوتا - اس روز بھی روزہ رکھتے
ہر روز صبح کی نماز کے بعد وظیفہ پڑھتے اسکے بعد اشراق اور سو رکعت صلوۃ التحفہ اور
اٹھارہ رکعت چاشت اور تین پارے کلام مجید پڑھکر ایک روز کی نماز قضا بھی پڑھتے
اسکے بعد مزارات کی زیارت کو جاتے اور ایکہزار پانسو مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھتے
زیارت کے بعد قیلولہ کرکے نماز عشا جماعت سے ادا کرتے تھے اور بکمال ریاضت اور
مجاہدے کے باوجود خود کو ریاضت اور عبادت سے قاصر سمجھتے اور اکثر فرمایا کرتے
تھے - ما عبدناک حق عبادتک سے

	عارفان از عبادت استغفار		عاصیان از گناہ توبہ کنند

ملاحظہ غرایب الکرامات ۱۱

ابتدا ہی سے اسباب کا خیال تھا کہ مین متاہل نہون ـ تیرہ ہوین سال عہد کیا کہ شادی نکرونگا اور ہمیشہ طاعت اور عبادت خدا مین گزرا نونگا ـ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آخر تک تجرید اور تفرید مین گزرانی ـ جب شباب کا آغاز ہوا ـ والدہ صاحبہ نے شادی کرنی چاہی اگرچہ بپاس ادب انکار نہین کیا ـ لیکن اُسوقت سے صوم کی نیت کی اور والدہ مخدومہ سے عرض کی کہ فی الحال مین روزے سے ہون ختم ہونے کے بعد جو ارشاد ہوگا تعمیل کرونگا ـ روزے رکھتے ہوئے مدت گزری اور اس عرصے مین غذا آہستہ کم کردی حتی کہ سات لقمے پر قناعت کی ـ قلت غذا سے جسم مبارک مین پوست و استخوان ہی رہگیا ـ ضعف و ناتوانی نے اسقدر غلبہ کیا کہ اگر آسمان کیطرف دیکھنا چاہتے تھے بمشکل دیکھ سکتے تھے ـ ہر رکوع اور سجود کیوقت سر حرکت کرتا تھا ـ صاحب مفتوح الاولیا ناقل ہین کہ اس عرصے مین والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا ـ لیکن صاحب غرایب الکرامات لکہتے ہین کہ جب والدہ صاحبہ نے ضعف اور ریاضت کا حال معاینہ فرمایا ـ شادی سے باز رکھا ـ

شیخ کے آداب اور حفظ مراتب مین بدرجہ غایت احتیاط تھی جب تک بقیہ حیات رہے غیاث پور کی طرف کہ الحال مرقد مبارک سلطان المشائخ ہے پشت نہین کی اور لعاب دہن نہین ڈالا ـ اور یہ بات سلطان المشائخ کے مریدون سے کسی کو حاصل نہ تھی ـ

آپ کی مجلس اکثر سماع سے گرم رہا کرتی تھی ـ حضور قلب اور سماع مین غلو اور حال کا طریقہ جدا گانہ تھا ـ

ذاتی املاک سے کوئی چیز پاس نہ تھی جو کچھ تھا پہلے ہی راہ خدا مین دے ڈالا ـ شمس الدین صاحب کے پوتے قوام الدین صاحب سے روایت ہے کہ شیخ

برہان الدین سنے اپنی مدت عمر میں اپنی ملک سے کوئی شئے نہین رکھی حتی کہ گھر بھی نہ تھا
نجد الدین صاحب غرایب الکرامات مین لکھتے ہین کہ حضرت کی ملکیت مین ایک مصلے کے
سوا دوسری چیز نہ تھی۔ جہہ پر اسی پر نماز پڑھی۔ ضرورت پر اس سے چادر کا بھی کام
لیتے تھے۔

غذا نہایت سادہ اور بے تکلف تھی زمانے حال کے فقراؤن کا سامرغن کھانا کبھی دسترخوان
پر نہین ہوتا تھا۔ عرصے تک صرف نان جو و لوبیا کھائی۔ ایکوقت کاکا سعد بخت (شاد بخت؟)
نے مغز بادام اور مصری پیش کی آپ نے اُس مین سے چند دانے کھائے اور فرمایا کہ
کاکا اس مین کسی قسم کی لذت نہین ہے۔ کاکا صاحب نے ازراہ شوخ طبعی عرض کیا کہ
ایک وہ وقت تھا کہ نان جو اور لوبیا آپ خوشی سے کھاتے تھے اب یہ خوش نہین آتا
ہے فرمایا اُسوقت جو لذت نان جو اور لوبیا مین تھی اسمین نہین ہے۔ قلت غذا کا حال
ہمنے پہلے لکھا ہے کہ صرف (۷) لقمے پر قناعت کی تھی۔ لیکن بعضے مورخین یہ بھی لکھتے
ہین کہ ہفتے مین دوبار نیم سیر ہو کر کھاتے تھے۔ ابتدائے حال مین کھانا گھر سے لاتے
اور اُسمین سے تھوڑا فقیرون اور مسکینون کو دیتے اور تھوڑا خود کھاتے اور اگر کوئی
کتا بھوکا دیکھتے اپنا کھانا اُسکو کھلاتے۔ کھلاتے وقت اپنا ہاتھ اُسپر پھیرتے جاتے اور
بارگاہ خداوندی مین اُسکو شفیع لاتے اور مناجات کرتے کہ خدایا مجھکو اپنی طرف بلا۔ مجھکو
اپنے پیچھے دوستون سے بنا۔

حرام لقمے سے ہمیشہ حلق محفوظ رہتی تھی اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالے اولیا کے
حلق کو لقمہ حرام سے محفوظ رکھتا ہے۔

ایک وقت کاکا سعد بخت نے عرض کی کہ اگر کوئی شخص مشتبہ چیز فقیر کے پاس لائے

تو اُسکو کیا کرنا چاہیئے ۔ فرمایا اللہ تعالیٰ اولیا کی صحت کو لقمے حرام سے محفوظ رکھتا ہے
اور ایک حدیث پڑھی جسکا ترجمہ یہ ہے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ۔ مومن کے
گھر مین ہزار تنگی ہو اور اسمین ایک لقمہ حلال ہو ۔ حق تعالیٰ اُسکو محفوظ رکھے تا کہ ولی آکر
اور کھائے اور اگر لقمہ حرام ہو اُسکو نگاہ رکھے تو فاسق آئے کھائے ۔

لباس

نہ پیوند پر پیوند ہوتے تھے ۔ نہ بہت فاخرہ ۔ سر پر عمامہ بغل مین کرتہ اسپر عبا اور نیچے
تہ بند زیب تن کرتے تھے اور جوتیان جیسی کہ اُس زمانے مین مروج تھین پہنتے تھے ۔
جثّہ نحیف ۔ قد لانبا ۔ داڑھی نیچی تھی ۔
اگرچہ آپ کے مُرید بیشتر معزز لوگون اور اکثر سرکاری عہدے دارون سے تھے ۔
لیکن تعلیم کا ایسا اثر تھا کہ وہ دنیاوی شان وشوکت اور رعونت سے پاک اور صفت
درویشی سے آراستہ تھے ۔ سلاطین اور امرا سے قطعاً نہیں ملتے تھے اور اُنکی ملاقات
کو کسی طرح پسند نہین فرماتے تھے عماد الدین صاحب فرماتے ہین کہ دہلی سے سُلطان محمد تغلق
کے آنیکی خبر ہوئی مینے حضرت سے اُسکے آنیکی خبر دریافت کی ۔ فرمایا فلان جگہہ پر ہے
چونکہ اُس زمانے مین حضرت کا مزاج علیل تھا ۔ لوگ عیادت کو حاضر تھے ۔ سب سے مخاطب
ہو کر کہا کہ مین نے خدا سے التجا کی ہے کہ اُس سے ملاقات نہو ۔ جب سُلطان محمد تغلق
دولت آباد آیا جمعہ کے روز جامع قطبی مین نماز پڑھنے کے حکم دیا کہ شیخ برہان الدین کے
مکان پر چلو ملک مبارک پسر امیر خسرو صاحب وزیر ہوئے حضرت کی خدمت مین
حاضر ہوئے اور عرض کی کہ سلطان محمد تغلق ملاقات کو آتا ہے ملک مبارک یہ کہہ ہی رہے تھے

کہ بادشاہ کی سواری حضرت کے محلے میں پہنچ گئی اور بادشاہ یہانتک قریب آگیا کہ خدم
وحشم اور ہٹو بچو کی آواز حضرت کے گھر تک آنے لگی۔ حضرت نے فرمایا۔ آؤ فاتحہ پڑھیں
تاکہ بادشاہ نہ آئے اُسیوقت حق تعالیٰ نے بادشاہ کے دل کو پھیر دیا اور اُس نے گھوڑے
کی باگ دوسری طرف موڑ دی ؎

تیر جستہ باز گرداند ز راه	اولیا را ہست قدرت از اله

چونکہ سلطان محمد تغلق جس مہم کے لیئے دہلی سے آیا تھا وہ اختتام کو پہونچ گئی تھی۔ اسلیئے
اُس نے تین ہزار (تنگے) ٹکے ملک نایب کے ہاتھ حضرت کے پاس بھیجا۔ حضرت نے
کاکا سعد بخت سے کہا کہ فقیر کے گھر میں جو کچھ ہے حاضر کر۔ اُسوقت گھر میں بیس تنگے
(سکے) موجود تھے۔ کاکا صاحب نے لاکر پیش کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ انکو اسمیں ملا کر تقسیم کرو
ہنوز ملک نایب بیٹھا ہی تھا کہ تمام روپیہ تقسیم ہو گیا۔ حماد الدین صاحب کا بیان ہے
کہ مجھکو بھی اُس میں سے بہت کچھ ملا۔ تقسیم کے بعد حضرت نے ملک نایب کے ہاتھ تھوڑی
کھجوریں اور مُصلّیٰ بادشاہ کو بھیجا اور ملک نایب سے فرمایا شعر ؎

زن آن پوشد کہ رشتہ باشد	مرد آن درود کہ کشتہ باشد
ہم کردہ تو بہ پیشت آرند	شربت کہ برائے خود...

مُریدوں پر ہمیشہ مساوات کی نظر رہتی تھی زیادتی کو کسی حال میں پسند نہیں کرتے تھے اگر
کسی وقت کسی سے کوئی فعل زیادتی کا وقوع میں آتا۔ فوراً اسکا تدارک کر دیتے جس سے
دوبارہ پھر کسی کو جرأت نہوتی تھی۔ نصیر الدین صاحب کا بیان ہے کہ ایکدفعہ خواجہ خیر الدین
اور خواجہ قبول نے باغ سے کچے انگور توڑے۔ مولانا لطیف الدین نے دونوں کو بید
کوڑے ایسے مارے کہ پشت پر نشان پڑ گئے۔ خواجہ خیر الدین اور خواجہ قبول نے

حضرت سے شکایت کی اور چوٹ کے نشان دکھلائے۔ حضرت کو نہایت ملال ہوا اور
لطیف الدین صاحب کو طلب کرکے تنبیہ کی اور فرمایا کہ خبردار کبھی ایسی حرکت دوبارہ نہ کرنا
کیونکہ یہ اور خادم انہی کے بیٹے ہیں۔

سلطان کاکا صاحب سے کہ ہم صاحب لنگر کے واسطے خواجہ حاجی ک اور خواجہ عبد الرحمن کو مارا
تھا اور ... یہ سنے آپ سیوقت کاکا صاحب کو چشم نمائی کی اور چند روز سامنے آنے نہیں دیا۔
غریب سے ملقب ہونے کی وجہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں لیکن اسکے علاوہ سلطان المشائخ نے
اور بھی خطابات سے ممتاز فرمایا۔ ایک دفعہ سلطان المشائخ کے سامنے ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا
ذکر آیا سلطان المشائخ نے فرمایا کہ میں بھی بایزید ثانی رکھتا ہوں۔ خادموں نے عرض کی۔
وہ کون ہے اور کہاں ہے۔ فرمایا جماعت خانے میں ہے۔ اسیوقت اقبال خادم نے
جماعت خانے میں جاکر دیکھا کہ کون ہے اور کسکی نسبت یہ خطاب ارشاد ہوا ہے۔
دیکھا کہ شیخ برہان الدین غریب تنہا جماعت خانے میں بیٹھے ہیں۔ اقبال نے کہا کہ شیخ نے
آپکی نسبت بایزید ثانی کا خطاب فرمایا۔

آیۂ الیوم اکملت لکم دینکم ای اسیطرح جب عبادت اور ریاضت سے نور کرامت چہرۂ نورانی پر
چمکا سلطان المشائخ نے آپکی شان میں الیوم اکملت لکم دینکم فرمایا۔

مذکورہ بالا فضائل و خصائل سے قطع نظر شیخ برہان الدین اولیا صاحب بارگاہ لم یزلی کے
حاجب اور اپنے زمانے کے قطب تھے۔ اس دلیل سے کہ مولانا فرید الدین عطار صاحب
نے تذکرۃ الاولیا میں بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو حاجب خدا لکھا ہے اور حاجب خدا
قطب عالم ہوتا ہے چونکہ قطب الاقطاب سلطان نظام الدین اولیا صاحب نے شیخ
برہان الدین اولیا صاحب کو بایزید ثانی فرمایا اس نظر سے آپ بھی حاجب خدا ہوئے

اور چاہیے خدا ہوسئے تو قطب عالم ہوسئے شمس الدین بن فضل اللہ صاحب نے قطبیت
سے متعلق ایک روایت جسکو ہم اس مقام پر نقل کرتے ہین - بیان کی ہے جس سے پورا
ثبوت پایا جاتا ہے کہ بلاشبہ شیخ برہان الدین قطب عالم تھے - وہ لکھتے ہین کہ مین اسوقت
تک حلقہ ارادت مین نہین آیا تھا - کہ ایکروز ایک پیر کامل سے ملاقات ہوئی - اون نے مجسے
کہا کہ شمس الدین تو عنقریب قطب عالم کو دیکھیگا - اور اوسکی بیعت سے مشرف ہوگا
چند روز بعد جب مین بیعت سے سرفراز ہوا - وقت کا منتظر تھا کہ اس فقیر کی بات کو حضرت سے
عرض کرون - اتفاق سے ایکروز موقع پاکر گذارش کی کہ مقبول الاقطاب حضرت امیر حسن
اعلائے سنجری صاحب نے فوائد الفواد کے دیباچہ مین حضرت سلطان المشائخ کو قطب
الاقطاب لکھا ہے اور بالاتفاق اقطاب قطب کی جمع ہے تو گیا جہان مین کئی قطب ہوتے
ہین - فرمایا ہر قوم اور ہر گروہ مین ایک قطب ہے جیسا کہ چالیس ابدال ہین - اور جو
انپر سردار ہے اسکو قطب الابدال کہتے ہین اور اوتاد سے چار تن ہین اونپر جو سردار
ہے اسکو قطب الاوتاد کہتے ہین - ایسے ہی نقبا اور اخیار اور نجبا مین بھی ایک قطب
ہوتا ہے اور انپر جو افسر ہوتا ہے اسکو قطب الاقطاب کہتے ہین اور جہان کا مدار اسی پر
ہے جیسا کہ برادر امیر حسن اعلائے سنجری نے سلطان المشائخ کو قطب الاقطاب لکھا ہے
بے شک ویسا ہی ہے -

اس کے بعد اس فقیر کے حال سے جس نے مجھے قطب عالم کے ملاقات ہونیکی
بشارت دی تھی آگاہ فرمایا اور اسی ضمن مین اشارتاً و کنایتاً اپنی قطبیت کا بھی اظہار فرمایا -
دولت آباد کے قیام مین جو لوگ ہم صحبت تھے انکی ایک فہرست ہمنے پہلے لکھی ہے
لیکن دہلی مین جن لوگون سے آپ ہم صحبت تھے وہ عموماً سلطان المشائخ کے مریدین

سنہ ... - امیر حسن اعلائے سنجری - خواجہ خسرو مولانا ابراہیم علیشبت دار سلطان المشائخ
شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی - مولانا کمال الدین یعقوب - سید خاموش - خواجہ بشیر -
سید حسین - اقبال وغیرہ کو شیخ برہان الدین اولیا صاحب سے کمال اُنس تھا - اسلیئے
بہت سا وقت اِنہی صاحبوں کی صحبت مین گذرتا تھا - شیخ نصیر الدین صاحب محمود ملقب
چراغ دہلوی ابتدا مین جب اودہ سے دہلی آئے شیخ برہان الدین اولیا صاحب کے مکان
پر ٹھہرے - چنانچہ ایکبار سلطان المشائخ نے پوچھا کہ محمود کہان رہتے ہو - نصیر الدین صاحب
نے کہا کہ شہر مین شیخ برہان الدین کے مکانپر رہتا ہون - سلطان المشائخ نے فرمایا

مرد سرہ باش ہر کجا خواہی باش

عام وخاص مین مقبول تھے زبان سے اگر کوئی بات نکلجاتی تو ارباب یقین اُسکو اِس
شعر کا مصداق سمجھتے تھے

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود		گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود	

محید الدین صاحب راوی ہین کہ ایک جوان سپاہی تھا کسی لڑائی اور ہنگامے مین اُسنے
بدن پر ہتیار نہین لگائے تھے اور بغیر تیر و تفنگ وہ معرکۂ کارزار مین بلا خوف وخطر
چلاجایا کرتا تھا - لوگون نے اُس سے کہا کہ تو ایسی ناعاقبت اندیشی کیون کرتا ہے اُسنے
جواب دیا کہ مین کسی حال مین مرنیوالا نہین ہون - اِسلیئے کہ برہان الدین اولیا صاحب نے
فرمایا ہے کہ جب تک تو بڈھا نہوگا نہ مریگا -

علمی حیثیت سے اگر دیکھا جائے تو باطنی علم کے سوا ظاہری علوم پر پورا عبور رکھتا - ابتدا
ابتدا مین جب تحصیل علم پر توجہ کی تو پہلے فقہ نافع جو آبائی علم تھا حفظ کیا - ادب و صرف
و نحو مین پوری دستگاہ رکھتے تھے - علم وفضل کے کمال سے ایک زبردست صوفی -

فاضل اجل۔ گران پایہ عالم تبارکھا تھا۔
شریعت اور طریقت دونون میں یکسان تھے۔ قرآن اور حدیث سے اگر کوئی کچھ سوال
کرتا اُسکا جواب بھی اُسی سے دیتے تھے اور سایل کی پوری تسلی اور تشفی ہوجاتی تھی۔
ایک وقت مولانا شمس الدین فضل اللہ نے عرض کی کہ یہ بیچارہ چاہتا ہے کہ اوراد و
وظائف ترک کر دے۔ فرمایا کیون۔ عرض کی کہ مین تلاوت کر رہا تھا کہ اس آیت پر
پہونچا۔ من عمل صالحاً فلنفسہ ومن اساء فعلیہا ۵ اس آیت کے حکم پر جو عمل کہ بندہ کرتا ہے
اپنے نفس کے لیے کرتا ہے۔
مین اپنے گندے نفس کیواسطے عمل نہ کرونگا۔ اس تقریر سے پہلے تو حضرت نے
مسکرا کر فرمایا کہ ایسا ہی ہے اس کے بعد فرمایا حضرت عزت کلام پاک مین فرماتا ہے
(ولربک فاصبر) یہ لام لاجل ہے حضرت عزت اپنے کمال کرم سے فرماتا ہے۔
اپنے پروردگار کے لیے صبر کر۔ اُسکے بعد فرمایا جو کچھ ہاتھ اور زبان سے تعلق رکھتا
ہے عمل ہے اور جو دل سے تعلق رکھتا ہے وہ عمل نہین ہے اور یہ اشغال بالعدین
روزہ کسی جارحہ سے تعلق نہین رکھتا ہے لہذا کہا ہے (الصوم لی وانا اجزی بہ)
اور حدیث شریف مین آیا ہے (من اخلص للہ اربعین صباحاً ظہر اللہ ینابیع الحکمۃ فی قلبہ)
اخلاص دل سے تعلق رکھتا ہے۔ اسلیئے اخلص للہ کہا اور یہ نہ کہا من صلی اللہ اگر کوئی
شخص کہے کہ قرآن مین ہے (قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ الخ) اسکا جواب
یہ ہے (لا صلوۃ الا بحضور القلب)
اگرچہ معرفت القلوب کے سوا کوئی تصنیف ہماری نظر سے نہین گذری لیکن ہمنے سُنا
ہے کہ تصوف مین اکثر رسالے آپ کے مصنفہ خلد آباد مین ہین۔

صاحب فتوح الاولیا لکھتے ہیں کہ علم حقایق اور سلوک میں شیخ برہان الدین کی تصنیف کئے ہوئے
بہت سے رسالے ہیں۔

مکاشفات

درحقیقت اس علم کو علوم نقلیہ و عقلیہ سے کچھ نسبت نہیں ہے باوجودیکہ بظاہر ٹھیک
صوفیائے کرام کے سوا کسی کی سمجھ میں کم آتا ہے۔ زمانۂ حال کے فلسفی اور اسلام کو
بعض گروہ تو اسکے قائل ہی نہیں ہیں البتہ صوفیہ خیالات کے جو لوگ تابع ہیں وہ اسقدر
خوب سمجھتے ہیں کہ اس کے مقابلہ میں علوم ظاہر کی کچھ ہستی نہیں ہے مکاتیب تصوف
میں منجملہ اور تعلیم کے اسکی بھی تعلیم دیجاتی ہے مبتدیوں کو چند قواعد ابتدائی ختم کرنے کے بعد
کشف قلوب اور کشف قبور کے (جو مکاشفات میں پہلا سبق شمار کیا جاتا ہے) ورق الٹنا
پڑتے ہیں۔

علوم ظاہری اور مکاشفے کی تعلیم میں بہت بڑا فرق ہے۔ اس علم کو بحث سے کوئی تعلق
نہیں ہے اور چونکہ اسکی تعلیم سینے سے وابستہ ہے لہذا تعلیم کا مدار صرف اشارت
پر ہے دلالت پر نہیں ہے حضرت نظام الدین اولیا صاحب کی تعلیم نے شیخ برہان الدین
اولیا صاحب میں یہ جوہر ابتدا ہی سے پیدا کر دئے تھے۔ جوں جوں پیر کے التفات بڑھتے
گئے برہان الدین اولیا صاحب کے مراتب فقر طے ہوتے گئے اور مکاشفات بھی بڑھتے
گئے۔

شیخ برہان الدین اولیا صاحب کی تاریخ زندگی میں یوں تو مختلف موقعوں پر متعدد مکاشفات
ظاہر ہوتے گئے۔ لیکن دولت آباد کے قیام میں اس قسم کے واقعات جنکا شمار مکاشفات
میں ہے اکثر پیش آئے ہیں۔ ہم اس موقع پر چند مکاشفے اور کرامتیں نقل کرتے ہیں جیسے

اندازہ ہو جائیگا کہ شیخ برہان الدین اولیا صاحب کا پایہ مکاشفات کس قدر بڑھا ہوا تھا سلسلہ مکاشفات میں کئی واقعات ہیں جن میں ایک مکاشفہ دہلی کے قیام کا بیان کرتے ہیں اسکی بعد مکاشفات و واقعات آپ اسکے لکھتے ہیں۔

خیر جب خواجہ صاحب (مرید سلطان المشائخ) کو اقبال خادم سے کسی بات میں شکر رنجی ہو گئی تھی اور خواجہ صاحب نے اقبال سے بات کرنی چھوڑ دی تھی۔ برہان الدین اولیا نے خواجہ صاحب سے کہا کہ اقبال سے دو ہفتے کے لیئے کیوں آزردہ ہوگئے ہو۔ خواجہ صاحب کا بیان ہے کہ چونکہ مجھپر پہلے سے برہان الدین اولیا صاحب کے مکاشفات آشکارا ہوچکے تھے۔ اس لیئے میں نے سمجھا کہ اقبال کو کسیطرف کا سفر ہوگا یا سفر آخرت کریگا۔ بخیال مذکورہ میں نے اقبال سے صلح کی اور دل کو غبار کدورت سے صاف کیا۔ پورے پندرہ روز کے بعد اقبال کا انتقال ہوا۔

ایک عورت کنپٹی کے درد سے بیقرار حضرت کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کی کہ میرے سر میں بہت درد ہے یا سر کو توڑ دیجیے یا دعا کیجیے کہ درد جاتا رہے۔ حضرت نے تبسم کر کے فرمایا کہ جبتک سر نہ ٹوٹیگا درد سر نہ جائیگا۔ وہ عورت مکان کو واپس آئی اور اتفاق سے ناودان کے نیچے بیٹھی۔ یکایک اوپر سے ایک پتھر اسکے سر پر گرا اور خون جاری ہوا۔ درد سر فوراً جاتا رہا۔

مجد الدین صاحب غرایب الکرامات میں لکھتے ہیں کہ ایک وقت دو شخص بغرض بیعت حاضر ہوئے۔ حضرت نے ایک کو داخل بیعت کیا اور دوسرے سے کہا کہ جب تو تمہارے دل میں ہمیں تو بیعت درست نہیں ہے اور تاکید کی کہ فقرا کے پاس اس حال سے نہ آنا اور اور اس قسم کی گستاخی کسی سے نہ کرنا۔ جب دونوں رخصت ہوئے۔ مرید نے اس شخص

سے پوچھا کہ یہ کیا اسرار تھا۔ جو حضرت نے تیری نسبت فرمایا اُس نے کہا کہ بات یہ تھی
جسوقت تو مرید ہوتا تھا۔ میرے دل مین طرح طرح کے خیال آرہے تھے کبھی خیال ہوتا تھا
بیعت کرون اور کبھی یہ خیال ہوتا تھا کہ نہ کرون۔ اُس کے سوا شیخ شمس کی صاحب
شمسان کا بیان ہے کہ بیعت کے قبل مین بغرض امتحان ایکروز حضرت کی خدمت مین حاضر
ہو کر بیٹھ رہا چاہتا تو سامنے بیٹھا اور کسی مشکل مسئلہ مین بحث کرنے لگا۔ بحث کیحالت
مین حضرت نے مجھے اپنے نزدیک بٹھایا۔ ہیبت سے مجھپر لرزہ طاری ہوا۔ جس سے میرا
وہ پہلا خیال جاتا رہا۔ باتون باتون مین حضرت نے بارہ سال کی کیفیت جو مجھپر گزر چکی تھی بیان
فرمائی اور اس صراحت سے گزشتہ واقعات بیان فرمائے کہ گویا خود وہان موجود تھے
بارہ برس کے گزشتہ واقعات مین ایک واقعہ عورت پر مبتلا ہونیکا جسوقت بیان کیا۔ سخت
حیرت ہوئی بعد معائنہ مکاشفات داخل بیعت ہوا۔

تاج الدین صاحب کثیر العیال تھے اور آمدنی کم تھی۔ مشکل سے بسر ہوتی۔ ایک روز برسبیل
ذکر حضرت سے تنگی کی شکایت کی حضرت نے فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ جلد فراخی ہوگی لیکن
مین ہونگا۔ چنانچہ حضرت کے انتقال کے بعد تاج الدین صاحب کی بافراغت بسر ہونے لگی

فخرالدین صدر جہان کا بیان ہے کہ ایکروز مین برہان الدین اولیا صاحب کے پاس آیا
اور دل مین تصور کیا کہ اگر حضرت شیخ کامل ہین تو اپنے دست مبارک سے تھوڑی مصری
عنایت فرمائین بمجرد خیال حضرت نے خادم سے مصری طلب کی اور اپنے ہاتھ سے مرحمت
فرماکے کہا کہ فخرالدین فقیرونکا امتحان نہ کرنا چاہیئے۔

خواجہ رمضان خلف الصدق خواجہ جلال کا بیان ہے کہ ایکوقت میرے والد اور تمام
گھر کے لوگ بیمار تھے والد نے میرے ہاتھ سے پانی کا ایک گھڑا حضرت کیخدمت مین

بھیجا اور کہا کہ حضرت سے سب کی بیماری کی کیفیت عرض کرنا۔ جب میں آستانے پر حاضر ہوا۔ پانی کا گھڑا پیش کرکے مریضون کی حالت بیان کی۔ حضرت نے اُس پانی پر کچھ دم کرکے فرمایا کہ لیجا اور فلان شخص کے علاوہ اور سب کو یہ پانی پلانا حسب ارشاد دم کیا ہوا پانی گھر لیجا کر اُس شخص کے سوا جسکو حضرت نے منع کیا تھا سبکو پلایا برکت نفس حضرت جس جس نے پیا صحت پائی اور جسکی نسبت منع فرمایا تھا اُسکا انتقال ہوا۔

خواجہ علیشاہ کہتے ہین کہ مُرید ہونے سے چھ ماہ قبل وقتاً فوقتاً میرے دل مین آتا کہ مُلتان جاکر وہان کے کسی مشایخ سے بیعت کرون لیکن ارادہ دل ہی مین رہا اور مُلتان جانے کی نوبت نہ آئی یہانتک کہ ایکروز مولانا زین الدین صاحب کے ارشاد پر بغرض بیعت شیخ برہان الدین اولیا صاحب کی خدمت مین حاضر ہوکر ارادہ ظاہر کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ علیشاہ ملتان کا ارادہ کیون فسخ کیا مین نے عرض کی کہ اس اندیشے کو بالکل دل سے نکالکر حاضر خدمت ہوا ہون چونکہ آپ کا کرم عام تھا اسلیئے اُسیوقت حلقۂ غلامی مین داخل کیا۔

شیخ برہان الدین اولیا صاحب کے مکاشفات اگر پورے درج کتاب کیئے جائین تو روضۃ الاقطاب کے سوا دوسری جلد تیار ہوسکتی ہے۔ ہمنے چند مکاشفے یہانپر لکھے ہین شایقین اگر کامل مکاشفے دیکھنا چاہین تو غرایب الکرامات اور بقیۃ الغرایب وغیرہ سے دیکھ سکتے ہین شیخ برہان الدین اولیا صاحب کی تقریر نہایت فصیح و بلیغ ہوتی تھی۔ سید محمد صاحب لکھتے ہین کہ فصاحت اور بلاغت اور شیرین کلامی مین شیخ برہان الدین اپنے وقت مین یکتا تھے۔ اگر کوئی شخص چند ساعت آپکے پاس بیٹھتا عشق آمیز کلام اور دلفریب محاورہ کی صفائی سے فوراً دلگیر ہوجاتا۔

حضرت کے ملفوظات اقوال کثرت سے ہیں۔ اگرچہ رکن الدین اور عماد الدین صاحب نے اپنی کتاب نفائس الانفاس اور غرائب الکرامات وغیرہ میں بہت سے اقوال نقل کئے ہیں لیکن مولانا عماد الدین صاحب نے اقوال میں خاص ایک رسالہ ترتیب دیا ہے جسکا نام احسن الاقوال رکھا ہے اور اسکو (۲۶) باب پر تقسیم کیا۔ ہم اسمیں سے چند اقوال کا ترجمہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

فقیر کو کسی کی امانت قبول نہ کرنی چاہیئے اور کسی کی ضمانت نہ لینی چاہیئے اور قبالہ پر گواہی بھی نہ لکھنی چاہیئے۔

فقیر ہی وہ ہے کہ جو کچھ ہاتھ میں ہووے۔ اور جو کچھ سر میں ہو دور کرے۔

فقیر کو باریک کپڑا نہ پہننا چاہیئے۔

فقیر کو شاہان کی صحبت نہ کرنی چاہیئے اسلیئے کہ فقیروں کا تکیہ خدا کے کرم پر ہے۔

اگر مرید پیر کی نسبت سے دور رہ جاوے تو اسکو ہر روز سالک کے چند شعر دیکھنا چاہئیں۔

دنیا آدمی کے سایہ کے مانند ہے جب آدمی سایہ کیطرف جاتا ہے وہ آگے ہو کر چلتا ہے اور جب وہ اس سے پیٹھ پھیرتا ہے اس کے پیچھے آتا ہے اسیطرح جو شخص دنیا کیطرف پیٹھ دیتا ہے دنیا اسکی طرف اپنا منہ کرتی ہے اور جو شخص دنیا کیطرف اپنا منہ کرتا ہے دنیا اسکی طرف پیٹھ کرتی ہے۔

بکری جب پانی پیتی ہے اپنا پیر پانی میں تر نہیں کرتی۔ بیٹھتی ہے اور پانی پیتی ہے۔ جب مرتی ہے اس کی کھال کو پانی سے پُر کرتے ہیں۔ اسیطرح آدمی جب تک زندہ ہے چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے پر گرد نہ پہنچے لیکن جب مرتا ہے اسکو خاک میں ملا دیتے ہیں۔

جب کوئی [illegible] کے پاس آئے تو تم کو چاہیئے کہ دو قسم کا گرم پانی پیش کرے

[illegible] گرم پانی [illegible] اور دوسرے شربت [illegible] گرم۔

دل ایک ظرف کے مانند ہے جب کہ ظرف خالی ہوتا ہے ہوا سے پر ہوتا ہے اور جب

کوئی چیز اس میں بھر دی جاتی ہے ہوا سے خالی ہو۔ اسیطرح دل دنیا کی خواہش سے پر ہو

جب [illegible] ہوا سے خالی اور خدا کی محبت سے [illegible] ہو جاتا ہے۔

سماع میں فکر ہے اور گریہ بھی ہے اور ان دونوں قسموں کے علاوہ اور جو کچھ ہے

وہ فتنہ ہے۔

جو فقیر سماع میں ہاتھ تک ہلائے اسکو سماع سننا جایز نہیں ہے۔

سماع سننے والے کو چاہیئے کہ باوضو رہے اور اسپر نظر رکھے کہ قوال [illegible]

سے کیا کہلواتا ہے اور دلپر کیا اثر ڈالتا ہے۔

خلق دو طرح پر ہے بعضے صاحب قال ہیں اور بعضے صاحب حال۔ جو صاحب قال ہیں

وہ نہیں جانتے کہ حال کیسے آتا ہے۔ لیکن حال بیان میں نہیں آسکتا۔

سماع کے درمیان پانی نہ پینا چاہیئے اور پنکھا نہ کرنا چاہیئے۔

فقیر کو چاہیئے کہ سماع میں ہوشیار رہے تاکہ ہاتھ اور پیر کسی پر نہ لگے اور اگر ہاتھ

اور پیر کسی کے لگے کھینچ لے۔

سماع میں لوٹنا نہ چاہیئے۔ اور شور وشغب نہ کرنا چاہیئے اگر کسی کے شور وشغب سے

کسی صاحب دل کا وقت غارت ہوا تو اسکا اثر شور وشغب کرنے والے کو ابتر کرتا ہے

سماع تعین سے نہ سننا چاہیئے اگر کوئی تعین سے سنیگا وہ مقام خراب ہوگا۔

اگر جماعت میں کسی کو وجد پیدا نہو تو تواجد کریں کہ وجد اور حال پیدا ہو۔ محبوب الٰہی

سلطان نظام الدین اولیا صاحب نے فرمایا کہ جس کسی کو سماع مین وجد نہو تو چند بار یا واجد
کہے حق تعالے اُس مین وجد کا اثر پیدا کرے گا۔

مزار مُبارک

شیخ برہان الدین اولیا صاحب کا مزار قصبے کے اندر گوشۂ جنوب اور غرب مین ہے
قبر پر گنبد ہے سرہانے دو کتبے بمضمون واحد ایک چوبی تختے پر کندہ ہین تختہ دیوار
پر نصب ہے۔ کتبے کے اشعار جس شاعر کی تصنیف سے ہین معلوم نہین کہ یہ کون صاحب
تھے۔ عام طور پر مشہور ہے کہ اشعار کتبہ امیر حسن صاحب اعلائے سنجری دہلوی یا میر حسین
صاحب مؤلف ہدایت القلوب کی جودت طبع سے ہین لیکن یہ غلط بلکہ محض غلط ہے کیونکہ
امیر حسن اعلائے سنجری کو موت کا پیام گنبد کی تعمیر سے پہلے آچکا تھا اور میر حسن مؤلف
ہدایت القلوب کی طبع آزمائی نے بھی کسی حالت مین ایسے اشعار کو جنکی کوئی ہیئت موزون
نہو پسند نہ کیا ہوگا۔ اگر بالفرض آخر الذکر صاحب کی تصنیف سے سمجھے جائین تو کندہ
کرنیوالے نے فاش غلطی کی ہے۔ کتبے کے کل اشعار (۲۴) ہین شاعرانہ سقم کی وجہ کر
ہم اُن کو درج کتاب کرنا نہین چاہتے اور اُسکی اصلاح پر اُن حضرات کو رغبت
دلاتے ہین جو وہان کے متولی یا خادم کہلاتے ہین کیونکہ ایسی بڑی بارگاہ مین
جسپر عام نگاہ پڑتی ہو کسی قسم کی غلطی کا ہونا ہمارے نزدیک کسیطرح جایز نہین
گنبد کے باہر شرقی دیوار پر گنبد کی تاریخ کندہ ہے۔

تاریخ گنبد

شاہ دین قطب عالم شیخ برہان غریب		بین بدار الملک ہند آسودہ سلطان غریب

خادم درگاه سلطان میر کاکا شاد بخت
کرده از اخلاص وافر آن نکو مسجد بنا
سال مقصد بود و پالی بیا۔ دگر کز فضل حق
از سپہ تاریخ شد این نظم مکتوب و نوشت

گرد قابل بست دل بر عہد و پیمان غریب
روضه عنوان گشت از بہر مہمان غریب
شاد از بے انتہا [illegible] ایوان غریب
بنده [illegible] باقی برین مکتوب و عنوان غریب

گنبد کے سامنے چند تختے سنگ سیاہ کے [illegible] ہیں نیز ایک چھوٹا سا خیمہ لگا دیا جاتا ہے۔

سنگ مرمر [illegible] پر چاندی کی کیلوں کے نشان ہیں جنکی نسبت یہ مشہور ہے کہ جب بادشاہ [illegible] درگاہ کو جاگیر دی تھی یہ کیلیں جڑ دیا کرتی تھیں۔ خدام درگاہ وقت معینہ پر انہیں کاٹ کر درگاہ کے اخراجات اور نیز اپنے مصارف میں لایا کرتے تھے جب سے جاگیر ضبط ہوا کیلوں کا نکلنا موقوف ہو گئیں۔ صرف نشانات باقی رہ گئے ہیں۔

گنبد کے پائین پچھم مولانا عبد الکریم اور مولانا عبد اللطیف خواہر زادہ حضرت برہان الدین اولیا اور پورب پہلے کاکا شاد بخت اور اُسکے بعد خواجہ قبول۔ خواجہ خیر الدین۔ خواجہ عبد الرحمن اور خواجہ جلدک کے مزار ہیں۔ گنبد کے پچھم مسجد ہے جسکی ہر سہ محرابوں پر دو نقش

نش مسجد کے گنبد کے کلس پر یا اللہ منقش ہے۔

طرف یا محمد اور بیچ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اور درمیان کے دو کھمبون پہ یا اللہ اور اندر منبر
کے قریب بیچ کی محراب پر یہ آیت پاک کندہ ہے۔

ان المساجد للہ فلا تدعو مع اللہ احدا

اللہ باقی والکل فانی

یہ مسجد ایک درجے کی ہے۔ موسم برسات اور گرما مین مصلیون کو تکلیف ہوتی ہے مرزا
حسن علی بیگ صاحب سابق امین کوتوالی خلد آباد اور محمد صادق علیخان صاحب امین بلغور نے
چندہ جمع کر کے ایک درجہ اور بڑھانا چاہا تھا اور کچھ عمارت تیار بھی ہو گئی تھی۔ لیکن اول
تو زر چندہ نے کفایت نہ کی دوسرے امین صاحب سابق الذکر کے ناگہانی تبادلے سے
درجہ مذکورہ کی پوری تکمیل نہوئی۔ عمارت تیار شدہ کچھ ایسی نامضبوط تھی کہ ایک ہی سال
مین ایک طرف کا حصہ گر گیا۔ اب دو چار صاحب ارادہ کر رہے ہین کہ باقی نو تعمیر شدہ
کو گرا کر ٹین کا سائبان بنا دین مسبب الاسباب اُن کے ارادے کو پورا کرے۔
لیکن میری ناقص رائے مین بجائے سائبان کے اگر مسجد کی پشت پہ ایک درجہ بڑھانیکی
کوشش کیجاتی تو بہت مناسب تھا۔ پشت مسجد پر درجہ بڑھانے کی بہت گنجایش ہے
البتہ اُس کے لیے خرچ کثیر درکار ہے جو بغیر چندہ بظاہر ناممکن ہے۔ خدام درگاہ
اگر مستعد ہون اور کوشش کرین تو اس امر محال کو آسان کر کے دکھا سکتے ہین۔
مسجد کے شمال ایک سہ درہ سنگ سرخ کا حال مین میرے سامنے بنایا گیا ہے
گنبد کی پشت پہ تھوڑے فاصلے سے پانچ کمانین جنوبی کمانون کے جواب مین بنائی
گئی ہین اور ان کمانون کے شمال افتادہ جگہہ ہے جسپر ایک دالان وسعت کے ساتھ
بن سکتا ہے۔ اس خیالی دالان (افتادہ جگہہ) کے پورب ایک زینہ خانقاہ پر جانے

کے لیے اور اُسی کے قریب ایک دروازہ دوسرے دالان مین جانیکے واسطے ہے۔

نواب نظام الملک آصف جاہ بہادر

مسجد کی جنوبی دیوار سے ملا ہوا نواب نظام الملک آصفجاہ بہادر اور اُنکی بیگم مسماۃ سیدۃ النسا کے مزار ہین یہ دونون مزار سنگ سرخ کے جالدار احاطے مین ہین پورب پچھم دروازے بھی جالدار ہین۔ دروازون کی جالی نہایت خوبصورت تراشی گئی ہے۔

نواب صاحب مرحوم کا نام قمرالدین خان۔ خطاب نظام الملک آصفجاہ باپ کا نام غازی الدین خان فیروز جنگ بن عابد خان ہے۔ نواب صاحب ۱۰۸۲ھ ہجری مین پیدا ہوئے۔ ابتدائے عمر سے آخر تک اختر طالع اِس صاحب اقبال کا ترقی پر چمکتا رہا۔ مرحوم ومغفور اورنگ زیب کے عہد حکومت سے محمد شاہ فرمانروائے دہلی تک ہر ایک سلطنت کے رکن رکین اور مدار المہام خلافت رہے ۱۱۳۲ھ ہجری مین دکن کی عنان حکومت ہاتھ مین لی۔ قریب تیس سال کے تمامی صوبجات دکن پر حکومت کی۔ اپنے عہد دولت مین بہت سی فتوحات حاصل کین۔ دریاے نربدا کے کنارے سے سیت بندر رامیشر تک قبضے مین تھا۔ ۴ جمادی الآخر ۱۱۶۱ھ ہجری روز یکشنبہ آخر وقت عصر برہانپور مین (۸۰) برس کی عمر مین وفات پائی۔ بڑے صاحبزادے نواب میر احمد خان نظام الملک ناصر جنگ شہید نے نعش خلدآباد مین لاکر شیخ برہان الدین غریب کے پائین دفن کی۔ مرحوم ومغفور خداترس۔ دیندار۔ فقیر دوست۔ غریب نواز۔ فیاض۔ مخیر تھے۔ اکثر سادات وعلما ومشایخ وفقرا ومساکین ہند

وعرب۔ بادر انبور شعرا ان ایام اس علاقہ کے دکن مین اگر حسب استعداد فیضیاب ہوا کرتے تھے۔ اسوقت سرکار عالی دام اقبالہ کی عملداری مین جو کہ رائج ہے وہ مرحوم ومغفور کا یادگار ہے نواب صاحب کو اشعار گوئی کا بھی شوق تھا۔ آصف تخلص کرتے تھے مہمات ملکی کے انصرام کے بعد اشعار کہا کرتے تھے چند اشعار نتائج طبع والا سے نقل کیئے جاتے ہین

تا شبیہ خنجر مژگان بار کرده اند		سر مد در چشم قیامت از غبار م کرده اند
	ولہ	
افسوس کہ با تیغ تبان نیست نگاہ را		اے باغ وفا آب و ہوائے کہ تو داری
	ولہ	
از خدا یم مطلب مطلب دیگر نجیبانی		اینقدر ہست کہ آہو نگہان رم نکنند

جس سال نواب نظام الملک آصفجاہ مرحوم نے وفات پائی اسی سال محمد شاہ فرمانروا دہلی اور اعتماد الدولہ قمرالدین خان وزیر اعظم نے بھی انتقال کیا۔ غلام علی آزاد صاحب نے کیا خوب تاریخ لکھی ہے

سہ رکن مملکت ہند از جہان رفتند برائے رحلت ہر سہ یافتم تاریخ		فتادہ حیف سہ دُر یگانہ از کف دہر نماند شاہ زمان با وزیر و آصف دہر ۱۱۶۱ ھ
	دیگر	
گشت تاریخ چون کشیدم آہ		موت شاہ و وزیر و آصفجاہ

متوجہ بہشت بھی مادہ تاریخ ہے ۱۱۶۱ ھ

نواب صاحب کی ایک بیگم صاحبہ کی قبر نواب صاحب کی قبر کے برابر ہے اور

ودیگیرون کی قبرین قریب ہی حوض سے پورب اور چوتھی کی قبر حوض سے جنوب طرف ہے۔ ان
نواب صاحب کے عرس کا انتظام ایجور سے ہوتا ہے۔

میر احمد خان نظام الدولہ ناصر جنگ شہید ۱۱۶۴

نواب آصفجاہ بہادر مرحوم کے مزار سے گوشہ جنوب و شرق مین ناصر جنگ شہید کا
مزار ہے۔ بیاسنے احاطے کے سنگ سرخ کے ستون ہے چہار طرف خوشنما
بنائے گئے ہین۔ نواب ناصر جنگ شہید نواب آصفجاہ کے بڑے صاحبزادے
تھے نام میر احمد خان خطاب نظام الدولہ ناصر جنگ تھا۔ نواب آصفجاہ کے چند روز
بعد باغواے برادر خورد ہمت خان نے پھولسری واقع کرنول ۱۷ محرم الحرام ۱۱۶۴ھ
مین شہید کیا (آفتاب رفت) شہادت کی تاریخ کا مادہ ہے۔ شہید مرحوم کا بھی
عرس اور دیگر لوازمات بلغور ہی سے علاقہ رکھتے ہین۔ ناصر جنگ شہید کی قبر کے پیچھے
انکی بیگم کی قبر ہے۔ جس احاطے مین برہان الدین اولیا صاحب کا گنبد ہے۔ اُسکی
شرقی دیوار مین ایک دروازہ ہے۔ آمد و رفت اسی سے ہوتی ہے احاطہ مذکورہ
کی جنوبی حد پانچ کمانون سے محدود ہے۔ جس احاطے مین ناصر جنگ شہید کا مزار
داخل ہے اوس مین ایک حوض اور نواب آصف جاہ اور نواب ناصر جنگ شہید کی بیگمات
اور نامعلوم قبور کے سوا عوض خان۔ ہدایت محی الدین خان مظفر جنگ متوسل خان۔
جمال الدین خان۔ شاہزادہ جنگلی۔ شاہ کریم الدین۔ اور سعید الدین صاحب سوم تعلقدار
اورنگ آباد کی قبرین ہین سوم تعلقدار صاحب کی قبر کے سرھانے یہ کتبہ ہے۔

بصد فکر متین تاریخ ہاتف گفت وشد غمگین	ازین دنیاے بیحاصل بجنت شد سعید الدین ۱۲۸۲ھ

اِس احاطے مین پچھم طرف ایک شکستہ خانقاہ اور ایک مسجد موسومہ شاہ کریم الدین صاحب سے ہے غالباً یہ وہی کریم الدین صاحب ہونگے جنکا مزار مسجد کے متصل بتایا جاتا ہے۔ مسجد کی جنوبی دیوار پر کتبہ بخط نسخ کندہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اُس جامع مسجد کا کتبہ ہے جو دونون روضون کے درمیان تھی۔

السلطان الاعظم المعظم علاؤ الدنیا والدین احمد شاہ بن احمد شاہ الولی البہمنی بنا مسجد جامع نزدیک حضرت روضتین متبرکتین نذر کردہ بودند درا ثناء ان از دار فنا بدار بقا رحلت کردید .... بحکم .... بندہ درگاہ ....

سلطانی تاریخ غرہ ماہ جمادی الاخرٰی .. اثنین ستین وسبعمائۃ مسجد ..... گردید۔

خانقاہ کی شمالی اور مسجد برہان الدین اولیا صاحب کی جنوبی دیوار ایک خط مستقیم مین واقع ہوئی ہے۔ اسی خط مین ایک کھڑکی پشت مسجد پر جانے کے لیئے ہے۔

اِس حوض والے احاطہ کی شمالی حد پانچ کمانون اور شرقی وجنوبی حد دیوار سے محدود ہے۔ جنوبی دیوار مین ایک دروازہ دوسرے احاطے مین جانے کیواسطے رکھا گیا ہے۔ دوسرے احاطے کے جنوب تالاب (حوض خاص) اور اسی احاطے مین خواجہ محمد لشکری صاحب کی قبر ہے۔

حوض والے احاطے کی شمالی حد کے نصف حصے مین جو دیوار جانب شرق ہے اُسمین ایک دروازہ ہے۔ اُسی دروازے سے غیر قوم کے لوگ برہان الدین اولیا صاحب کی زیارت کو آتے ہین اور اُسی دروازے سے پچھم حوض کے قریب نواب آصفجاہ کی بیگمات کے علاوہ شاہزادہ محمد معصوم نبیرۂ خلد مکان کی قبر ہے۔ شاہزادہ محمد معصوم کی قبر کے پائین سنگ مرمر کی چار دیواری مین کسی شاہزادے اور شاہزادی کی

قبر ہے۔

احاطے ہائے مذکورہ کے سوا چوتھا احاطہ درچاک کی خانقاہ کا ہے۔ دروازے درچاک پر کلمۂ طیبہ اور دونون کنواڑون پر پیچھے کی طرف یہ بیت کندہ ہے۔ ؎

بہ تعمیر این ہاتف غیب گفت		در باب فیض است تاریخ دان ۱۰۹۵

دروازے درچاک کے ہر دو طرف خانقاہ اور ایک ایک حجرہ ہے شمالی حجرے مین درگاہ کی جاگیرات کے کاغذات اور وہ عمامہ جو سلطان المشایخ نظام الدین اولیا صاحب سے شیخ برہان الدین اولیا صاحب کو عطا ہوا تھا اور نیز اور تبرکات اور مزار کے غلافات رہتے ہین اور جنوبی حجرے مین موئے مبارک حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے جنکی زیارت ۱۲ ربیع الاول کو ہوتی ہے دروازے درچاک والی کمان پر چھوٹا سا گنبد ہے۔

ان دونون حجرون کے پورب دو دو کمانون کا ایک دالان ہے جنوبی دالان حیات دالان کے نام سے مشہور ہے اور یہ بھی مشہور ہے کہ حضرت برہان الدین اولیا صاحب اکثر اسی مین بیٹھے رہا کرتے تھے۔ وہ پتھر بھی اتبک محفوظ ہے جسپر آپ تکیہ لگایا کرتے تھے۔ ان دونون دالانون کے درمیان کا فرش خانقاہ درچاک سے پست ہے۔ درچاک والی محراب کے نیچے مولسری کا درخت ہے حیات دالان کے پورب پانچ کمانون کا ایک دالان اور اسکے مقابل دو درجے کا دالان چھ چھ کمانون کا ہے۔ ان دالانون کے درمیان کا فرش اوپر کے صحن سے تھوڑا پست ہے۔ دوہرے دالان کی پچھم دیوار مین ایک دروازہ اور پیچھے درجے کی شمالی دیوار مین دو حجرے ہین۔ احاطے کی شرقی حد (۷) کمانون

سے محدود ہے۔

ان احاطون کے علاوہ پانچواں احاطہ ادرہے جسکے پچھم طرف صرف مذکورہ بالا
(۶) کھائین جنوب ایک دالان۔ شمالی حد کے نصف سے زیادہ شرقی حصے مین
دوہرا دالان۔ بقیہ حصے مین ایک دالان چھوٹا اور مختصر سی عمارت اور گوشہ شمال
و غرب مین گنبد نمود ہے اور یہ گنبد چھوٹی گنبد مشہور ہے۔ احاطے کے گوشہ
غرب و جنوب مین ایک بہت بڑا درخت کھرنی کا جسکی جڑ سے ملا ہوا چھوٹا سا چبوترہ
ہے۔ اسی احاطے کے گوشہ شرقی و جنوب مین حوض اور شمالی حد کے دوہرے
دالان کے سامنے مولسری کا درخت ہے۔

احاطے کی شرقی حد دوہرے دالان اور ایک گنبد سے گھری ہوئی ہے دوہرے دالان
کے اوپر کی منزل نقار خانے سے منسوب ہے۔

عرس کے ایام مین اس نقار خانہ پر نوبت نقارے ضرورت سے زیادہ
بجتے ہین۔ نیچے کے درجے مین جسکے متعلق حجرہ ہے۔ نور شاہ میان صاحب خدا
انپر رحمت کرے) رہا کرتے تھے۔

یہ بزرگ ٹونک کے رہنے والے تھے تیس چالیس سال سے اسی دالان مین
رہا کرتے تھے۔ مجرد۔ متوکل۔ شب بیدار۔ تہجد گزار تھے ساٹھ پینسٹھ برس کا
سن ہوگا۔ احمد اللہ شاہ صاحب کے مرید تھے۔ احمد اللہ شاہ کو فرقان علیشاہ صاحب
سے اور فرقان علیشاہ کو محراب علیشاہ سے اور محراب علیشاہ کو ستان شاہ صاحب
سے ارادت تھی۔

نور شاہ میان کے پاس دس بیس طالب علم قرآن مجید پڑھا کرتے تھے شاہ صاحب کے

فیض سے خادمون کے دو چار لڑکے حافظ بھی ہوئے (۲۰) جمادی الاخری سنہ ۱۳۱۶ھ
مین وفات پائی مرحوم کی قبر درگاہ سے باہر اُسی دالان کے نیچے ہے جسمین وہ رہا
کرتے تھے۔ اُس وقت اُنکے شاگردون نے حقِ شاگردی خوب ادا کیا اور
نہایت محبت اور ہمدردی سے خدمت کی اور وفات کے بعد اچھی طرح کفن دفن کیا
خدا اُسکی جزا اُسے خیر دے ہر سال عرس بھی کر دیا کرتے ہین۔ بموجب وصیت قبر خام رکھی
گئی ہے۔ قبر پر دو چار درخت ریحان کے لگے ہین۔

درگاہ کی مجموعی عمارت بلندی پر ہے۔ اس لیے شرقی گنبد کے سامنے سنگی فرش
سڑک تک نیچے کو اُترتا ہوا بنایا گیا ہے اور اُس فرش کے مقابل سید زین الدین صاحب
کی درگاہ کا فرش ہے اور یہی دونون فرش فرشون کے نام سے مشہور ہین۔

نور شاہ میان صاحب کی قبر کے پورب شاہ پاک کا مزار ہے۔ سُنتے ہین کہ یہ صاحب شاہ
اورنگ زیب کے زمانے مین تھے۔

اسی تختے زمین پر جسپر دونون مزار بتائے گئے ہین شمال جانب شاہ بہار الدین عرف
باجن کا مزار ہے۔

ذکر حضرت سید زین الدین صاحب قدس سرہٗ

نام سید داؤد حسین۔ شیخ کی طرف سے زین الدین لقب۔ پدر بزرگوار کا نام خواجہ حسینؒ
اور چچا کا نام خواجہ عمرؒ تھا۔ خواجہ حسینؒ اور خواجہ عمرؒ سید محمود شیرازی بن سید محمد روزبہان
کے صاحبزادے تھے۔

سید زین الدین صاحب سنہ ۷۰۱ھ ہجری مین ارض فارس کے مشہور شہر شیراز مین پیدا

ہوئے - ابھی پورے ہوش و حواس بھی سنبھالنے نہ پائے تھے کہ والدہ ماجدہ نے (جو نہایت زاہد و عابدہ تھین) انتقال فرمایا - آغوش مادر سے جدا ہوتے وقت آنحضرت کی عمر سات برس کی تھی - خواجہ حسین صاحب نے پرورش کی کم سنی ہی مین پہنمائی توفیق رفیق مولانا نصیر الدین اور شہاب الدین کے ساتھ حج کا ارادہ کیا اور وطن مالوف کو خیرباد کہکر سیدھے عرب پہنچے اور حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے -

چونکہ پردۂ تقدیر مین آپ کے ابواب کا فتح ہونا حضرت برہان الدین اولیا صاحب کی کلید پر موقوف تھا اس لیئے ملک عرب سے ہندوستان کے دارالخلافت دہلی مین آئے اور کلام پاک کو تھوڑی مدت مین ضبط کرکے تحصیل علم پر توجہ کی اور مولانا کمال الدین سامانہ اور نیز دیگر علمائے دہلی سے علم حاصل کرکے سند فضیلت لی -

جسوقت سلطان محمد تغلق نے دہلی والون کو (دیوگیر) دولت آباد روانہ کیا - آپ بھی مولانا کمال الدین سامانہ کے ساتھ دولت آباد آئے - دولت آباد مین آپ کے خداداد علم اور لیاقت کی شہرت ہوئی - بڑے بڑے علما اور طلبا بغرض استفادہ حاضر خدمت ہونے لگے - آپ ہمیشہ ایک مسجد مین تفاسیر قرآنی اور احادیث نبوی کا وعظ اور درس تدریس علوم اور ریاضت و عبادت حیّ قیوم مین مصروف رہا کرتے تھے - لیکن مشایخ صوفیہ سے (کہ معرفت و حقیقت کے رہبر ہین) احتراز اور پرہیز رکھتے اور انکی نسبت اکثر طنزیہ کلمات فرمایا کرتے تھے - اسی زمانے مین شیخ برہان الدین غریب کے مشیخت کے نقارے کی آواز عالم مین گونج رہی تھی اور انکے سرود و سماع کا غلغلہ ملاء اعلیٰ تک پہنچا تھا سید صاحب کے شاگردون مین اکثر شاگرد شیخ برہان الدین غریب کے یہان سماع مین شریک ہوا کرتے تھے اور شیخ کی توجہ سے انپر کیفیت طاری ہوتی تھی - سید زین الدین صاحب

ڈالی۔ لیکن جب شاگردوں نے بعد سلام یہ کہا کہ آپکے سوالوں کے جواب ہیں آپ نظر فرماوین تو
دیکھا اپنا مسودہ نہیں پایا۔ پس اُن اوراق کو ابتدا سے بغور دیکھنا شروع کیا۔ ہر سوال کا
جواب کسی نہ کسی طرح سے پایا جب سب دیکھ چکے۔ انانیت کا پردہ چشم خود بین سے اُٹھا اور
چہرۂ مبارک متغیر ہو کر آنکھوں سے آنسوؤں کا تار شروع ہو گیا۔ شاگردوں کو اُستاد کی
اِس کیفیت سے حیرت ہوئی لیکن کسیکو دم زدن کی مجال نہ تھی۔ آخر یہ نوبت ہوئی کہ دل
قبضہ اختیار سے باہر ہو گیا۔ سچ ہے جو شخص اپنی نظر سے دوست کے جمال کو دیکھیگا
اپنی نیستی کی تاریکی کا عکس اُسکو نظر آئیگا۔ القصہ جب غلبۂ شوق زیادہ ہوا یہ بیت پڑھی ع

معشوق و عشق و عاشق ہر سہ یکیست اینجا		چون وصل در نگنجد ہجران چہ کار دارد

اور اُسیوقت اُٹھکر بحالت شوق شیخ برہان الدین غریب کے مکان کی طرف چلے۔ شاگرد
بھی کہ علم کامل رکھتے تھے ہمراہ ہوئے۔ چونکہ دست قدرت اور قلم عنایت نے سعادت
کا خط پیشانی پر پہلے سے کھینچ رکھا تھا۔ اس لیئے جیسے ہی خانقاہ میں قدم رکھا۔ اور شیخ
برہان الدین غریب کا سامنا ہوا دوڑ کر پیشانی کو قدوم میمنت لزوم پر جھکا دیا۔ شیخ
برہان الدین غریب نے فرمایا کہ ہان ہان داؤد حسین یہ رسم شریعت غرا میں جائز نہیں ہے
سید صاحب نے کہا کہ جب تک میں اس رسم کو شرع کے خلاف جانتا تھا نعمت باطنی سے
محروم تھا اور یہ بیت فرمائی ع

دست از طلب ندارم تا کار من برآید		یا جان رسد بجانان یا جان ز تن برآید

اور اُسیوقت شاگردوں کو رخصت کرکے مولانا رکن الدین کے ساتھ سنہ [illegible] ہجری میں
بیعت کی۔

مذکورہ بالا بیان پر بعضوں نے تھوڑا حاشیہ چڑھا کر اسطرح مشہور کیا ہے کہ اسیوقت

سیر و تفریح کے سبب سید داؤد حسین الدین بحالت ... مع تمام شاگردون کے ساتھ
شیخ برہان الدین اولیا صاحب کے مکان کیطرف جا نکلے۔ دل مین تصور کیا کہ اگر شیخ
برہان الدین تصور ڈالوائے گرم مثل حلوائے مینا بازار اور آپ سرد مثل زمزم کے
پلا دیتے تو مین درویش کامل سمجھکر بیعت کرون پہنچتے وقت شاگردون سے تاکید کر دی کہ
خبردار۔ شیخ برہان الدین کو دیکھکر کوئی امر خلاف شرع نہ کرنا۔ لیکن جسوقت گھاٹ دولت آباد
سے اوپر چڑھے اور نظر غریب نواز پر پڑی بیساختہ سر نیاز کو جھکاتے ہوئے خانقاہ
تک آئے استاد کی اس حرکت سے شاگردون کو ضبط نہو سکا۔ آخر کو ایک نے
عرض کی کہ جناب نے ہم سبکو ایسے افعال سے منع کیا تھا اب آپ خود اس کے
مرتکب ہو رہے ہین اسکا کیا سبب ہے۔ اس سوال سے پہلے تو آپ ساکت رہے
پھر فرمایا تم نہین دیکھتے ہو کہ میرے برابر دونون طرف دو شیر چلے آرہے ہین
اگر مین اسقدر احترام اور ادب نہ کرون تو واللہ اعلم یہ میرا کیا حال کرین آخرکار اسیطرح
شیخ برہان الدین اولیا صاحب کیخدمت مین حاضر ہوکر فرق اقدس کو اقدام مبارک پر
ڈالا اور شیخ برہان الدین اولیا صاحب نے فرمایا کہ اے داؤد حسین یہ فعل شریعت
مین جایز نہین ہے۔ سید صاحب نے جواب دیا کہ جب تک مین اس طریقے کو نامشروع
جانتا تھا نعمت باطنی سے محروم تھا اور یہ بیت پڑھی ؎

دست از طلب ندارم تا کار من برآید		یا جان رسد بجانان یا جان ز تن برآید

حضرت برہان الدین اولیا صاحب نے گرد خجالت چہرہ سے پاک کرکے بہ تعظیم و تکریم
اپنے آگے بٹھایا اور خادم قدیم کاکا شاد بخت سے فرمایا کہ مولانا داؤد حسین صاحب
کے واسطے کوئی چیز لاؤ۔ کاکا صاحب نے عرض کی کہ پیر روشن ضمیر پر ظاہر ہے

کہ اسوقت باورچیخانے مین کوئی چیز نہین ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ فقیرون کے گھر مین ضرور کچھ نہ کچھ ہوگا۔ کاکا صاحب نے جاکر دیکھا کہ باورچیخانے مین ایک طباق پُر از حلوائے گرم اور ایک کوزے مین تھوڑا سا ٹھنڈا پانی رکھا ہوا ہے۔ اُٹھا کر مولانا داؤد حسین صاحب کو لا کر دیا۔ مولانا صاحب نے اُسے کھایا اور پیا دونون کا مزہ جیسا خیال کیا تھا ویسا ہی پایا پس اُسیوقت شاگردون کو رخصت کرکے برفاقت مولانا رکن الدین عماد کاشانی مؤلف نفائس الانفاس ۷۳۲ھ ہجری مین بیعت کی۔ بیعت کیوقت شیخ برہان الدین اولیا صاحب نے فرمایا کہ اے فرزند شایستہ مرید کر۔ کیونکہ جسدن سلطان المشایخ حضرت نظام الدین اولیا صاحب نے مولانا حسام الدین صاحب کو بیعت سے مشرف کیا۔ فرمایا مرید کی تکمیل مین کوشش کر نہ تکثیر مین۔

منقول ہے کہ جسوقت حضرت خواجہ عثمان ہارونی صاحب کی وفات کا وقت قریب آیا۔ فرمان اجازت اور دو خرقہ خلافت سے حضرت خواجہ معین الدین چشتی صاحب کو سرفراز کرکے فرمایا کہ ایک خرقہ تمھارے لیئے ہے اور دوسرا بطریق امانت تمھارے پاس رہیگا جو سلسلہ بسلسلہ سید داؤد حسین کو پہنچیگا چنانچہ خواجہ صاحب نے تاحیات اُسکو اپنے پاس امانت رکھا جب خواجہ صاحب کی رحلت کا زمانہ آیا حسب ارشاد پیر خرقہ امانت مع اپنے خرقہ اور فرمان اجازت کے ساتھ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رح کے سپرد کیا اور حضرت قطب الدین رح سے خواجہ فرید الدین گنجشکر صاحب کو اور اُن سے شیخ نظام الدین اولیا صاحب کو بتسلسل وہ خرقہ امانت مع خرقہائے پیران طریقت ملتے آئے۔

جسوقت حضرت نظام الدین اولیا صاحب نے شیخ برہان الدین اولیا صاحب کو دولت آباد روانہ کیا۔ خرقہائے پیران طریقت مع خرقہ امانت دیکر ارشاد فرمایا کہ عنقریب مولانا

داؤد حسین شیرازی [illegible] سے سلسلے مین داخل ہونگو یہ خرقہ امانت اپنے خرقۂ خلافت
اور خرقہائے پیران طریقت کیساتھ انکو دیا۔

جو حضرت مولانا [illegible] مولانا رکن الدین عماد کاشانی سنہ [illegible] ہجری مین
داخل بیعت [illegible] مرشد کی خدمت کا ارادہ کرکے عزلت اور خلوت
کے طالب [illegible] شیخ برہان الدین اولیا صاحب نے بعد ترتیب ریاضت و مجاہدت
و اشغال [illegible] خرقہائے خلافت اور نعمت سے جو سلطان المشائخ نظام الدین
اولیا صاحب سے ان تک پہنچے تھے ۱۰ ربیع الاخری سنہ ۷۳۲ ہجری مین سرفراز فرمایا۔

مخفی نہ رہے کہ اس خرقے کی نسبت جو امانتاً حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح صاحب سے
سلسلۂ مولانا داؤد حسین رح تک پہنچا ہے مشہور ہے کہ یہ پیراہن مبارک جناب رسالتمآب
صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

مشہور روایت سے قطع نظر رکن الدین عماد کاشانی نے شمایل الاتقیا مین بحوالہ رسالۂ قوام
العقاید خرقہ کے ثبوت مین جو روایت نقل کی ہے۔ ناظرین کے اطمینان کے لیے ہم
کتاب کی اصل عبارت کو نقل کر دیتے ہین۔

چون حضرت رسالت صلعم از معراج بازگشت بر در بہشت ایستادہ کردند خلعتے در بر
رسول پوشانیدند در خاطر رسول گذشت۔ اگر امتان مرا ازین خلعت نصیب باشد
چہ خوب بود۔ بہتر جبرئیل آمد و گفت یا محمد صلعم ازین خلعت امتان ترا نصیب باشد
ولیکن بدین شرط۔ و آن شرط تعینے کرد چون رسول صلعم بہ بنا آمد میان یاران این

ملے حضرت سید داؤد حسین صاحب کے گنبد کے گوشۂ شمال و غربی کے حجرے مین رکھا
ہوا ہے ۱۲ ربیع الاول ظہر کی نماز کے بعد زیارت ہوتی ہے۔

حکایت کرد۔ فرمود نمیدانم انشاء کہ باشد کہ آن شرط بجا آورد تا من این خلعت بدو دہم امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عرضداشت کرد کہ یا رسول اللہ صلعم ہمین ارزانی دارید رسول صلعم فرمود اگر بتو دہم چہ کنی۔ او گفت صداقت و صدق ورزم و تقوی کنم۔ فرمود نشیند۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ خاست او نیز از جنس عدل و داد و جز آن گفت ہمین جواب شد۔ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ خاست او نیز مشغول بہا و بذل و عطا گفت ہمین جواب شد۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ خاست رسول فرمود تو چہ میکنی۔ گفت این ست ستر بندگان خدا سازم و عیب بندگان خدا بپوشم۔ حضرت رسالت صلعم گفت شرط ہمین بود۔ خرقہ بہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ داد۔ بعدہ خرقہ بہ حسن بصریؓ رسید و از انجا عن عن بمشائخ رسید الی یومنا۔

جس روز سید داؤد حسینیؒ صاحب خلافت سے سرفراز ہوئے شیخ کیطرف سے زین الدین خطاب ہوا۔

جب سید زین الدین صاحب شیخ کی صحبت بابرکت سے فیضیاب ہوئے اور پردہ خود بینی کا آنکھون سے دور اور غرور کا دہوان دماغ سے جاتا رہا تو ایک روز شیخ برہان الدین اولیا صاحب نے فرمایا کہ اے داؤد کیا جاہل رہتے ہو کوئی کتاب پڑھو۔ سید زین الدین صاحب نے عرض کی جس کتاب کا حکم ہو شروع کرون۔ شیخ برہان الدین اولیا صاحب نے فرمایا۔ مرصاد العباد جو سلوک کی کتابون مین عمدہ کتاب ہے لاؤ۔ اگرچہ سید زین الدین صاحب کی نظر سے مرصاد العباد گزر چکی تھی۔ لیکن بحکم شیخ اسکو شروع کیا۔ جب شاگردون کو اس کی خبر ہوئی۔ استاد کی ناسمجھی اور کم حوصلگی پر قیاس کرکے ایک روز ایک شاگرد نے عرض کی کہ مین جناب کے لوتی

شاگردون سے ہون اگر چاہون تو اِس کتاب سے بہتر اور عمدہ لکہہ سکتا ہون۔ جب میرا یہ حوصلہ ہے تو پہر آپ ایسی کتاب کہ جس کے پڑہنے سے آپ کی کسر شان ہوتی ہے کیون پڑہتے ہین۔

سید زین الدین صاحب شاگرد کے اِس کہنے سے بہت ہی غصہ مین آئے اور فرمایا تم سبھون کے دل کی تاریکی نور معرفت سے مبدل نہین ہوئی ہے اور جہالت کا پردہ آنکہون سے دور نہین ہوا ہے۔ مجہے صرف شیخ کی رضامندی اور حکم کا بجالانا مقصود ہے نہ کتاب کی عبارت آرائی سے غرض ہے جب آپ نے ایکمرتبہ مرصاد العباد اول سے آخر تک دیکھی شاگردون سے فرمایا۔

واللہ یہ وہ مرصاد العباد نہین ہے جو مین نے پہلے دیکھی تھی۔ چند روز بعد حضرت برہان الدین اولیا صاحب نے دوبارہ فرمایا کہ مولانا داؤد کوئی کتاب پڑہو۔ سید صاحب نے عرض کی جس کتاب کا حکم ہو حاضر کرون۔ حضرت نے فرمایا کہ مرصاد العباد پڑہو۔ سید زین الدین صاحب نے دوبارہ مرصاد العباد شروع کی جب اختتام کو پہونچی سید صاحب نے فرمایا کہ یہ وہ مرصاد نہین ہے۔ جو مین نے پہلے پڑہی تھی۔

اس روایت کے راوی شیخ جلال الدین قدس سرہ فرماتے ہین کہ اسیطرح تین مرتبہ مرصاد پڑہنے کی نوبت آئی اور ہر مرتبہ اسکی لذت دوسری پائی اور ہربار ختم کتاب پر سید زین الدین صاحب نے یہی فرمایا کہ یہ وہ مرصاد نہین ہے جو مین نے پہلے پڑہی تھی۔ آخر بروز پیر کے التفات سے باب ولایت کہلتے اور مدارج سلوک ملنے شروع ہوگئے اور برہان الدین اولیا صاحب کی وفات سے تین روز بعد سجادہ نشینی پر ممتاز ہوئے اور تب سے بیشمار خاص و عام مرید ہوئے۔

جسوقت امرائے دولت آباد نے سلطان محمد شاہ دہلی سے بغاوت کرکے اسمعیل فتح کو تخت سے اُتار دیا اور سلطان محمد اس فساد کے رفع کرنے کیواسطے دولت آباد آیا اور بعد دفع فتنہ و فساد اکثر متوطنان دہلی کو جو دولت آباد مین رہتے تھے دہلی روانہ کیا۔ سید زین الدین صاحب سے بھی چلنے کی درخواست کی۔ سید صاحب جمعہ کو روز سنہ ۷۴۷ ہجری مین لشکر کے ساتھ دہلی روانہ ہوئے۔ امیر حسن مؤلف ہدایت القلوب کا بیان ہے کہ مین اور چند احباب حضرت کو ایلورے تک پہنچانے گئے مین نے دل مین ارادہ کیا کہ اگر حضرت مجھے کوئی کتاب عنایت فرمائینگے تو مین واپس جاؤنگا ورنہ بے شبہ ساتھ جاؤنگا۔ یہ خیال ابھی دفع نہین ہوا تھا۔ کہ سید زین الدین صاحب نے خواجہ شہاب الدین صاحب سے فرمایا کہ رسالہ منہاج العابدین جو تمنے میرے واسطے لکھا ہے تحفے کے طور پر میر حسن کو دیدو تاکہ وہ یہان سے واپس جائین اور مطالعہ کرین اسکے بعد ایلورے کی ندی کے کنارے نماز ظہر ادا کی اور مین اور بعض خدام مثل شمس الدین فضل اللہ اور فرید عراقی اور مولانا مسعود عرف چھجو رخصت ہوکر واپس آئے اور سید زین الدین صاحب دہلی روانہ ہوئے۔

شیخ چراغ اودھ

سید صاحب جب دہلی پہونچے تو شیخ نصیر الدین صاحب چراغ دہلوی اور نیز دیگر خلفائے سلطان المشائخ سے ملاقات ہوئی۔ ایک جماعت کثیر نے بیعت کی منجملہ ان کے شیخ الاسلام صدر الدین مفتی دہلی داخل بیعت ہوئے اور مولانا نور الدین امام نے قرآن مجید کے چند پارون کی قرات تصحیح کی اور امامت پر مامور ہوئے۔ غرہ ربیع الاول سنہ ۷۴۹ ہجری کو سید زین الدین صاحب نے فرمایا کہ دو مہینے ہوئے کہ مین ہر روز ایک کلام اللہ سلطان المشائخ کی روح پر فتوح پر ختم کرتا ہون اور صبح کی نماز کے بعد روضہ مقدسہ پر شاغل رہتا ہون۔ اللہ جل شانہ

کی عنایت اور شیخ الاسلام برہان الدین اولیا صاحب کی دستگیری سے (کہ مجھے اس درگاہ مین سپرد کیا ہے) آج کے روز مین سانہ بہت سے فضل و کرم مشاہدہ کیئے اور یہ بیت مرقد مطہر سے سُنی ہے

بیا سایۂ چمن خود کہ جانم از تو آسودہ است		تو صحن مین برا فروودی خدا حسنت بیفزاید

چند روز بعد سلطان محمد نے حضرت کے روبرو یہ گزارش پیش کی کہ آپ مختار ہین مرضی مبارک مین آئے ۔ دہلی مین تشریف رکھیئے ۔ حرمین شریفین جائیے ۔ یا دولت آباد کا ارادہ فرمائیے اگر دولت آباد کا قصد ہے تو زاد راہ اور سامان سفر مہیا کر دیا جاتا ہے ابھی حضرت کا ارادہ کسی طرف کا نہین ہوا تھا کہ اس عرصے مین سلطان محمد کا انتقال ہوا اور فیروز شاہ تخت پر بیٹھا ۔

سلطان فیروز محمد شاہ سے زیادہ درویش دوست اور حضرت سید زین الدین صاحب کا معتقد تھا ۔ تخت پر بیٹھتے ہی ۱۸ صفر ۷۵۲ھ ہجری کو خدمت اقدس مین حاضر ہو کر عرض کی کہ حضور کسی طرف کا قصد نہ فرمائین اور چندے دہلی کو قدوم میمنت لزوم سے عزت بخشین ۔

سید زین الدین صاحب نے فرمایا کہ اے سلطان فیروز اسبات سے مجھے معاف رکھ مین چاہتا ہون کہ اپنے پیر کے آستانے پر مرون ۔ فیروز شاہ نے زیادہ اصرار کرنا مناسب نہ سمجھا اور دوسرے روز سفر کا سامان مہیا کر دیا اور کچھ نقد بھی پیش کیا جسوقت سید زین الدین صاحب دہلی سے رخصت ہوئے ۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی اور بہت سے خلفائے سلطان المشایخ اور امرا و شاہزادگان دہلی حوض شمسی تک پہنچانے آئے ۔ شیخ نصیر الدین صاحب نے حوض شمسی کے کنارے قبلہ رو ہو کر

دُعا کی اور سید زین الدین صاحب کے فرق مبارک سے عمامہ اُٹھا کر اپنا عمامہ اُن کے سر پر رکھا اور بہت سے برکات سلطان المشائخؒ کے دیکر رخصت کیا۔

سفر اجو
ز پاک

سید زین الدین صاحب دہلی سے اجودھن (پاک پٹن) تشریف لیگئے جس روز پاک پٹن پہنچے۔ صاحب سجادہ شیخ محمد بن شیخ علاء الدین بن شیخ فرید الدین گنجشکر قدس اللہ اسرارہم بابا صاحب کی بشارت پر استقبال کو نکلے اور باوجودیکہ شیخ محمد صاحب کی عمر (۱۰۰) سال سے تجاوز کر چکی تھی تب بھی سید صاحب کی عظمت اور حرمت بہت کی۔

سید صاحب تین شبانہ روز بابا صاحب کے گنبد کا دروازہ بند کر کے مشغول رہے اور نماز کے وقت کے سوا باہر نہین نکلتے تھے۔ اور رات و دن چار قرآن مجید ختم کرتے تھے تین رات و دن مین بارہ ختم کیے اور قریب ایک مہینے کے اجودھن مین رہے۔ رخصت کیوقت شیخ محمد صاحب نے بابا صاحب کے بعض تبرکات سید صاحب کو دئے اور ایک منزل تک پہنچانے آئے۔

سلطا
معین ا
کی زیا
کی روا

سید زین الدین صاحب اجودھن سے واپس ہو کر اجمیر شریف گئے اور خواجہ صاحب کی زیارت سے مشرف ہو کر ایک ہفتہ روضۂ مقدسہ پر خلوت کی اور (۲۸) قرآن مجید ختم کر کے بہت سا فیض مزار مبارک سے حاصل کیا اجمیر شریف مین بھی بہت سی لوگ مرید ہوئے۔ ایک ہفتہ کے بعد دکن کا ارادہ کیا اور بعد قطع مراحل و طے منازل قدوم فیض توام سے دولت آباد کو رشک بہشت برین بنایا۔ اِس مرتبہ خلایق دولت آباد بالکلیہ سید صاحب سے رجوع ہوئی اور کل امرا و سلاطین نے چادر اعتقاد کو اپنے سر پر ڈالا۔

جسوقت بہرام خان ناظم ... ... حاکم دولت آباد باغوا اسکے کھنبہ دیو سردار مرہٹہ نے سلطان محمد شاہ سے بغاوت اختیار کی۔ اور سلطان محمد شاہ لشکر بیشمار اور فوج جرار لیکر قلعہ دولت آباد سے دو کوس کے فاصلے پر بقصد محاصرہ آیا تو اسوقت بہرام خان کی آنکھیں کھلیں۔ حیرت زدہ لباس بدل حضرت سید زین الدین صاحب کیخدمت مین حاضر ہو کر پہلے یہ اشعار پڑھے۔

کہ اے از تو رخت راحت دل پدید	زبان تو ہر مشکلے را کلید
چہ تدبیر کان شاہ گردن فراز	بیاورد بر ما چنین ترکتاز

اسکے بعد سارا واقعہ بیان کرکے عرض کی کہ اگر حکم ہو تو قلعہ کا دروازہ بند کر لیتا ہون۔ یا جیسا میرے حال کے مناسب ارشاد ہوتا ہے۔ اسپر عمل کرتا ہون۔ سید زین الدین صاحب نے فرمایا کہ جب تو فقیر کے پاس آیا ہے اور نیکی و خوبی مین مشورہ چاہتا ہے تو بمقتضائے (المستشار موتمن) جو کچھ تیرے لیے بہتر ہے کہتا ہون قلعہ کا دروازہ بند کرکے بیٹھ رہنا انجام بینی سے بالکل بعید ہے۔ مال اور اسباب کی محبت چھوڑ اور یہان کا رہنا اپنے لیئے ہلاکت کا سبب سمجھ۔ اور اسیوقت عیال و اطفال کو ہمراہ لیکر گجرات کا راستہ لے۔ یہ سنتے ہی بہرام خان نے وہین بیٹھے ہوئے سب کو طلب کیا۔ اسکے متعلقین تو منتظر ہی تھے فوراً گھوڑون پر زین کرا اور ضروری سامان اور خاص آدمیون کو ساتھ لے حضرت کے مکان پر آ گئے۔ سید زین الدین صاحب نے اپنا ہاتھ بہرام خان اور کھنبہ دیو کی پیٹھ پر پھیر کر فرمایا۔ سوار ہو۔ خدا کے فضل سے سلامتی شامل حال ہے پس وہ دونون مع اہل و عیال سوار ہو کر گجرات روانہ ہوئے۔

سلطان محمد کو جب بہرام خان کے فرار ہو جانے کی خبر پہنچی۔ سنتہ علیخان اور چار سو
چار سوارون سے گجرات تک تعاقب کیا۔ چونکہ سید زین الدین صاحب کی زبان فیض
ترجمان سے سلامتی کا لفظ نکل چکا تھا۔ سلطان کو تعاقب سے کوئی فایدہ نہوا اور بہرام خان
صحیح و سلامت نکلگیا۔ چونکہ سلطان محمد کو تعاقب سے تکلیف کے سوا کوئی فایدہ نہوا
اسوجہ سے غیظ و غضب کے ساتھ دولت آباد واپس آیا اور اسبات نے سید زین الدین
صاحب سے علاوہ رنجش سابقہ کے اور زیادہ ملال پیدا کر دیا۔ رنجش سابقہ کا یہ سبب تھا
کہ آغاز سلطنت مین تمام مشائخین نے حاضرانہ و غائبانہ سلطان محمد سے بیعت کی تھی لیکن
حضرت سید زین الدین صاحب نے سلطان محمد کے شراب پینے اور منہیات مین شاغل
رہنے سے انکار کیا تھا اور یہ فرمایا تہا کہ ریاست اوس شخص کو زیبا ہے جو شریعت محمدی
کا پیرو اور محافظ اور ظاہری و باطنی منہیات سے پرہیز رکھتا ہو۔ غرض سلطان محمد نے
بعد واپسی تعاقب دولت آباد مین آتے ہی ایک مصاحب کے ذریعہ سے کہلا بھیجا
کہ یا تو آپ میری مجلس مین حاضر ہون یا بیعت کا اقرار کر کے خلافت نامہ پر اپنے دستخط
ثبت کرین۔

ہدایت القلوب مین میر حسن صاحب لکہتے ہین کہ سلطان محمد نے پہلے مصاحب خاص کو حضرت
کی طلب مین بھیجا اور بلا انتظار مصاحب قاضی شہر کو روانہ کیا اور اس سے یہ کہا کہ جسطرح
ممکن ہو حضرت کو لا اور بالفرض وہ نہ آئین تو میری خلافت کا اقرار کر کے نوشتہ دستخطی
دین۔

جب قاضی حضرت کے پاس آیا اور بادشاہ کا پیغام دیا حضرت نے پہلے یہ حکایت بیان
فرمائی۔ کہ کسی تقریب مین ایک عالم اور ایک سید اور ایک مخنث کافرون کے ہاتھ مین

گرفتار ہوسے۔ رئیس کفار نے کہا کہ ان تینون کو بتخانے مین لیجاؤ۔ جو شخص اُن مین
سے بت کو سجدہ کرے اُسے چھوڑ دو اور بصورت اِنکار گردن مار دو۔ پہلے عالم
کو بتخانے مین لیگئے عالم نے آیہ کریمہ الا من اُکرہ قلبہ مطمئن پر عمل کرکے سجدہ کیا
اسکے بعد سید کو لیگئے سید نے بھی کہا کہ جو حجت عالم کی ہے وہی میری ہے
اور بت کو سجدہ کیا۔ جب مخنث کی نوبت آئی تو اُس نے کہا کہ مین نے اپنی تمام عمر
اعمال ناشایستہ اور افعال قبیحہ مین گزرانی نہ علم رکھتا ہون نہ سیادت کہ ان دونون
مین سے ایک کی پناہ مین کوئی کام کرون اور میرا سرمایہ لا الہ الا للہ محمد الرسول کے
سوا اور کچھ نہین ہے اگر مین اسکو بھی ہاتھ سے کھو دون تو کل قیامت کے دن میرا
کیا حال ہو مین کسی حال مین سجدہ کرنیوالا نہین ہون آخر کو مخنث نے اپنی موت کا اقرار کرکے
بت کو سجدہ نہین کیا۔

اس حکایت کے بعد حضرت نے فرمایا کہ میرا قصہ مخنث کے قصے کے موافق بلکہ اُس سے
بڑھا ہوا ہے۔ پس مین سلطان محمد کے ظلمون کا متحمل ہونگا نہ مجلس مین جاؤنگا اور نہ
اُسکی خلافت کا اقرار کرکے کوئی تحریر دستخطی دونگا۔ قاضی نے بادشاہ کے پاس آکر تمام
قصہ کہ سنایا بادشاہ کے غصے کی آگ اور بھڑکی اور دوبارہ قاضی سے کہا کہ اِسیوقت
جا اور سید زین الدین سے کہ کہ میرے شہر مین نہ رہین۔ حضرت نے یہ سنتے ہی
بلا توقف مُصلے کندھے پر ڈالا اور حضرت برہان الدین اولیا صاحب کے روضے کیطرف
روانہ ہوئے اور خلد آباد مین آکر شیخ کے پائین عصا گاڑا اور مُصلے بچھا کر بیٹھے۔ اور فرمایا
کہ اب مرد چاہیئے کہ مجھے یہان سے اٹھائے سلطان محمد کو جب یہ خبر پہنچی اپنی
سخت کلامی اور بے ادبی سے پشیمان ہوکر پہلے زبانی یہ کہلا بھیجا کہ مجھسے جو گستاخی سرزد

ہوئی ہے وہ معاف فرمائی جاسکے اور اب جناب کسی طرف کا ارادہ نہ فرمائیں اسکے بعد یہ بیت
اپنے ہاتھ سے لکھکر صدر الشریف کی معرفت حضرت کے پاس بھیجی ہے

من زان توام تو زان من باش		خوش باشد عشق اتفاقست

سید زین الدین صاحب نے جواب دیا کہ اگر سلطان محمد غازی شریعت محمدی صلی اللہ علیہ
وسلم کی محافظت کرے اور اپنے ممالک محروسہ سے شراب کی دوکانین اٹھائے اور
اپنے باپ کے طریقے پر عمل کرے اور خود شراب نہ پیئے اور علما و قضاۃ کو حکم دے کہ
امر معروف و نہی و حق و باطل کا وعظ کرین تو زین الدین فقیر سے بڑھکر اسکا کوئی دوست نہین
اور یہ رباعی دستخط خاص سے لکھکر بھیجی ہے

	تا من بزیم بہانہ جوئی نکنم		جز نیکدلی و نیک خوئی نکنم	
	آنہا کہ بجائے من بدیہا کردند		گر دست رسد بجز نکوئی نکنم	

سلطان محمد شاہ غازی کے خطاب سے بہت خوش ہوا اور اسکو شگون نیک سمجھکر
اسیوقت حکم دیا کہ میرے القاب مین غازی کا لفظ زیادہ کر دیا جائے۔ اور اسیروز
حکومت مرہٹہ مسند عالیخان کو سپرد کرکے (حسن آباد) گلبرگہ روانہ ہوا اور شراب کی دکانین
اپنے مقبوضہ ملک سے دور کرکے شریعت کے رواج دینے مین مستعد ہوا۔ چورون اور راہزنون
اور مفسدون کے دفع کرنے کیواسطے احکام جاری کیئے اور حکم دیا کہ جسقدر راہزن گرفتار
ہون بصدور حکم سرکار سرکاٹکر بھیجدیئے جائین۔ چنانچہ حسب الحکم سلطان۔ ملازمین دیدگاہ نے
ڈھونڈھ ڈھونڈھکر چھہ سات ماہ مین تقریباً بیس ہزار چورون کے سرکاٹکر بھیجدیئے حتی کہ
کسی مقام پر راہزنون کا اثر باقی نہ رہا۔ کہتے ہین کہ اس کثرت سے چورون کے سر گلبرگہ
مین آئے کہ اطراف شہر مین ان سے کئی چبوترے بنائے گئے۔ سلطان محمد نے قلیل مدت

دینداری اسپنے ملک کو راہ نور اور مذہب پاک اور شریعت کو خوب رائج کر دیا اور خود بھی نہایت
متقی اور صاحب ہو گیا۔ اور تمام متعلقان متعلقہ نے محض حضرت کی خوشنودی اور رضامندی کیواسطے
کیا اور ایک وقت سے سر نیاز کو حضرت کی خدمت میں جھکا رہا سید زین الدین صاحب
بھی اس کے اس کام سے خوش ہو کر ہمیشہ فرمان مرحمت سے سرفراز فرماتے رہے۔
منقول ہے نصیر خان تھا۔ وہی والئی خاندیس سے قلعہ آسیر کو آتا ہے سنا سید زین الدین
صاحب پانچ منزل دست پہ بہ ہمراہ کیا وہ خاندیس ... آدھر سے نصیر خان با خدم و
حشم استقبال کو آیا اور دریائے تاپتی کے اس طرف جس مقام پر کہ اب زین آباد آباد ہے
قدمبوس ہو کر عرض کی کہ قلعہ تک قدم رنجہ فرمائیے۔ سید زین الدین صاحب نے فرمایا کہ شیخ
کی اجازت ندی سے اس پار جانے کی نہیں ہے اور وہیں قیام کیا۔ نصیر خان سید صاحب کے
اجازت سے تاپتی کے اسطرف جس مقام پر کہ اب برہانپور آباد ہے جا کر ٹھہرا۔ ہر روز پانچ وقت
سید صاحب کی صحبت با برکت سے مستفید اور نماز صبح سید صاحب کے پیچھے ادا کرتا رہا دو ہفتہ
کے بعد جب سید صاحب نے واپسی کا ارادہ کیا۔ نصیر خان نے عرض کی کہ اس سلطنت
کی برکت کے لیے اگر فلان فلان موضع اور پرگنے بطور نذر قبول ہوں تو باعث سرفرازی
ہے۔ حضرت نے جواب دیا کہ فقیروں کو پرگنات اور ولایت سے کیا واسطہ ہے
لیکن جب نصیر خان نے بہت ہی منت کی تب فرمایا کہ اگر تیری خوشی اسی میں
ہے تو میں اسپر رضامند ہوں کہ جس جگہہ تو ٹھہرا ہے وہاں ایک شہر شیخ
برہان الدین اولیا صاحب کے نام سے آباد کر کے اپنا دار الخلافت بنا اور تاپتی کی
اسطرف جس مقام پر کہ یہ مسکین ٹھہرا ہے ایک قصبہ آباد کر کے اسکا نام زین آباد
رکھ تا کہ اس تقریب سے دونوں کے نام ہمیشہ قائم رہیں۔ نصیر خان نے خوش ہو کر

اُسیوقت اعراء ... کہ برہانپور اور زین آباد کی آبادی کی تجویز ڈالی اور سید زین الدین صاحب نے دونوں کی بنیادی اینٹ اپنے ہاتھ سے رکھی دوسرے روز سید زین الدین صاحب فاتحہ مبارکباد پڑھکر دولت آباد روانہ ہوگئے اور چندہی روز مین زین آباد اور برہانپور کی آبادی بہت بڑھ گئی۔ اور حضرت شیخ برہان الدین اولیا صاحب اور سید زین الدین صاحب کی دعا سے برہانپور بہت بڑا شہر اور سلاطین فاروقیہ کا دار الخلافہ بنگیا۔ میر غلام علی صاحب آزاد نے برہانپور کی صفت مین ایک غزل نظم کی ہے۔

غزل میر آزاد در صفت برہانپور

[illegible] برہانپور — [illegible] برہانپور

دماغ عالمیان را چہ تازگی بخشید — طراوت چمن دلکشاے برہانپور

سواد اعظم او بسکہ نور افشان است — ز آفتاب [illegible] برہانپور

بنام اشرف برہان دین غریب نمود — نصیر والی کشور بناے برہانپور

زہے مقام مقدس کہ اولیا خیز است — کند سپہر طواف فضاے برہانپور

سلہ برہانپور اور زین آباد کی آبادی کے متعلق ہمنے جو لکھا ہے وہ تاریخ فرشتہ سے لکھا ہے چاہے کوئی کچھ سمجھے لیکن ہمکو ان دونون آبادیون کی نسبت جو شیخین کیطرف منسوب کی گئی ہین کلام نہین البتہ یہ بات حیرت مین ڈالتی ہے کہ محمد قاسم نے جسوقت کے یہ واقعات لکھے ہین وہ سید زین الدین صاحب کی وفات سے ۳۰-۳۵ برس بعد کے ہین کیونکہ سید زین الدین صاحب نے ۷۷۱ھ ہجری مین وفات پائی اور نصیر خان فاروقی کی حکومت کی ابتدا ۸۰۱ھ ہجری سے ہوئی اور اوس کے کئی سال بعد دونون شہر آباد ہوئے۔ واللہ اعلم کہ یہ اختلاف کہانتک صحیح ہے ۱۲

فتاد بس کہ گزر لشکر محمد را[1]		غبار خیز بود کو چہا سے برہانپور
بسر نیزہ درق ابر خامۂ آزاد		نمو و سبز نہالے شناسئے برہانپور

نصیر خان ملک راجہ کا بیٹا اور خان جہان فاروقی کا پوتا تھا۔ خان جہان سلطان علاء الدین خلجی اور سلطان محمد تغلق کے دربار مین صاحب اعتبار امرا مین سے تھا۔ خان جہان کے مرنے کے بعد گردشِ روزگار نے ملک راجہ کو[2] اسوقت پدری منصب پر پہنچنے ندیا اور مدت دراز تک پریشانی اور افلاس مین گزرانی بہزار خرابی اور بعد کوشش فیروز شاہ کے یہان خاصہ کے سوارون مین ملازم ہوا۔ چونکہ قلت ماہوار سے بمشکل بسر ہوتی تھی اسلیئے وہ بیکار وقت کو شکار مین صرف کیا کرتا تھا اُسی زمانے مین فیروز شاہ گجرات آیا ہوا تھا۔ اُسکو شکار کا بھی بہت شوق تھا۔ ایکروز ایک شکار کے پیچھے شکارگاہ سے چودہ پندرہ کوس دور نکل آیا۔ تکان راہ اور صعوبت سفر سے بدحواس ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ بھوک نے غلبہ کیا۔ یکایک دور سے ایک سوار دیکھا کہ دو کتے تازی اور چند شکاری جانور ساتھ لیئے شکار کھیل رہا ہے۔ چونکہ بھوک سے بیتاب تھا اُس سے پوچھا کہ تیرے پاس کھانے کی کوئی شیئے ہے۔ جس کے جواب مین ملک راجہ نے نہایت شستہ تقریر سے کہا کہ ہے۔ اور ماحضر پیش کرکے ایکطرف مئودب کھڑا ہو گیا۔ فیروز شاہ نے پہلے کھانا کھایا جب حواس درست ہوئے تب اُس سے پوچھا کہ تو کون ہے اور کہان رہتا ہے۔ آداب بجا لاکے عرض کی کہ مین خان جہان

1- سید محمد صاحب برہانپور کے مشاہیر اولیا سے ہین۔

2- پہلے چند بوسیدہ اوراق مین ملک راجہ کو دولت آباد کا تھانیدار لکھا ہوا دیکھا ہے۔ غالباً اوسی زمانے مین سید زین الدین صاحب سے اُسکو بیعت کا شرف ہوا ہوگا۔

فاروقی کا بیٹا ہون۔ وہ ملک راجہ میرا نام ہے اور خاص شاہی ملازمان مین ہون۔
فیروز شاہ اول تو خاص جہان کو اچھی طرح جانتا تھا دوسرے ملک راجہ کا بھی زیر بار
احسان ہو چکا تھا۔ اسلیئے حکم دیا کہ دربار عام کیوقت ملک راجہ پیش کیا جائے
المختصر ملک راجہ دربار عام مین منصب دو ہزاری سے سرفراز ہوا اور تھالنیر مع
مضافات خاندیس کی حکومت کا فرمان عطا ہوا۔ ملک موصوف نے سنہ [illegible] ہجری
مین حسن تدبیر اور بزور شمشیر جہاد کرکے خاندیس کے راجاؤن کو مطیع کیا اور رفتہ
رفتہ اسقدر قوت بہم پہنچائی کہ پادشاہ ہو گیا۔ چونکہ ملک راجہ حضرت سید زین الدین صاحب
کا مرید تھا اور شیخ سے ارادت اور خلافت کا خرقہ پایا تھا۔ اس لیئے مرتے وقت اپنے
بڑے بیٹے نصیر خان کو اپنا ولی عہد مقرر کرکے خلافت اور اجازت اسکو سپرد کی۔
خاندان فاروقیہ مین دو سو سال سے کچھ زاید سلطنت قایم رہی اور خرقہ خلافت بطناً بعد بطنٍ
جو ولی عہد ہوتا گیا اسکو پہنچتا رہا۔ اس خاندان کا آخر بادشاہ بہادر شاہ گزرا ہے۔

سید زین الدین صاحب کی وفات اور آخر وقت کے حالات

النگ ترکی لفظ ہے جسکے معنے قلعہ کی دیوار کے ہین روضے (خلد آباد) مین اس
نام کا ایک مکان ہے۔ جو درگاہ جد خورد کی پشت پر شمال طرف واقع ہے۔ روضے
کے تمامی مسلمان اسکو نہایت مقدس (سے بھی مقدس) خیال کرتے ہین۔ میرا خیال ہے
کہ مسلمان تو مسلمان ہندو بھی متبرک جانتے ہین۔ اگرچہ روضے کی بعض عمارتون کے
مقابل مین اسکی شان و شوکت ایسی نہین جسکی وجہ سے تقدس کا اظہار ہوتا ہو۔ تاہم دوسری
عمارتین چاہے کیسی ہی سربفلک اور نقش و نگار سے آراستہ ہون اس کی عظمت کو

نہین پہنچ سکتین - اس سبب سے کہ سید زین الدین صاحب دولت آباد سے آنیکو
بعد تاحیات اسی مین رہے اور زمانے دراز تک بابرکت انکین کے وجود سے یہ مرجع
خاص و عام رہا ہے -

الناگ کی موجودہ حالت کسقدر خراب اور غیر آباد ہے تب بھی اُس بالا خانے کی دیوارین
جسپر سید زین الدین صاحب رہا کرتے تھے یادگار باقی ہین یہ اندرونی مقامات دو احاطون مین
منقسم ہے - اندرونی احاطے مین دو قبرین ہین جسمین ایک قبر میر حسین[1] صاحب سید
زین الدین صاحب کے مُرید کی ہے -

---

[1] میر حسین صاحب کے حالات کبھی کسی کتاب مین دیکھے نہین گئے - ان کا ایک واقعہ عجیب و غریب مشہور
ہے - ناظرین کی دلچسپی کے لیے ہم اسکو اس مقام پر درج کئے دیتے ہین -

دہلی کے بادشاہ - [illegible] خوش گلو [illegible] ایک حسینہ [illegible]
نسبت کی - اُس لڑکی پر پہلے سے ایک جابر حاکم فریفتہ تھا - اور چاہتا تھا کہ اُسکو اپنے نکاح مین
لائے - لیکن میر زین صاحب کے واسطے کچھ ایسی کوشش کی کہ حاکم کو ناکامی اور میر حسین صاحب کو
کامیابی ہوگئی - اور میر حسین صاحب سے لڑکی کا نکاح ہوگیا - نکاح ہو جانے کے بعد حاکم کو جب خبر ہوئی
تو اُس نے یہ چاہا کہ میر صاحب آج کی رات اگر اُس سے ہم بستر نہون تو پھر مین کل اپنے مطلب پر
کامیاب ہو جاؤنگا - ادھر میر صاحب کو اسکی ان فکرون سے خبر ہوگئی اور گھر آکر زیادہ تر اسی خیال
سے کہ جب حاکم کو میرے ہم بستری کی خبر ہوگئی تو خیال فاسد چھوڑ دیگا دن ہی کو خلوت کی - جب یہ
سربستہ راز فاش ہو کر اُسکے کانون تک پہنچا - تو آتش عشق سے کباب ہو کر میر صاحب کی فکر مین ہوا
آخر کو ایک روز کسی مقدمہ مین پھانس کر میر صاحب کا عضو تناسل کٹوا لیا - میر صاحب کو جان کے
لالے اور جینے کے دینے پڑے - شان ایزدی حیات مستعار باقی اور خلد آباد کا خمیر تھا اور ابھی

غلام علی آزاد صاحب نے انکی بزرگی اور عظمت کا اعتراف کر کے یہ نقل لکھی
ہے۔ ایک وقت ایک فقیر جنگل سے لکڑیوں کا گٹھا لیے ہوئے خانقاہ میں آرہا تھا۔

(بقیہ صفحہ ۱۶۳) بہت کچھ دیکھنا باقی تھا۔ چند روز میں اچھے ہو گئے۔ صحت کے بعد غیرت کے مارے
دہلی چھوڑ دیا اور سیدھے دولت آباد میں سید زین الدین صاحب کے پاس آئے۔ میر صاحب کو
دہلی سے نکلتے ہی حاکم نے اُس نازنین کو اپنے گھر زبردستی بلوا لیا۔ قدرت خدا چند روز سے وہ نیک بخت محل میں
داخل ہوئی۔ تمام طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو گیا۔ اور مشیت نے اُسکو دہلی میں اپنے ناجائز مطلب
پر کامیاب نہ ہونے دیا۔ یہاں میر حسن صاحب سید زین الدین صاحب کی خدمت میں رہنے لگے۔ کبھی
کبھی حمد و نعت میں اشعار سنایا کرتے تھے۔ ایک روز ایسے اشعار پُر مضمون و گداز لہجے سے گائے کہ
سید زین الدین کو وجد آگیا اور اُٹھکر ٹہلنے لگے۔ دیر تک ٹہلتے رہے۔ ٹہلتے ٹہلتے ایکبار فرمایا
کہ میر حسن کیا چاہتا ہے۔ میر صاحب ساکت رہے۔ دوسرے بار فرمایا کیا چاہتا ہے جب بھی جواب
نہ دیا اور گاتے رہے تیسری مرتبہ بلند آواز سے کہا میر حسن کیا چاہتا ہے۔ تو میر صاحب نے عرض
کی ع عرض حاجت در حریم حضرتت محتاج نیست ؎ راز کس مخفی نماند بر دل دانائے تو۔ تو انہوں نے شفقت سے
فرمایا۔ اُٹھو۔ جاؤ اور گوشہ میں قدرت خدا کا تماشا دیکھو۔ میر صاحب فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے
دوکنارے پر جا کر مطلوبہ شے پر نظر ڈالی دیکھا کہ ترسی ہوئی چیز اپنے مقام پر موجود ہے
ہے کھویا ہوا مال پھر آیا تو بولے کہ شکر ہے خدایا۔ بیساختہ دوڑ کر قدمبوس ہوئے اور
اسیر ذہنیت کی۔ رفتہ رفتہ میر صاحب کے واقعہ کی کیفیت اور سید زین الدین صاحب کی کرامت
کی خبر عام ہو گئی۔ حاکم بھی اپنی سیہ کاری پر پشیمان ہو کر دہلی سے دولت آباد آیا اور ایک روز موقع
پا کر سید زین الدین صاحب کی خدمت میں اُس عورت کو لیکر حاضر ہوا اور سارا قصہ بیان کر کے
عرض کی کہ فی الواقع مجھسے سخت خطا ہوئی ہے اور مجھپر ایک وہم ایسا لگا ہے کہ وہ کسیطرح مٹ نہیں

گرانی بوجھ اور راہ کی سختی سے تھک کر النگ کی دیوار کے نیچے جب آیا تو گٹھ دیوار سے ٹیک خود دیوار سے تکیہ لگا کر بیٹھ گیا چند ساعت آرام لیکر خانقاہ مین آیا ہر چند لکڑیان جلائین۔ نہ جلین۔ لوگون کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی۔ فقیر سے حقیقت دریافت کی اوسنے سارا قصہ بیان کیا۔ النگ کی عظمت مین شبہ نہین اور ہم اُمید کرتے ہین کہ ارباب صفا ویقین بر جائے گفتن نہوگی۔ اس سبب سے کہ قدم درویشان ردبلا۔ چہ جائیکہ برسون تک ختم المشایخ خاتم الاولیا حضرت سید زین الدین صاحب کا قیام گاہ اور انتقال کے بعد اُسی سرزمین پر آرام گاہ ہوا ہو۔ ہم سے جو کچھ اسکی صفت کیجائے کم ہے۔ لکڑ ہارے کے قصے پر نظر کرتے ہوئے مسلمانان خلدآباد اپنی میت کو مکان موصوفہ کی شمالی دیوار کی

(بقیہ صفحہ ۱۸۳) سکتا البتہ اگر حضور توجہ فرمائین تو اُمید ہے کہ میرا دامن اُس سے پاک ہو جائے۔ عورت کو بھی پیش کیا اور کہا کہ اسوقت تک مین نے اُسکو ہاتھ نہین لگایا اور لگاتا کیونکر۔ جس روز سے میرے گھر مین یہ داخل ہوئی ہے۔ مجھے ایک لمحہ آرام نہین ملا اور اسوقت تک انواع واقسام کے عارضون سے فرصت نہین ہوئی بمزید احتیاط عورت سے دریافت کرلیا جائے اب میری آرزو ہے کہ یہ جسکی ملک ہے اُسے دیدیجائے حضرت سید زین الدین صاحب نے میر حسن صاحب کو طلب کرکے فرمایا کہ تیری منکوحہ حاضر اور اسوقت تک وہ مرد غیر سے پاک ہے ملے لے۔ میر صاحب کو تو دوسرا ہوا شق ہو گیا تھا۔ عرض کی کہ اب مجھے اسکو خواہش نہین ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جب تجھے حاجت نہین تو طلاق دیدے۔ میر صاحب نے اسیوقت طلاق دی اور بعد عدت عورت اُس حاکم کے نکاح مین آئی اور میان بی بی دونون حضرت کے مرید ہوئے اور چند روز بعد حضرت کی دعا سے اُس نے صحت کلی پائی۔ میر حسن صاحب کا انتقال سید زین الدین صاحب کے سامنے ہوا اور النگ میں دفن کئے گئے اب وہ میر حسن قوال مشہور ہیں۔

نیچے سے ہوتے ہوئے لیجاتے ہین۔ امید ہے کہ غفور الرحیم ایسی میت کو جو دیوار مبارک کے نیچے سے ہو کر گزرتی ہے۔ آتش دوزخ سے نجات دیگا۔

وفات سے تین سال قبل [illegible] الدین صاحب [illegible] بالاخانے پے مستقل قیام فرمایا اور دوسال پیشتر ایک روز چاشت کی نماز پڑھکر خواجہ شہاب الدین کو بلایا اور مصلے سے اٹھکر [illegible] نیچے سے پاس کرسی پر تشریف لائے اور جس جگہ کہ اب مزار ہے بتا کر فرمایا کہ یہان سے [illegible] یہ جگہ [illegible]۔

جب مٹی اٹھانے اور عمارت بنانے کا وقت آیا خواجہ شہاب الدین نے عرض کی کہ حضور وہان تک قدم رنجہ فرمائین۔ تشریف لائے اور موقع ملاحظہ فرما کر ارشاد کیا کہ اب یارونکا مرنا جینا اسی مقام پر ہے۔ ۵

خیال در ہمہ عالم بگشت و باز آمد		زخاک کوئی تو بہتر ندید جائے را

۱۲ ربیع الاول سنہ [illegible] ہجری دوشنبہ کے دن کھانسی۔ زکام اور تپ سے مزاج علیل ہوا۔ ۱۲ روز کامل سخت تکلیف رہی ابتدائے بیماری سے آخر تک پانی کے سوا کوئی چیز نہین کھائی اور ضعف کے باوجود کل نمازین کھڑے ہوکر پڑھتے تھے۔ فرض کے علاوہ کوئی سنت۔ نفل اور مستحب تک فوت نہین ہوئی۔ یہان تک کہ عمامہ کھڑے ہوکر باندھتے تھے ایک خادم نے کہا کہ ایسے وقت مین قیام آپ سے ساقط ہے فرمایا اس حدیث پر مینے عمل کیا ہے۔

من تعمم قاعداً و تسرول قائماً ابتلاہ اللہ تعالے ببلاءٍ لادواء

انہین دنون مین ایک شخص نے کہا کہ روضے کی ہوا بہت سرد ہے اگر حکم ہو تو آپ کو

آپ کے گھر (دولت آباد) سے چلیں اور صحت کے بعد یہیں لائیں۔ فرمایا مجھے یہیں چھوڑ دو
کہ شیخ کے آستانے پر مروں۔ کیونکہ آخر کو یہیں لائینگے چہارشنبہ کے روز صبح کی نماز کے بعد
ز اسپیرونہ انتقال فرمایا حسب قاعدہ مقررہ ایک مرتبہ شیخ کیواسطے۔ دوسری مرتبہ سلامتی خلق
اور تیسری مرتبہ بلاؤں کے دفع ہونے کیلئے سورۂ فاتحہ پڑھنا یہ تین بار سورۂ فاتحہ
پڑھنا روزانہ معمول تھا۔

نماز ظہر سے پہلے خواجہ شہاب الدین اور حضرت برہان الدین اولیا صاحب کے بعض
خدام جیسے مولانا شمس الدین فضل اللہ مولانا تاج الدین احمد اور خواجہ نصیب اور مولانا
نصیر الدین بدہری اور نصیر الدین امام اور بہت سے خدام آنحضرت حاضر تھے
خواجہ شہاب الدین نے عرض کی کہ خدام کوئی معروضہ پیش کرنا چاہتے ہیں اگر حکم
ہو تو عرض کریں۔ فرمایا جانتا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد انگوٹھا آنکھ پر رکھکر پوچھا اذان
ہوئی۔ خواجہ شہاب الدین نے کہا وقت آگیا ہے لیکن اذان نہیں ہوئی اسیوقت
سب حاضرین کو نماز پڑھنے کی تاکید کی اور خود بھی نماز پڑھ لی۔ جب سب خدام نماز
سے فارغ ہوچکے تو پھر سب کے سب اِس غرض سے سامنے حاضر ہوتے کہ شاید حضرت
کچھ وصیت کریں۔

دلیل السالکین کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پاس اسوقت دنیاوی اسباب
میں صرف ایک ساڑھی دو پشمینے (تکیہ) اور ایک تکیہ اور چھ روپے نقد اور ... جو آپ نے
زمانے میں کسی سے نذر وغیرہ لی تھیں۔ انکے علاوہ کچھ نہ تھا۔ وصیت کی غرض سے
جیسے ہی خدام سامنے آئے۔ خواجہ شہاب الدین سے فرمایا کہ ساڑھی فلاں شخص کو
اور پشمینہ فلاں شخص کو اور کل چیزیں فلاں محتاج کو دیدو۔ اس کے بعد یہ کہا کہ میں دنیاوی

اسباب اسیقدر رکھتا تھا اسکو تجرید کیا اب مجرد ہو اخدام سب آزاد اور کھنچا نہ وقف
ہے اسکے بعد پلنگ پر تشریف لیگئے۔ حاضرین نے گزارش کی کہ وصیت کرنی چاہئے
اور کوئی خلیفہ مقرر کرنا چاہئے۔ اتنا سنتے ہی منہ پھیر لیا اور قبلہ رو ہو گئے۔

مولانا نصیر الدین یدہری نے جرات کرکے جب دوبارہ یاددہانی کی تو اسوقت ہندی
الفاظ مین کہا (نچنت بلاوہ) یعنی مجھے مت بلواؤ۔
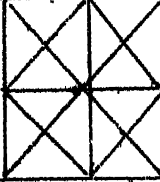
شمس الدین [illegible] کیفیت دیکھی سب سے کہا چپ رہو۔ چھوڑ دو یہ موقع
نہین ہے۔ غرض آپ نے اپنی جگہ کسی کو تعین نہین کیا اور خلیفہ نہین بنایا اور اسوقت
مرید کرنے کی اجازت [illegible] نہین دی۔ [illegible]

حالت بیماری مین بزرگون اور محرم راز خادمون سے بھی کہا تھا کہ مین خلافت کی
لیاقت کسی مین نہین پاتا ہون۔ جب دوسری نماز (عصر) کا وقت آیا۔ اس وقت
تھوڑی دیر غشی طاری رہی۔ وقت تنگ ہونے لگا۔ خواجہ شہاب الدین اور
مولانا عزیز الدین امام وغیرہ سرہانے آئے۔ خواجہ صاحب نے پائے مبارک
پکڑ کر عرض کی۔ مخدوم نماز کا وقت آگیا ہے نماز کا نام سنتے ہی ہوش مین
آئے اور کسی خادم یا تکیہ کے بغیر مدد چارپائی پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد مصلے پر
اتر آئے۔ اور نماز پڑھی اور بعد ادائے فرض سر سجدے مین رکھکر ۲۵ ربیع الاول
[illegible] ہجری یکشنبہ کے دن جان شیرین اس جان آفرین کو سونپی ✢
انا للہ و انا الیہ راجعون۔ خادمون نے دوسرے روز ۲۶ ربیع الاول دوشنبہ
کے دن دفن کیا۔

قطعہ تاریخ وفات حضرت سید زین الدین صاحب قدس سرہٗ
از نتیجہ فکر منشی عبد الغنی صاحب جمیعتدار تحصیل خلد آباد متوطن سرائے بہین ضلع بارہ بنکی

روز شد تیرہ چو شب در دیدۂ اہل شہود	چاک زد چون گل قبا در باغ گیتی ہر وجود
عالمے را ہمچو سنبل شد پریشانی ازان	شاہ زین الدین صاحب کوچ از دنیا نمود ۱۱۷۲ھ

ایضاً از رنگین کلام منشی عبد السلام صاحب نقلنویس محکمہ ضلع اورنگ آباد و سکنہ خلد آباد

چو زین الحق قد وریا سہ عرفان	مرید خاص شاہنشاہ برہان
بحق پیوست تاریخش خرد گفت	ہمہ قطرہ بحق واصل ہمہ انسان ۱۱۷۲ھ

عرس

ربیع الاول کی اکیس سے عرس ہوتا ہے۔ اکیس چونا۔ بائیس فراشان۔ چوبیس کی شب کو صندل۔ پچیس کی شب چراغان اور چھبیس کی شب کو ختم ہوتا ہے۔ سماع و قوالی۔ صندل پوشی۔ قوالی وغیرہ وغیرہ حضرت منتجب الدین اور شیخ برہان الدین اولیا صاحب کے اعراس کے موافق ہوتی ہے۔ زائرین کا مجمع برہان الدین اولیا صاحب کے مجمع سے زیادہ اور منتجب الدین صاحب کے عرس سے کم ہوتا ہے۔ فراشوں میں البتہ بہ نسبت زیادتی ہوتی ہے کہ حضرت منتجب الدین صاحب اور شیخ برہان الدین اولیا صاحب کے غلاف شہود دھلا کر دن ہی کو درگاہ میں واپس لاتے ہیں اور سید

زین الدین صاحب کے یہاں کا غلاف اگرچہ چار پانچ بجے ست کنڈے سے واپس لایا جاتا ہے۔ لیکن اسکو حضرت خواجہ حسین اور خواجہ محمود صاحب کی درگاہ مین (جو قصبے سے باہر جانب شمال ہے) رکھہ دیتے ہین۔ مغرب کے بعد روشنی اور نوبت و نقارے اور ہجوم سے لاتے ہین۔ خلد آباد کے عرسون مین سید زین الدین صاحب کے عرس والون کی سم آخر بھی باقی ہے۔ اس لیے زایرین اور خدا دان درگاہ بجات بلکہ یون کہنا چاہیئے کہ خلد آباد کے تمامی مسلمان مرد اسمین شریک ہوتے ہین۔ شاید فیصدی دس باقی رہجاتے ہون تو رہجاتے ہون۔ ست کنڈے پر ایک دہوم دھام اور لڑکون کا اژدحام دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔ قطع نظر بزرگون کی تقلید کے دنیاوی نظر سے بہت بھلا معلوم ہوتا ہے۔ خصوصاً ایسے وقت مین جبکہ پانی کی کچھ پھوار پڑ رہی ہو کنڈون پر بوڑھے منچلے۔ اور جوانون کا بیباختگی سے غوطہ زن ہونا۔ اچھلنا۔ کودنا پیاندنا حیرت انگیز تماشا دکھاتا ہے۔

ختم خواجگان چشت

درگاہ کے حوض والے احاطے کے تہرے دالان کے سامنے ایک شامیانہ ایستادہ کیا جاتا ہے جس کے نیچے ختم خواجگان چشت اہل بہشت پڑھا جاتا ہے۔

جس شب کو یہ ختم ہوتا ہے اس کے شام سے گیارہ بجے تک نوبت نواز اپنی استادی جتاتے اور ماہرین فن انکو داد دیتے رہتے ہین۔ نوبت موقوف ہوتے ہی شامیانے کے نیچے فرش بچھایا جاتا ہے۔ اور قصبے کے تمامی مسلمان اپنے اپنے ہاتھون مین نالیدی اور شیرینی کی بڑی بڑی رکابیان لیئے ہوئے ایک دوسرے کے پیچھے بیٹھ جاتے

دین فاتحہ شروع ہوتے ہی مالیدے والے اُن چراغون کو جو اُسکے بیچ ہوتے
اور اُنپر گھی اور بتی پڑی ہوئی مالیدے پر رکھے ہوئے ہوتے ہین روشن کرنا
شروع کرتے ہین اور ختم تک کسی چراغ کو بجھنے نہین دیتے۔ مالیدے پر چراغون
کے علاوہ پھولون یا رنگین دھاگون کی بدھی بھی رہتی ہے۔ فاتحہ ختم ہوتے ہی ہر شخص
بدھی کو گلے یا سر مین ڈال لیتا ہے اور شیرینی یا مالیدہ بطور تبرک تھوڑا تھوڑا تقسیم
کرتا ہے۔ [illegible] تقسیم ہوتی رہتی ہے۔ دوسری طرف قوالی شروع ہو جاتی ہے
گانیوالے اکثر خلدآباد ہی کے ہوتے ہین جن مین [illegible] کا طرز غنیمت ہے دو تین
بجے راگ کی مجلس ختم ہوتی ہے اور وسط شامیانے مین ایک منبر شمال رویہ رکھا جاتا
ہے۔۔ اور مجاور یا متولی درگاہ اُسپر بیٹھکر ختم شروع کرتا ہے اِس مین کلام نہین
کہ یہ ختم اقلیم ہند کے تمام ختمون سے نہایت آداب والقاب اور بہتر طریقہ سے
پڑھا جاتا ہے طوالت کے سبب سے ہم اسکو یہان نہین لکھتے ہین۔ شائقین
اگر سُننے کے آرزومند ہین تو حضرت سید زین الدین صاحب کے عرس پر
حاضر ہوکر سُن سکتے ہین۔

عام لوگ خاص ہون یا زائر شام ہی سے تھوڑی تھوڑا اجواین دم کرانیکے لیئے اپنے
پاس رکھتے ہین۔ ادہر پڑہنے والے نے ختم کیا ادہر اجواین کی پوٹلیان لوگون
نے بڑھائین۔ اتنے بڑے مجمع مین بھلا وہ بیچارہ کہانتک دم کریگا۔ اول تو دو تین
چار گھنٹے پڑہتے پڑہتے بدحواس ہو جاتا ہے دوسرے پوٹلیون کی بھرمار چھوچھو
کرتے کرتے آدہی جان رہجاتی ہے۔

تیسرے بوڑہے بچے جوانون کی یورش۔ غرض عجیب ہولناک سمان طاری ہوجاتا

ہے۔ زیادہ تر مصیبت یہ ہوتی ہے کہ جو لوگ وہان تک نہین پہونچ سکتے وہ
اچواین کو لانبے کپڑے مین باندھکر دور ہی سے منہ پر مارتے ہین اور کپڑے کے
دوسرے سرے کو ہاتھ مین مضبوط پکڑے رہتے ہین اور جب تک کامل اطمینان اُنکو پر
دم ہونیکا نہین ہو لیتا ہے۔ برابر پوٹلی چھپکاتے رہتے ہین۔
اس کے ساتھ ہی یہ غنیمت ہوتا ہے کہ ختم شروع ہوتے ہی خدمون مین سے چند جوان
موٹے تازے قوی منبر کے گرد حفاظت کے لیئے کھڑے ہو جاتے ہین اور وہ
حتی الامکان کسی کو نزدیک پھٹکنے نہین دیتے۔ اگر یہ محافظ اپنی پوری قوت سے کام
نہ لین تو ختم خوان بیچارے دم دینے کے اپنا دم خود ہی چھوڑ دیں کیونکہ یورش
کم ہونے کے بعد وہی محافظ ختم کو حلقے مین لیئے ہوئے اور مجمع ہٹاتے ہوئے
بہزار دقت تیسرے دالان کے اس حصے مین جس مقام پہ دالان کی تاریخ کندہ ہے
لاتے ہین۔ لیکن یہان بھی وہ ریلا ہوتا ہے کہ العظمۃ للّٰہ۔ تھوڑا ہی دم لینے کے
بعد اسٹیج سے قریب کے اس دالان مین جسکو ہمیشہ آیندہ چلکر کشمیری صاحب
کیطرف منسوب کیا ہے لیجاتے ہین۔ گو فاصلہ ان دونون دالانون کا تین چار قدم
سے زیادہ نہوگا لیکن جسوقت سے وہان تک پہنچتے ہین دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے
خدا خدا کرکے جب دالان مذکور مین پہونچے تب بھی لوگ ہین کہ ٹوٹے پڑتے
ہین۔ اِس کے بعد پھر اُسکو حضرت سید زین الدین صاحب کے آستانے پر لیجاتے
ہین۔ آستانے پر پہونچتے ہی پناہ کی صورت نظر آتی ہے اور بدبیر بیچارے ختم
کے حواس درست ہوتے ہین۔ صبح کی نماز کے وقت تین چار گھنٹے کے بعد
یہ ختم اختتام کو پہنچتا ہے۔ ختم ختم ہوتے ہی موذن نے اذان دی اور نماز جماعت سے

پڑھی گئی۔ بعد فراغ نماز سب لوگ فاتحہ آخر پڑھکر رخصت ہوتے۔

کچھ دنوں پیشتر یہ ختم قادر بخش صاحب مجاور۔ اور کریم الدین اور بدر الدین صاحب قاری نویس اور حافظ زین الدین صاحب متولی یکے بادیگرے پڑھتے رہے اور اب تو کئی سال سے حافظ محمد ارشد بن حافظ زین الدین صاحب متولی پڑھا کرتے ہیں۔ بہت سا وقت [illegible] حافظ اللہ بخش مجاور مرحوم سے [illegible] ہیں سے سیکھتے [illegible] کو ختم پڑھنے کا طریقہ یاد ہے۔ لیکن جس فصاحت اور بلاغت کے حافظ محمد ارشد صاحب پڑھتے ہیں دوسرا نہیں پڑھ سکتا۔ بہ نسبت دوسروں کے آنکی علمی لیاقت اور یہاں کی تاریخی معلومات اچھی ہے۔ سید زین الدین صاحب کے ارادتمندوں میں بہت سے مرید شمار کیئے جاتے ہیں لیکن ان سب میں میر حسن صاحب مؤلف ہدایت القلوب اور خواجہ عیسیٰ رومی اور صدر الدین مفتی اور ملک راجہ والی خاندیس کا نام خصوصیت سے لیا جاتا ہے۔ تاریخی شہادت سے بھی ان ہی صاحبوں کا متعلق مریدی کا ثبوت ملتا ہے۔ سید زین الدین صاحب کے آخر وقت [illegible] دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی مرید کو خلافت سے سرفراز نہیں کیا لیکن محمد قاسم صاحب نے لکھا ہے کہ ملک راجہ کو اپنی حین حیات میں خلافت عنایت کی۔ میر حسن صاحب نے سید زین الدین صاحب کے ملفوظات کتاب کی حیثیت میں جمع کر دیئے ہیں اور اس کا نام ہدایت القلوب رکھا ہے ہم اسی سے چند

---

[۱] میر حسن صاحب جنکا مزار لنگ میں ہے اور سید زین یوسف مع برادر مسمی عبداللہ جنکی قبور قاضی کو حوض پر ہیں اور غلام حسین صاحب جو پرانی کچہری میں مدفون ہیں اور خان بی بی صاحبہ جنکی قبر گنبد والے احاطہ میں سنگ مرمر کی چار دیواری کے اندر ہے حضرت سید زین الدین صاحب کے مریدوں میں مشہور ہیں۔ ۱۲

اقوال یہانپر نقل کرتے ہین۔

اقوال

خدا کے طالب دو طرح کے ہین۔ ایک طالب دُنیا۔ دوسرا تارک دنیا۔ جو طالب دنیا ہو
اُسکو چاہیئے کہ حاجت سے زیادہ نہ لے اور جو پیدا کرے حلال پیدا کرے۔
اگر وہ مجرد ہے تو کسی محتاج کے ساتھ کھاوے قال علیہ السلام طعام الواحد یکفی
اثنین۔ اور اگر عیالدار ہے اُسکے موافق حاصل کرے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے مناجات کی اللھم ارزقنی کفافا۔ اور جو تارک دنیا ہے وہ دو طرح پر ہے
ایک ضعیف اور دوسرا قوی۔ ضعیف وہ ہے جب تک طاقت رہے۔ صبر کرے
اور جب طاقت نرہے اُس سے طلب کرے جو خدا کیواسطے تارک ہوا ہے اور
کسی سے اُمید نہین رکھتا ہے۔
قوی وہ ہے کہ خدا سے بھی طلب نہ کرے اور اگر خدا کیطرف سے فتحیابی ہو مبتدی
کو ہرگز مناسب نہین کہ لے اور متوسط کو بھی نہ لینا اچھا ہے البتہ کامل کو لینے کی
اجازت باذن اللہ یا بامر اللہ یا بہ تعریف اللہ ہوتی ہے۔
فقیر جب تک کم نہ کھائے کم نہ سوئے۔ کم نہ بولے اور مخلوق کا ظلم نہ اُٹھائے کامل نہو
دنیا کے کام مین اپنے سے کمتر کی اور دین کے کام مین اپنے سے بہتر کی متابعت
کرنی چاہیئے۔
نصیحت تین طرح پر ہے۔ نصیحت۔ فضیحت۔ خصومت۔ اگر تنہائی مین کیجائے نصیحت
ہے۔ برملا کیجائے فضیحت ہے اور اگر صریح کیجائے خصومت ہے۔
جو لوگ دُنیا کی طلب مین حرص و ہوا کے گرد دوڑتے ہین وہ تیلی کے بیل کے

یہہ اسباب نہوں تو ہم پریشان اور ہلاک ہوجاتے ہین۔ اور اسی اسباب کے حصول مین تمام عمر صرف کردیتے ہین یہ لوگ عوام سے ہین۔

دوسرے اسباب پر نظر نہین کرتے بلکہ مسبب الاسباب کو دیکھتے ہین۔ پس اگرچہ دونون گروہ روزی کو سبب سے کہاتے ہین لیکن جس گروہ کی نظر اسباب پر ہے وہ محجوب ہے۔ اور جسکی نظر مسبب الاسباب پر ہے کوئی سبب اُس کا حجاب نہین ہوتا

درگاہ

سید زین الدین صاحب کی درگاہ کئی احاطون پر تقسیم ہے جس احاطے مین گنبد ہے اُسکا فرش سنگ سُرخ کا ہے۔ گنبد کے اندر شمالی دیوار پر قبر کے سرہانے کاٹھ کے تختے پر طغرا خط مین بسم اللہ الرحمن الرحیم اور اُس کے نیچے اُسی خط مین ہے

[illegible] درگہ شیخ زین الدین است	[illegible] زین الدین است

اور اسکے نیچے دس اشعار کندہ ہین چونکہ تختہ صندل سے کا بنا ہوا ہے اسلئے اس کے بعض الفاظ صاف طور سے نکل نہ سکے۔

این بارگاہ درگہ شیخ زین دین است	درگہ حقیقت سلطان راستین است
این آستان مطلع ایوان مہر و مہ است	وین گنبد منور شاہنشہ یقین است
شاہنشہے کہ قبلۂ اُمید خلق بود	امروز نیز کعبۂ حاجات مستعین است
ہر حاجتے کہ داری اینجا شود روا	کاینجا نہفتہ دولت و اقبال و تمکین است
بے غم بود زدہر دور روزگار	آنرا کہ خاک روضۂ او صندل جبین است

آن روضهٔ مبارک برهان اصفیا است ‏ ‏ ‏ ‏ این روضه مثل مجمع بحرین دو دین است
رو پاک شو ز جبههٔ گناهان درین دو بحر ‏ ‏ ‏ ‏ کاندر خضر مقصد موسی هم اندرین است
هرگز مرید گم نه کند راه دین از آنکه ‏ ‏ ‏ ‏ در قطب رهنمائے بیکجائے همنشین است
چون ۱؎ . . . . . . خواجگان چشت ‏ ‏ ‏ ‏ دین خواجهٔ محقق شیراز چون نگین است
تاریخ بود هفصد و هفتاد و یک ز سال ‏ ‏ ‏ ‏ کین جان خسته با غم هجران او قرین است
نقلش به بست و پنج بُد از اول ربیع ‏ ‏ ‏ ‏ با بست و شش نهفتن این گنج در زمین است
روز بنائے دهر بوقت آدم اے عصر ‏ ‏ ‏ ‏ در سجده جان سپرد که عشاق راه این است
این روضه که راست شد اندر مه صیام ‏ ‏ ‏ ‏ دار الامان است بانی این خادم امین است
ایمن ز استراق شیاطین این سپهر ‏ ‏ ‏ ‏ چون چاوش ستاره ثاقب شهاب دین است
اے معدن کرم نظرے کن روز و شب ‏ ‏ ‏ ‏ حامد . . . حرش ز هجر تو حزین است

گنبد کے سامنے سنگ سیلو کے پتھر اور گنبد کے باہر شرقی دیوار میں نو دس فٹ کی بلندی پہ إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ اور اسکے نیچے گنبد کی تاریخ کندہ ہے۔

البداعلی

این قبهٔ معظم سلطان اولیا است ‏ ‏ ‏ ‏ سر تا به پیمبر و برهان انبیا است
قطب المدار غوث الاسلام زین دین ‏ ‏ ‏ ‏ آن کو بحق خلیفه برهان اصفیا است
داؤد بن حسین ز سے کز طفیل او ‏ ‏ ‏ ‏ اقبال و بخت بندهٔ نیکان این سرا است
این یار جار شاه است تا خلق روز و شب ‏ ‏ ‏ ‏ آید امیدوار که ایوان بار جا است

۱؎ بعضوں نے اسکو (چون خلیفه است سلسلهٔ خواجگان چشت) پڑھا ہے ۔ ۱۲

داشت بچار روضه از آن زینت دیبا	خواجہ شہاب آمد و بنیاد با بہا ست
از پس سال نقل خواجہ و بنیاد مقبره	ہفتاد ہفتصد و یک بنیان ماجرا ست
داد و . . . . تاریخ عمر شد	نظم بکار بند کہ عنوان سر کشاست

خواجہ شہاب الدین نے بعہد ... سنہ ... گنبد تعمیر کرایا وہی بانی جو سید زین الدین صاحب کے ساتھ وطن سے تبت اور ... بیت المقدس سے دہلی اور دہلی سے دولت آباد آئے تھے افسوس ہے کہ کہیں سے انکی قبر کا نشان بھی نہ ملا۔

گنبد والے احاطے کے ہر چہار گوشوں میں چار حجرے لداوہی ہیں۔ گوشہ شمال اور شرق کے حجرے میں پیراہن شریف اور گوشہ شمال و غرب اور گوشہ شرق اور جنوب کے حجروں میں درگاہ کا سامان رکھا ہوا ہے۔ چوتھا حجرہ گوشہ جنوب اور غرب میں ہے۔ لیکن اسکا دروازہ خدا جانے کس مصلحت سے دوسرے احاطے میں رکھا گیا ہے۔ اس احاطے میں مولسری کے چار درخت اور ایک بیل چنبیلی اور اسی کے قریب آم اور پشت گنبد پپیلی کا درخت ہے۔

گوشہ جنوب و غرب میں شاہ محمد محی الدین اورنگ زیب کی قبر ہے۔

گنبد کے پائین شرق میں شمس الدین فضل اللہ اور مولانا تاج الدین احمد اور مولانا محمد صاحب کے قبور ہیں۔ جنکا عرس ۲۶ ربیع الاول کو ہوتا ہے ان حضرات کی قبروں کے پورب ایک چار دیواری سنگ مرمر کی ہے۔ اس چار دیواری کا دروازہ جانب جنوب احاطے کے اندر اور ایک دروازہ اور دو کھڑکیاں احاطے کی شرقی دیوار میں ہیں۔ چار دیواری میں حقانی بی بی صاحبہ بیٹی حضرت سید زین الدین قدس سرہ اور شاہزادہ عظیم الشان بہادر اور آنکی بیگم صاحبہ کی قبر ہے۔ عظیم الشان اورنگ

بی بی کا مقبرہ کا تعویذ سنگین ۔ دوسرا کاسہ خالی، تیسری صاحبہ کا عرس شعبان کی گیارھویں کو
ہوتا ہے۔

سنگ مرمر کی جالیاں جو روضہ کے شرقی دروازے سے نکل کر دوسرے احاطے میں
داخل ہوتے ہیں جنکے میان سے کئی حجرے بنتے ہیں۔ اس حجرے کا احاطہ گنبد کے
احاطے سے دور بنا ہے۔ شرقی دروازے سے نکلتے ہی شمالاً و جنوباً عظیم
الشان [illegible] دونوں کی تعمیر میں [illegible] نشانات سے پایا جاتا ہے کہ ان معصوم بچوں کی
قبروں پر سائبان بنا ہوا تھا۔

یہ حجرہ تین قطعوں پر منقسم ہے۔ بیچ کا قطعہ دونوں دوسرے قطعوں سے بڑا ہے اس
قطعہ میں تین تین کمانوں کا دوہرا دالان اور اس دوہرے دالان کے شمال و جنوب
میں دو تین تین کمانوں کا ایک ایک دالان ہے اور ان شمالی و جنوبی دالانوں
کے متعلق ایک ایک حجرہ ہے جو دوسرے دالان تک چلے گئے ہیں اور پیچھے سے ملا
ہوا ہے۔

شمالی قطعہ

اس قطعہ میں پورب طرف تین کمانوں کا دالان غرب رویہ اور اسی میں ایک دروازہ
باہر جانے کیلئے ہے۔ پچھم ایک حجرہ اور حجرے سے ملی ہوئی اس حجرے کی
پشت سے جست پیراہن شریف ہے۔

جنوبی قطعہ

یہ احاطے کا تیسرا قطعہ ہے۔ پورب طرف تین کمانوں کا ایک دالان غرب رویہ اور
جنوبی دیوار سے ملا ہوا زینہ اور گوشۂ جنوب و غرب میں دروازہ ہے۔ حجرہ

وجیہ۔ خوبصورت۔ ہوشیار۔ عقیل۔ شجاع۔ فن سپہگری مین حیثیت۔ متشرع۔ مدبر۔ بیدار مغز۔ محتاط۔ پابند مذہب۔ عالم باعمل۔ عامل زبردست۔ ہمیشہ تلاوت قرآن مین مصروف اور مذہب کے فروغ دینے مین ہمہ تن ساعی اور مصیبت جھیلنے کا عادی تھا۔ تقریر دلپذیر اور تحریر بہت بانکی ہوتی تھی۔ خاندان مغلیہ پر کیا منحصر ہے۔ ہند کے مسلمان بادشاہون مین اس تدبیر اور جفاکشی اور ہمہ صفت موصوف بادشاہ کم ہوا ہوگا بلکہ گزرا ہی نہین ہے۔

ذی قعدہ سنہ ۱۰۶۹ ہجری کی پہلی تاریخ کو چالیس برس کی عمر مین تخت سلطنت پر متمکن[1] ہوا چاہے ایام شاہزادگی مین کوئی وقت عیش سے بسر کیا ہو لیکن تخت سلطنت پر بیٹھنے کے بعد تمام عمر لڑنے بھڑنے مین گزری۔

ذیقعدہ سنہ ۱۱۱۸ ہجری کی ۲۸ تاریخ کو پچاس برس دو ماہ ۲۸ روز سلطنت کر کے احمدنگر مین وفات[2] پائی۔ دوسرے روز شاہزادہ اعظم شاہ نے نعش کو خلدآباد روانہ کیا اور خود بھی ساتھ ہوا۔ امرا مین حمیدالدین خان شاہزادے کے ساتھ تھے۔

مشہور ہے کہ اعظم شاہ نے اپنے باپ کے متواتر عرس بذات خود نہایت شان و شوکت سے کئے اور نواب حمیدالدین خان کئی سال تک قبر پر جاروب کشی کرتے رہے۔

---

۱ ظل حق سے تخت نشینی کا سن نکلتا ہے۔

۲ عالمگیر از جہان۔ رفت ٭ رو در تو منزل ٭ جنت نعیم ٭ آفتاب عالمتاب من ٭ رفت از جہان پادشاہ دلی۔ مطلقاً ٭ سن وفات کے مادے ہین۔

ہمارے سرکار عالی مدظلہ العالی (خدا اُنکی عمر مین برکت دے۔ اور اقبال مین ترقی کرے دشمن پامال۔ بدخواہ سرگردان رہین) کیطرف سے کئی مواضع اخراجات عرس اور ہوازانہ شاہی قایم رکھنے کے لیئے وقف ہین۔ اگرچہ مواضعات خالصے مین شریک ہوگئے ہین لیکن انکا محاصل ماہانہ ملا کرتا ہے۔ روزانہ اخراجات اور مصارف کے حساب وکتاب کے لیئے خاص ایک کچہری قدیم سے ہے جسکا نام بلغور ہے اُسکے اجمالی واقعات ہمنے پہلے تبلائے ہین۔

اورنگ زیب کی قبر سادی اور خام ہے۔ قبر پر چوبدار ہر وقت احتراماً حاضر رہتے ہین جب کوئی معزز زایر زیارت کو آجاتا ہے تو نقرئی اور طلائی سامان سے جو بلغور مین رہا کرتا ہے قبر کی زینت کردیجاتی ہے معزز زایر کی حاضری کیوقت چوبدارونکا باواز بلند (نگاہ روبرو اور باادب وغیرہ وغیرہ) کہنا اورنگ زیب کی عظمت اور جلال کو ازسرنو یاد دلاتا ہے۔ مین نے جہانتک دیکھا اب بھی اورنگ زیب کی قبر سے (اگرچہ سادہ ہے) وہ ہیبت طاری ہوتی ہے کہ اسوقت کے جلیل القدر بادشاہون مین وہ رعب نہین ہے۔ میرے خیال مین زندگی کے علاوہ مرنے کے بعد بھی جو عزت اور توقیر اورنگ زیب کو ہوئی۔ ہند کے کسی بادشاہ کو یہ بات حاصل نہین ہوئی۔ روزانہ چوبدارون کی حاضری۔ قرآن پاک کا ختم ہونا لنگر کا جاری رہنا۔ یہ سب باتین اُسکے احترام کے لیئے کم نہین ہین۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ سب ہمارے حضور پُرنور۔ فیاض زمان۔ حاتم دوران۔ مظفر الملک فتح جنگ ہزہائینس نواب میر محبوب علیخان بہادر دام اقبالہ کی فیاضی اور سخاوت کا باعث ہے۔ ورنہ دوسرے مقامات پر دوسرے سلاطین کا کوئی پرسان حال نہین ہے۔ خداوندا تو ہمارے آقا نے

ولی نعمت بندگانعالی مدظلہ العالی کو سلامت رکھے - آمین ؏

دوست شادان مدعی برہم رہین مانند زلف

نقش بندِ کاف و نون حامی رہے ہر ہر زمان

مکان کی ڈیوڑہی سے ملا ہوا حضرت امیر حسن مؤلف ہدایت القلوب کا مزار ہے
ڈیوڑہی اور میر صاحب کی قبر کے پچھم گنبد خورد ہے - میر صاحب کا عرس ۲۷ ربیع الاول
کو ہوتا ہے ڈیوڑہی سے ملا ہوا پورب طرف چھوٹا سا ایک سہ درہ لال پتھر کا ہو
گنبد کے احاطے کی جنوبی دیوار مین اندر سے دو راستے اور باہر سے ایک دروازہ
مشہور بہ درچاک ہے - درچاک کے آگے تین کمانون کا دالان ہے جسکے باہر بیچ
کی کمان پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور کلمہ طیبہ اور سنہ ۱۱۹۲ھ لکھا ہوا ہے غالباً یہ دالان
اسی سن مین تیار ہوا ہوگا - درچاک والے دالان کے ہر دو طرف شرقاً وغرباً دو دالان
بنائے گئے ہین جسمین خدام درگاہ بیٹھے رہا کرتے ہین - خدامون کی زیادہ تر نشست
غربی دالان مین رہتی ہے - پورب کے دالان مین ایک عرصے سے حاجی رمضان خان
صاحب کشمیری (جنکو تاریخ کے ورق لکھنا چاہیئے اور جنہون نے اپنی عمر کا زیادہ تر حصہ
سیاحی مین گزارا ہے) مقیم ہین - یہ صاحب کشمیر سری نگر ضلع زین قدل محلہ وری بل
کے رہنے والے ہین - پہلے صاحب ممدوح کا شمار نامی تاجرون مین تھا - گردش
فلکی بعد وزد ناسازگاری سے ایسے اسباب پیش آئے کہ تجارت کا سلسلہ شکست
ہوگیا باب تجارت مسدود ہوتے پر سیاحی اختیار کی ہے - ایشائی ملکون مین ایسا
مقام کم ہوگا جہان مقیم صاحب کی سیاحی نہ گئی ہو - ملک شام کے اکثر
شہرون مین زیادہ قیام رہا ہے - مدینہ طیبہ - بیت اللہ - بیت المقدس - بیت اللحم

حکیم طیبہ اور بیت المقدس و ... سال ... [illegible]

بغداد شریف اور نیز دیگر متبرک مقامات سے شرفیاب ہو چکے ہیں۔ نہایت سیر چشم۔ مسافر نواز
جفاکش۔ مزاج میں صفائی بہت ہے۔ اردو۔ فارسی۔ ترکی۔ پشتو۔ عربی تو یہ نہیں جانتے
ہیں کشمیری مادری زبان ہے۔ وضع اکثر ترکی رکھتے ہیں۔
یہ دالان جو حاجی صاحب کیطرف منسوب ہے اسکی شرقی دیوار کے جنوب رخ ذرا
بلندی پر چھوٹے پتھر کا ایک گنبد بنا ہوا ہے اور یہ ہاتھ بھر کا گنبد دیہاتی زایرین
اور جاہلوں کی زیارت کے لیے شاہد معتبر ہے۔ وہات کے لوگ جب خلد آباد
کے بزرگوں کی زیارت کرکے گھر واپس جاتے ہیں تو جو لوگ پہلے یہاں کے
بزرگوں کی زیارتوں سے شرفیاب ہوچکے ہیں۔ اس نئے زایر سے دریافت
کرتے ہیں کہ تو نے کن کن مقامات کی زیارت کی اور کون کون سی چیزیں دیکھیں
اگر اس نے اس گنبد کا پتہ دیدیا تو وہ سمجھتے ہیں کہ یہ پکا زایر ہے ورنہ اسکی
زیارت کو معتبر نہیں خیال کرتے۔ حضرت منتجب الدین صاحب اور حضرت برہان الدین
اولیا صاحب کی درگاہ میں بھی اسی قسم کی صناعیاں ہیں اس لیئے اکثر دیہاتی بعد
زیارت انکو تلاش کرکے دیکھتے ہیں اور خدام درگاہ بتادیا کرتے ہیں۔ درچاک کو
ہر سہ دالان کے سامنے بڑا احاطہ ہے۔ اس احاطے کی شمالی حد ہر سہ دالان
مذکورہ اور ڈیوڑہی خلد مکان اور سہ درہ سنگ سرخ معروف بہ آبدار خانہ اور گنبد
خورد سے محدود ہے۔ گنبد خورد میں ایک دروازہ اندرون احاطہ جانب جنوب
اور دوسرا بیرون احاطہ جانب غرب ہے۔ احاطے کے غربی حد پر ایک مسجد دو
درجے اور دو منزل کی ہے یہ مسجد اکبر مشہور ہے۔ مسجد اکبر کے پچھلے درجے کے
شمال دو حجرے نیچے اوپر ہیں نیچے کے حجرے کا دروازہ گنبد خورد کے غربی دروازے

کے پائین شمال رویہ اور اوپر کے حجرے کا دروازہ شرق رویہ ہے گنبد خورد کے اندرونی دروازے کے پاس ایک زینہ ہے اُسی سے اوپر والے حجرے میں جاتے ہین۔

مسجد اکبر

یہ مسجد جلال آباد کی تمام مسجدون سے وسیع اور خوبصورت ہے۔ اِسکا فرش سیاہ پتھر کے مربع ٹکڑون سے بنایا گیا ہے۔ کمانین اس مین پانچ اور درجے دو ہین چونکہ مسجد کے نیچے ٹھیک ٹھیک اسی قسم کے دو درجے اور ہین لہذا اُس اعتبار سے یہ مسجد دو منزل کی ہے۔

اندرونی بیچون بیچ محراب پر (وکفی واعظاً بالموت اور بسم اللہ الرحمن الرحیم اور آیت پاک بلا فاذا جاء اجلہم لایستاخرون ساعتہ ولایستقدمون ؕ سبحان الذی بیدہ ملکوت کل شئی والیہ یرجعون ۱۰۷۴ھ) کندہ ہے۔ وکان اللہ جل

اس کے سوا دوسرا کتبہ نہین ہے۔ مسجد کا صحن مسجد کی حیثیت سے چھوٹا ہے صحن مین ایک دروازہ شرق رویہ نیچے کے درجے مین جانے کے لیئے ہے۔

دروازے کی چھت مسجد سے اندازاً ایک بالشت نیچی ہے۔ دروازے کے شمال وجنوب سیڑھیان ہین۔ صحن مسجد کے سامنے ایک حوض مربع اور دہ در دہ ہے۔

مسجد کے پچھلے درجے کی جنوبی دیوار سے ملا ہوا ایک حجرہ ہے جس مین اب ایک سید صاحب رہتے ہین حجرے کے سامنے حجرے ہی کے طول اور عرض کے موافق چبوترہ ہے۔

روضے مین دو مسجدین ہین جن مین جمعہ کی نماز ہوتی ہے - ایک مسجد اکبرا اور دوسری
حضرت برہان الدین اولیا صاحب کے گنبد سے پچھم طرف ہے ان مساجد مین
کوئی امام مقرر نہین ہے جسکا جی چاہتا ہے آگے کھڑا ہو جاتا ہے خدام درگاہ کو
ایسے بار گران اُٹھانے کے لیئے انتخاب کرکے کوئی امام اور اُسکا ایک نائب
مقرر کرکے یہ شکایت رفع کردینی چاہیئے -

احاطے کی جنوبی حد مین سید صاحب کے حجرے سے تہرے دالان کہ (۱۲)
کمانون کی ایک خانقاہ ہے جسکے ساتھ پچھم طرف ایک حجرہ بھی ہے - اس خانقاہ
کی کمانون کو اگر پورب سے شمار کرین تو چوتھی کمان اور اگر پچھم کی طرف سے گنین
تو آٹھوین کمان کے شمالی حصہ ابڑھا کر دو منزلہ نقار خانہ بنایا گیا ہے جسپر ہر
پنجشنبہ اور ایام عرس مین نوبت بجا کرتی ہے نقار خانے کے سہ درے پر شمال
رویہ یہ کتبہ کندہ ہے -

ز لطف شاہ زین الدین حقانی	آسیہ خانم بہ لبست در خواجگانی
درین خانقاہ آل ختم رسل	این نقار خانہ بنا ساخت مانی
ز ہجرت ہزار و دو صد بست بود	بتولیت شیخ ابوالخیر فانی

کمان مذکورہ مین جنوب کیطرف جنوبی احاطے مین جانے کے لیئے ایک دروازہ
ہے نقار خانے کی غربی خانقاہون اور حوض کے درمیان نو قبرین ہین اگر قبرون کو
پچھم طرف سے شمار کیا جائے تو پہلے غلام حسین صاحب اس کے بعد اُنکی بیوی
اور اُس کے بعد سیدانی صاحبہ ہمشیرہ سید منصور صاحب اور اُس کے بعد سید
منصور صاحب صوبیدار بنگالہ اور اُنکی بیگم صاحبہ کی قبر ہے - سید منصور صاحب کی

بی بی کی قبر کے بعد صرف دو قبروں کے نشان بنے ہوئے ہیں کوئی نعش دفن
نہیں ہے ان خالی قبروں کے بعد سکندر یار جنگ کی قبر ہے اور اسپر یہ کتبہ ہے
عاقبت خانہ نواب سکندر یار جنگ بہادر ــــ بتاریخ پنجم ماہ رمضان المبارک ۱۲۶۲ ھ
مرتب شد ۔ سکندر یار جنگ کی قبر کے پورب کسی نامعلوم کی آرام گاہ ہے ۔ خدا ان
سب کی مغفرت فرمائے ان قبروں کے پاس آم کا ایک درخت ہے نقار خانے کی
شرقی خانقاہوں کے سامنے پانچ قبریں اور کچھ درخت گلاب کے ہیں ۔
احاطے کی شرقی حد پر تین درجے کا ایک دالان ہے جسمیں نو کمانیں ہیں ۔ یہ تہرا
دالان مشہور ہے ۔ اسکی شمالی دیوار پر غرب رویہ پتھر ہے کے دروازے کے
متصل دالان کی تاریخ جلی قلم سے پتھر پر خوش خط کندہ ہے ۔ اس تاریخ میں
بھی پتھر کے خام ہونے سے وہی نقص پیدا ہو گیا ہے جو ہر جگہ پیدا ہوتا آیا ہے
تاریخ کے کل شعر (۶) تھے ۔ بڑے غور اور فکر سے چار شعر پورے اور پانچویں شعر کا
مصرعہ اولی پڑھا گیا ہے ۔ جس پتھر پر یہ تاریخ کندہ ہے وہ محفوظ مقام پر نصب
نہیں کیا گیا ہے ۔ اس لیئے بارش کے پانی سے بالکل گل گیا ہے گمان غالب ہے
کہ چند ہی روز میں تاریخ کے باقیماندہ اشعار بھی مٹ جائیں گے خادمان درگاہ کو
تاریخ کے محفوظ اور قایم رکھنے کیواسطے جدید انتظام کرنا چاہیئے ۔

تہرے دالان کی تاریخ

شاہ زین الدین چراغ چشتیان ۔۔۔ مرقد پاکش غریق نوریان
در حریم روضۂ آن پاک دین ۔۔۔ کرد عالی خانقہ معمور دان
شاہ منصور آنکہ با خلق متین ۔۔۔ نام نیکش در جہان مشہور دان

بر سر یمیش و عشرت تا ابد	برہرا در دوستان معمور دان
چشم انہ پیر خرد تاریخ جست	. . . .

عرس مین اسی تہرے دالان کے سامنے شامیانہ نصب کیا جاتا ہے اور اسی کے نیچے ختم خواجگان چشت ہوتا ہے جسکو ہم اوپر بیان کر آئے ہین مسجد اکبرادی شرقی وجنوبی دالان اور اسی احاطے کا حوض سید منصور صاحب صوبیدار بنگالہ کے بنوائے ہین۔

درگاہ کا جنوبی احاطہ

احاطہ مذکورہ کے علاوہ دوسرا احاطہ جنوب طرف ہے اور عرض وطول مین مذکورہ احاطے سے کم نہین ہے۔ البتہ اس احاطے مین ایک سہ درہ اور گنبد کے سوا اسوقت کوئی عمارت ایسی نہین ہے جو اس احاطے کی برابری کر سکے۔ اندرون احاطہ چند قبور سلاطین فاروقیہ برہانپوری اور خدامان درگاہ کے مزارات اور ایک درخت نیب اور ایک درخت بڑ کا ہے۔

اس احاطے کے گنبد سے نکلکر اگر بازار کا رخ کرین تو آٹھ دس قدم پر سیدانی جنابہ کے مزار کا چبوترہ ہے۔ چبوترے سے گوشۂ شرق اور جنوب مین دس بندرہ قدم کے فاصلے پر تحویلدار صاحب کی مسجد اور خاص جنوب (۲۰۰) قدم کے اندازی سے قاضی کے حوض کے قریب حضرت سید زین یوسف صاحب کی قبر کی چاردیواری ہے چاردیواری مین سید زین یوسف صاحب کے سوا ان کے بھائی سید عبداللہ اور بی بی رابعہ صاحبہ ہمشیرہ سید یوسف کی قبر ہے۔ بعضے یہ کہتے ہین کہ یہ مرقد حضرت سید یوسف کی بی بی عصمت النسا کا ہے واللہ اعلم۔

حضرت سید زینو یوسف صاحب

انکا اصلی نام سید یوسف ہے - چہرہ سیاہ فام ہونیکی بنا پر بدرو تھا - سید زین الدین صاحب قدس سرہ کی خدمت میں ہمیشہ رہا کرتے تھے - انکو اپنی بدروئی اور سیاہ فامی کا ہر وقت خیال رہتا تھا - ایک روز اسی خیال میں حضرت سید زین الدین صاحب کے سامنے حاضر ہوئے کشف باطنی سے حضرت نے انکا خیال دریافت کرکے اور انکو طلب کیا اور دست شفقت پیٹھ پر پھیر کر فرمایا تم میرے یوسف ہو۔ اسی روز سے آپ کے چہرے کی رنگت صاف ہونے لگی اور رفتہ رفتہ نہایت خوبصورت اور خوشرو ہوگئے اور سید زینو یوسف مشہور ہوئے - اس روایت کے سوا لوگ یہ بھی مشہور کرتے ہیں کہ سید زینو یوسف سید زین الدین صاحب کے بھانجے تھے - درگاہ کی آمد و رفت کا دوسرا دروازہ گنبد خورد سے منسوب ہے گنبد خورد کے اندرونی دروازے پر یا اللہ کندہ ہے -

گنبد خورد کے مغربی دروازے سے سڑک تک سنگی فرش (جیسا کہ حضرت برہان الدین اولیا صاحب کی درگاہ کے بڑے گنبد کے سامنے بنا ہوا ہے) اوترا ہوا ہے فرش کے شمال بہت سی قبریں اور املی کے دو درخت اور جنوب ایک احاطہ ہے جس میں خواجہ لطف اللہ معروف خواجہ بنگاہ یا خواجہ بنگالہ کا مزار اور مسجد ہے یہ مسجد خلدآباد کی دوسری شکستہ مسجدوں سے زیادہ تر شکستہ ہے چھت بالکل گر گئی ہے - دیواروں میں بھی بڑے بڑے رخنے پڑ گئے ہیں - سننے میں آیا ہے کہ خاص مسجد اور خواجہ صاحب کے مزار کی تیل بتی کے واسطے کچھ انعام

بھی ہے - واللہ اعلم ہمارے سننے تک تو صحیح ہے - فی الواقع اگر مسجد اور
خواجہ صاحب کے عرس وغیرہ کے لیئے کوئی انعام ہے تو صاحب نعمت لایق
باز پرس اور قابل نفرین ہے -
اس مسجد کی پشت پر سڑک سے پچھم جامع مسجد تھی - اسوقت صرف دروازہ کا
نشان معلوم ہوتا ہے باقی کا پتہ نہین - کچھ عجب شان ایزدی ہے - جب سے
نمازی کم ہو گئے ہین مسجدین بھی کم ہوتی جاتی ہین - خلد آباد خاص مین کم از کم
دس پانچ مساجد ایسی ہونگی جنکا صرف نشان باقی ہے -

ذکر امیر حسن اعلائے سنجری قدس سرہ

میر حسن - یا امیر حسن - نام نجم الدین - باپ کا نام اعلائے سنجری - سنجری منسوب بہ
سنجر - سنجر سیستان کے ایک شہر کا نام ہے - اعلائے سنجری سیستان سے
دہلی آئے - میر حسن صاحب دہلی مین پیدا ہوئے - شعر گوئی کے کمال سے ہمعصر
شعرا پر سبقت لیگئے سلطان غیاث الدین بلبن اور اس کے بیٹے محمد سلطان خان
شہید کی مدح مین بہت سے قصاید لکھے ہین - ہند والون نے ان کو سعدی ہند
لکھا ہے - میر صاحب کے اشعار اگرچہ بادی النظر مین آسان معلوم ہوتے ہین لیکن
کہنے مین دشوار ہین - اس سبب سے سہل ممتنع کہے گئے ہین - جامی علیہ الرحمۃ کا قول
ہے کہ غزل گوئی مین میر حسن کا خاص طرز ہے - غلام علی آزاد صاحب لکھتے ہین
کہ بات بات اشعار شہرۂ آفاق اور نمک ریز جراحت عشاق ہین - ملک الشعرا
نبشی کا قول ہے کہ میر حسن اشعار مین ایک زبان اور ادا رکھتا ہے کہ اس کا

عاشق ہونا چاہیئے۔

شیخ نظام الدین اولیا صاحب کو جب گانا سُننے کا شوق ہوتا قوالون سے فرماتے کہ میر حسن کا شعر پڑہو۔ شیخ کی زبان فیض ترجمان سے حکایات اور نقلیات سنکر ایک رسالہ مرتب کیا جسکا نام فوائد الفواد رکھا۔ فوائد الفواد کی عبارت اور اوس کی لطافت اشارات اور کنایات خاص و عام مین مقبول ہین۔ امیر خسرو علیہ الرحمۃ فوائد الفواد کی تصنیف پر رشک کیا کرتے تھے اور اکثر کہا کرتے تھے۔ کاشکہ اگر میری تمام تصنیفات میر حسن سے اور فوائد الفواد میری مصنفہ ہوتی تو کیا اچھا ہوتا ایکدن شیخ نظام الدین اولیا حضرت قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کی زیارت کرکے حوض شمسی کے کنارے تشریف لائے۔ شیخ برہان الدین اولیا صاحب بھی ہمراہ تھے۔ میر حسن کو دیکھا کہ احبابون کے ساتھ میخوشی مین مشغول ہین شیخ نظام الدین اولیا صاحب کو دیکھتے ہی روبرو آکر یہ اشعار پڑہے۔ ؎

سالہا باشد کہ ما ہم صحبتیم	گر ز صحبتہا اثر بودے کجاست
زہد تان فسق از دل ما کم نکرد	فسق ما یان بہتر از زہد شماست

حضرت نے یہ سنکر فرمایا صحبت حسن نیت سے اثر رکھتی ہے انشاء اللہ بہت جلد وہ وقت آئیگا کہ صحبت کا اثر ہوگا۔ اِدہر حضرت نے یہ فرمایا اُدہر میر صاحب سر برہنہ قدمون پر گرے اور منہیات سے توبہ کرکے مرید ہوئے اُسوقت میر صاحب کی عمر پچاس برس سے تجاوز کر چکی تھی صاحب خزینۃ الاصفیا لکھتے ہین کہ تہتر سال کی تھی میر صاحب خود فرماتے ہین ؎

اے حسن توبہ آنگہے کردی	کہ ترا قوت گناہ نماند

میر صاحب حسن ہمثال اور عقل کمال رکھتے تھے۔ امیر خسرو کو ان سے کمال تعشق تھا
ایک روز شیخ نظام الدین اولیا صاحب بازار جارہے تھے۔ امیر خسرو ساتھ تھے
میر حسن صاحب روٹی کی ایک دوکان پر بیٹھے ہوئے تھے جیسے ہی امیر خسرو کی
نظر میر صاحب پر پڑی دل ہاتھ سے جاتا رہا۔ نزدیک جاکر میر صاحب سے پوچھا
کہ روٹی کیسے بیچتے ہو۔ جسکے جواب مین میر صاحب نے کہا کہ ایک پلہ مین روٹی
رکھتا ہون اور خریدار سے کہتا ہون کہ دوسرے مین روپیہ رکھے جب روپیہ
کا پلہ بھاری ہو جاتا ہے اُسوقت خریدار کو رخصت کرتا ہون۔ امیر خسرو صاحب
نے کہا کہ اگر خریدار مفلس ہو۔ میر حسن صاحب نے کہا کہ پھر روپیہ کے عوض درد
اور نیاز لیتا ہون۔ اِدہر میر صاحب کے حُسن کلام سے امیر خسرو کو حیرت اور اُدہر
میر صاحب کو دادِ طلب دامنگیر ہوئی۔ اور اُسیوقت دوکان ترک کر کے کمالات
ظاہری اور علم کیطرف مشغول ہوئے۔ میر صاحب دوکان چھوڑنے کے بعد شیخ
نظام الدین اولیا صاحب کی خدمت مین زیادہ حاضر رہنے لگے چند روزہ کی
یکجائی سے امیر خسرو اور میر صاحب کا اتحاد بڑھگیا اور دونون نے ملتان مین محمد
سلطان خان شہید پسر غیاث الدین بلبن کی ملازمت کی۔ امیر خسرو مصحف بردارون
مین اور میر حسن صاحب دوات بردارون مین نوکر ہوئے۔ جسوقت سلطان خان
دہلی آیا۔ یہ بھی ہمراہ آئے۔ رفتہ رفتہ دونون کی محبت کا چرچا ہوا۔ صاحب
غرضون نے بادشاہ سے جاکر کہا کہ یہ دونون آپس کی محبت سے سخت بدنام
ہو رہے ہین۔ اس قابل نہین ہین کہ شاہ یا شاہزادون کے پاس رہین۔ امیر خسرو
نے اُسیوقت ایک غزل نظم کی جسکا مطلع یہ ہے ؎

خسرو از زبان دل بدان ہمین بار آورد	زین دل خود کام کارمن برسوائی کشید

القصہ سلطان خان شہید نے مصلحتاً بھیجا کہ میر صاحب کو امیر خسرو کے پاس جانے سے منع کر دیا۔ چونکہ محبت جانبین نہایت کمال کو پہنچ گئی تھی۔ پادشاہ کی ممانعت سے کوئی فایدہ نہوا اور میر صاحب بادشاہ سے نشستہ ہوکر سیدھے امیر خسرو کے پاس آئے اور یار لوگون نے فوراً بادشاہ کو خبر کی۔ اس مرتبہ بادشاہ نے میر صاحب کو بلاکر چند کوڑے مارے۔ میر صاحب کوڑے کھاکر پھر راست امیر خسرو کے پاس پہنچے۔ جب سلطان خان کو اسکی خبر ہوئی تعجب کیا۔ حاضرین مجلس سے ایک شخص نے جو اس حقیقت سے واقف تھا پادشاہ سے عرض کی کہ امیر خسرو کی محبت مجازی حقیقت سے آراستہ ہوگئی ہے۔ پادشاہ نے امیر خسرو صاحب کو طلب کرکے پوچھا کہ تمہاری محبت خواہش نفسانی سے پاک ہے یا نہین۔ امیر خسرو نے جواب دیا کہ ہم دونون کے درمیان سے دوئی کا پردہ اُٹھہ گیا ہے۔ سلطان شہید نے گواہ طلب کیا۔ امیر خسرو نے آستین سے ہاتہہ نکالکر دکھایا اور کہا ع گواہ عاشق صادق در آستین باشد۔ سلطان خان شہید نے دیکھا کہ امیر خسرو کے ہاتہہ پر کوڑون کے نشان ہین متحیر ہوا۔ امیر خسرو نے اُسیوقت یہ رباعی پڑھی ع

	عشق آمد و شد چو خونم اندر رگ و پوست
تا کرد مرا تہی و پُر کرد ز دوست	
	اجزاے وجودم ہمگی دوست گرفت
نامیست مرا بر من و باقی ہمہ اوست	

وفات

میر صاحب نے ۲۹ صفر ۷۳۷ھ ہجری مین وفات پائی مادہ تاریخ مخدوم اولیا ہے
حصار سے باہر گوشہ جنوب اور غرب مین تخمیناً (۵۰۰) قدم کے فاصلے پر دفن
کئے گئے۔ میر صاحب مین علاوہ اور کمالات کے ظرافت اور خوش طبعی بہت تھی
ایک وقت سخت بیمار ہوئے اور مرض یہانتک بڑھ گیا کہ لوگون کو زندگی
سے مایوسی ہوگئی۔ اکثر علما اور فضلا اور امیر خسرو اور منصور صاحب دیکھنے آئے
اور پوچھا کہ ما را مے شناسد ما کیانیم اور پھر ما کیانیم کی جگہہ ماچہ کسانیم کہا۔
میر صاحب نے آنکھہ کھولکر کہا بندہ سخن اولیم سبھون نے ہنسکر کہا۔ کہ میر صاحب
نے ایسے وقت مین بھی ظرافت نہین چھوڑی۔ دکن کے لوگ میر حسن صاحب کو
حسن شیر کہتے ہین۔ غلام علی آزاد صاحب لکھتے ہین کہ حسن شیر حسن شاعر کا تصحیف ہے
مشہور ہے کہ شیر ہر رات کو ان کے مزار پر حاضر ہوا کرتا ہے۔

مزار پر ہر پنجشنبہ کو حاجتمندونکا ہجوم ہوتا ہے۔ کند ذہن طلبہ آستانے پر شکر
چاٹتے ہین۔ فی الواقع غبی طبیعت کے ذہن کو جودت حاصل ہوتی ہے اور مستجاب الدعوا
حضرت کی دعا سے ذہن کشادہ کرتا ہے۔

میر صاحب کی قبر جس احاطے مین ہے اُس کے علاوہ دو احاطے اُس کے
متعلق اور بھی ہین۔ میر صاحب کی قبر کے پائین بہت سی قبرین ہین اور خاص قبر کی
ملی ہوئی پورب طرف دوسری جو قبر ہے اُسکی نسبت عوام مین مشہور ہے کہ امین

سلہ عبدالصمد بن افضل محمد خواہرزادۂ شیخ فیضی اور شیخ ابوالفضل اخبار الاصفیا مین لکھتے
ہین کہ میر حسن کا انتقال ۷۳۷ھ ہجری مین ہوا۔

میر صاحب کا کتبہ خانہ ہے۔ لیکن یہ خلاف قیاس بات سمجھ میں نہیں آتی۔

میر صاحب کا عرس (۲۹) صفر کو حد خورد اور حد کلان کی طرف سے ہوا کرتا ہے

قبہ کے گوشۂ جنوب و غرب میں ایک کھلا ہوا حجرہ ہے جسمیں غلام علیؔ آزاد صاحب کی

قبر ہے احاطے کلان میں پچھم طرف مسجد اور شرق میں آمد و رفت کا بڑا دروازہ اور

دروازے سے جنوب شمال اور غرب رویہ زایرین کے ٹھہرنے کے لیے خانقاہ

بنی ہوئی ہے۔ احاطے مذکورہ کی شمالی دیوار میں بھی ایک دروازہ ہے۔ بڑے

دروازے پر یہ کتبہ کندہ ہے۔

اللهم صل علی محمد و علی آل محمد

کتبہ محمد یحیٰی خادم تعمیر براد رابچھو ؛ از حسن عمل نو د عابد بر پا ؛ در دروازہ تازہ طور محراب نما
۱۱۹۴

اس احاطے کی مسجد درستی اور صفائی کے قابل ہے چھت کے بیچ کا حصہ گر گیا ہے

فرش میں جگہہ جگہہ گڈھے پڑ گئے ہیں۔ پشت کی دیوار میں بڑی بڑی درزیں آ گئی

ہیں۔ اگر جلد مرمت نہو گی تو پھر از سر نو اسکی تعمیر کرنا پڑیگی۔ فی الحال تھوڑے سے خرچ

میں بآسانی شکست و ریخت ہو سکتی ہے۔

تیسرا احاطہ مسجد سے جنوب طرف ہے جسمیں میر مسعود عرف میر چھجو کی قبر ہے بعضے انکو

میر حسن صاحب کا بھائی اور بعضے ہمشیرہ زادہ کہتے ہیں۔

درگاہ کے احاطے سے شمال طرف ذرا پستی میں چھوٹا سا ایک تالاب ہے مذکورہ

عمارت اور یہ تالاب غلام علی آزاد کی تعمیر سے مشہور ہے۔ موسم بارش میں احاطے

کے اطراف کی سبزی اور تالاب کی لبریزی سے ایک خاص کیفیت ہوتی ہے

تالاب کا پچھم رُخ چونے اور پتھر سے بندھا ہوا ہے۔ چونکہ تالاب میں مٹی بھر گئی ہے

ازہ
ت
سنہری

اسلیئے پانی کم آتا ہے اور برسات کے بعد جلد خشک ہو جاتا ہے۔
درگاہ سے پچھم اندازاً تین سو گز کے فاصلے سے ایک ٹیکری پر میر آخون صاحب
کا مزار اور جنوب تقریباً ڈیڑھ سو گز کے فاصلے پر بی بی عایشہ صاحبہ کی قبر ہے
فوایدالفواد کے سوا میر صاحب کی تصانیف نظم و نثر سے بہت ہین۔ ہم یہان
صرف ایک غزل درج کرتے ہین۔

غزل

اے ماہ خوبان یک شبے با خویش مهمان کن مرا
ذرآفتاب روئے خود چون صبح خندان کن مرا

دارم دلے آتشکدہ آخر خلیل من توئی
برمن فروزان یکدمے آتش گلستان کن مرا

انگند زلف کافرت اشکالها در دین من
یکبار بنما روئے خود وانو مسلمان کن مرا

در کنج فرقت سالها دادم و سان نالیدہ ام
بر تخت وصلت اے پری یکشب سلیمان کن مرا

از زہد خشک خویشتن هستم بر آن اول قدم
زان مے کہ چشمت مست شد امروز غلطان کن مرا

گہ بارگاہے عربدہ چندین چہ زارم میکشی
لب با لب من بندہ نہ جان کندن آسان کن مرا

مسکین حسن میگویدت اے وقت مشتاق تو خوش

گر من ز ایشان نیستم در کار ایشان کن مرا

ذکر حضرت امیر خسرو قدس سرہ

اگرچہ سلطان الشعرا برہان الفضلا حضرت امیر خسرو کا ذکر اس کتاب مین لکھنا (اسوجہ سے کہ اس مین روضے ہی کے بزرگون کے حالات ہین) چندان ضرور نہ تھا لیکن میر صاحب کے واقعات چونکہ پہلے قلمبند ہو چکے ہین اور میر صاحب اور امیر خسرو کے اتحاد قلبی کی کیفیت بتلائی گئی ہے لہذا اسی مناسبت سے ہم بہت ہی اختصار کے ساتھہ اُن کے حالات تحریر کرتے ہین - اصلی نام ابوالحسن خسرو تخلص باپکا نام امیر سیف الدین تھا - امیر سیف الدین بلخ ہزارہ کے امیرزادون سے تھے اور چنگیز خان کے زمانے مین ہندوستان آئے - امیر خسرو مومن آباد معروف بہ پٹیالی مین جو دریائے گنگ کے کنارے ہے پیدا ہوئے - اِن کے والدین نے جسوقت شیخ نظام الدین اولیا محبوب آلہی سے بیعت کی -

اُسوقت اِن کی عمر آٹھہ برس اور جب امیر سیف الدین پچاسی برس کی عمر مین ایک معرکے مین کفارون کے ہاتھہ سے شہید ہوئے اُسوقت نو برس کا سن تھا باپ کی شہادت مین جو مرثیہ نظم کیا ہے بہت ہی دردانگیز ہے - ہم صرف مطلع لکھتے ہین - ؎

سیف از سرم گزشت و از من دو نیم شد	دریاسے خون روان شدہ و دریتیم شد

اِن کے نانا عماد الملک سے جو اولیاسے کاملین سے تھے اور جنکی عمر ایکسو تیرہ سال کی تھی اِنکی پرورش کی

امیر خسرو صاحب کا زیادہ تر وقت اگرچہ امرا اور بادشاہون کی صحبت مین گزرتا تہا لیکن دلی رجحان مشایخ صوفیہ کیطرف تھا اور اسی سبب سے شیخ نظام الدین اولیا صاحب سے کمال اعتقاد تھا حضرت نظام الدین اولیا صاحب کو بھی امیر خسرو سے بڑھکر کوئی یار وفادار اور محرم اسرار اور محبوب مطلوب نہ تھا۔ شیخ نظام الدین اولیا صاحب ان کو اکثر ترک اللہ کے خطاب سے یاد فرماتے تہے چنانچہ خسرو کی ان ابیات سے ظاہر ہوتا ہے ؎

برزبانت چون خطاب بندہ ترک اللہ رفت	دست ترک اللہ بگیر دہم باللہش سپار
چون من مسکین ترا دارم ہمینم بس بود	شیخ من بس مہربان و خالقم آمرزگار

چونکہ حسن اور لطافت اور موسیقی مین اپنا نظیر نہین رکہتے تہے اسوجہہ سے بعض اوقات ترک اللہ کے سوا مفتاح السماع بھی کہکر پکارا کرتے تہے۔

شب بیدار۔ تہجد گذار تہے۔ چالیس سال صایم الدہر رہے۔ شیخ کے ساتھہ ہی حج بھی کیا۔ صاحب سفینۃ الاولیا لکہتے ہین کہ امیر خسرو کے سینۂ بے کینہ کے سوز اور آتش عشق نے ان کے دل مین اسطرح جگہہ کی تہی کہ ہمیشہ پیراہن قلب پر جلا ہوا رہتا تہا۔ جب کبھی نیا کپڑا زیب تن فرماتے قلب پر جل جاتا تھا۔ نظام الدین اولیا صاحب کے خلفا مین جو شان ان کی اور جسقدر ان پر شیخ کی توجہ تھی۔ کسی پر نہ تھی۔ بارہا نظام الدین اولیا صاحب نے فرمایا کہ اے ترک اللہ مین اپنے وجود سے رنجیدہ ہوتا ہون لیکن تجہسے نہین ہوتا ہون۔

ایکبار تبہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی لعاب دہن کی خواہش کر۔ حضرت نے فرمایا۔ یہ دولت سعدی شیرازی کے حصہ کی تھی۔ امیر خسرو نے شیخ سے یہ بات

عرض کی۔ شیخ نے اپنا لعاب دہن منہ مین ڈالا۔ اُسکی برکت یہان تک ظاہر ہوئی کہ ہندی تصانیف کے سوا (۹۲) یا (۹۹) کتابین نظم اور نثر اُنکی مصنفہ ہین۔ اشعار کا شمار پانچ لاکہہ سے کم اور چار لاکہہ سے زیادہ ہے۔ شعر گوئی مین اسقدر ملکہ تہا کہ مثنوی مطلع الانوار جو مخزن الاسرار مصنفہ شیخ نظامی گنجوی کے جواب مین لکہی ہے دو ہفتہ مین تمام کی اور یہ شیرین کلامی صرف شیخ کے لعاب دہن سے حاصل ہوئی۔ جسوقت شیخ نے اپنا لعاب دہن ان کے منہ مین ڈالا اُسیوقت یہ بیت پڑہی ؎

زلفت زمہر جانب خونریز عاشقان است		چیزے نمی توان گفت روئے تو درمیان است

عشا کی نماز کے بعد حضرت نظام الدین اولیا صاحب کی خدمت مین روزانہ حاضر ہوتے اور جو کچہہ کہنا ہوتا کہتے اور جس کسی کو حضرت سے کچہہ دریافت کرنا ہوتا ان کے ذریعہ سے دریافت کرتا۔

ایکمرتبہ شیخ سے عرض کی کہ مین نہین چاہتا کہ قیامت کے دن مجہے خسرو کے نام سے پکارین۔ کیونکہ یہ متکبرونکا نام ہے۔ نظام الدین اولیا صاحب نے فرمایا کہ قیامت مین تجہے محمد کاسہ لیس کہکر پکارین گے۔

امیر خسرو صاحب استادان ماضیہ کی نسبت اکثر طعنہ آمیز کلمات کہا کرتے تہے اور شیخ نظام الدین اولیا صاحب ہمیشہ منع کیا کرتے تہے۔ جسوقت حضرت نظامی علیہ الرحمۃ کے خمسے کا جواب لکہا۔ سلطان المشایخ نے ڈرایا۔ عرض کی کہ مین آپ کی پناہ مین ہون۔ انشاءاللہ کوئی صدمہ نہین پہنچ سکتا۔ اتفاقاً اُسی خمسے کی ایک بیت کے جواب مین جسوقت یہ بیت کہی ؎

[illegible] خسرو [illegible] تمام [illegible] است	[illegible] گور [illegible] نگشد

[illegible] امیر خسرو صاحب نے شیخ نظام الدین اولیا اور
شیخ فرید گنجشکر صاحب کو یاد کیا۔ اُسیوقت ایک ہاتہہ ظاہر ہوا اور اُس نے تلوار
کا وار اپنے پر لیا۔ تلوار ہاتہہ کی آستین کاٹتے ہوئے قریب کے ایک درخت پر
جا پڑی۔ اِس واقعہ کے بعد ہی امیر خسرو صاحب شیخ کی خدمت مین حاضر ہوئے
اور کیفیت عرض کرنی چاہی۔ شیخ نظام الدین اولیا صاحب نے اِنکے کہنے سے
پہلے ہی کٹی ہوئی آستین دکھلائی۔ امیر خسرو صاحب نے سرنیاز قدمونپر رکھدیا۔
شیخ نظام الدین اولیا صاحب نے اُسیوقت یہ ابیات پڑہے ؎

خسرو کہ بہ نظم و نثر مثلش کم خواست	ملکیت ملک سخن از خسرو ماست
این خسرو ما ناصر خسرو نیست	زیرا کہ خدا ناصرِ خسرو ماست

پیر پرستی مین اپنے دوسرے پیر بھائیون کی نسبت فضیلت رکھتے تھے
ہر وقت اپنی جان و مال فدا کر دینے کو تیار رہتے تہے۔
ایک مرتبہ شیخ نظام الدین اولیا صاحب کے پاس ایک سایل آیا اُسوقت کچھہ حاضر
نہ تھا حضرت نے فرمایا کہ آج جو فتوح حاصل ہوگا وہ تجھے ملیگا اتفاق سے اُسروز
کچھہ نہ آیا۔ حضرت نے دوسرے روز کا وعدہ فرمایا۔ دوسرے روز بھی کچھہ نہ آیا
حضرت نے تیسرے دن کا وعدہ کیا۔ شان ایزدی پھر بھی کچھہ نہ آیا۔ حضرت نے
اپنے نعلین اسکو دیدیا۔ وہ فقیر باعتقاد تمام انکو لیئے دہلی سے روانہ ہوا۔ راستہ
مین امیر خسرو صاحب سے جو کسی مہم سے واپس آرہے تہے۔ ملاقات ہوئی
شیخ کی تیھر بیتا ہوا یا غیبت کرکے اُس سے کہا کہ مجھکو تجھہ سے پیر روشن ضمیر کی بوآتی

ہے شاید کوئی تبرک تیرے پاس ہے فقیر نے کہا کہ ہاں حضرت نے نعلین مبارک مرحمت فرماتے ہین۔ امیر خسرو صاحب نے پانچ لاکھ اشرفی دیکر انکو لیا اور سر پر رکھکر شیخ کے روبرو حاضر ہوئے۔ نظام الدین اولیا صاحب نے فرمایا کہ اے خسرو تونے یہ ہین پانچ لاکھ اشرفی کو ارزان خریدے۔ امیر خسرو صاحب نے کہا کہ فقیر نے صرف پانچ لاکھ پر اکتفا کی ورنہ اگر وہ تمام مال وجان اس کے عوض طلب کرتا بیشک دیدیتا۔

ایکبار انہون شیخ سے عرض کی کہ میری خواہش ہے کہ آپکے بعد مین بھی دنیا مین نہون اور میری قبر آپ کے پہلو مین ہو۔

جب شیخ نظام الدین اولیا صاحب کے وصال کا زمانہ قریب آیا۔ ایکروز فرمایا کہ خسرو میرے بعد دنیا مین کم رہیگا۔ جب وہ مرے تو اسکو میرے پہلو مین دفن کرنا کیونکہ وہ میرا محرم راز ہے۔ مین بے اُسکے بہشت مین قدم نہ رکھونگا۔ اگر یہ جایز ہوتا کہ دو شخص ایک قبر مین دفن ہون تو مین وصیت کر جاتا کہ خسرو کو میری قبر مین دفن کرنا تاکہ ہم دونون ایک جگہہ رہین۔ جسوقت سلطان المشائخ کا وصال ہوا خواجہ خسرو بادشاہ کے ساتھ بنگالے مین تھے۔ وفات کی خبر سنتے ہی سارا اسباب خدا کی راہ مین دیدیا۔ اور ملازمت چھوڑ کر دہلی آئے۔ اور سیاہ لباس پہنکر شیخ کی قبر کے پائین چھہ ماہ رنج والم مین گزارے۔ بسیوین ذیقعدہ ۷۲۵ھ ہجری روز جمعہ وبروایت دیگر ۱۷ یا ۱۸ شوال ۷۲۵ھ ہجری کو وفات پائی اور شیخ کی قبر کے پائین دفن ہوئے۔ انتقال کے بعد وصیت کے بموجب لوگون نے شیخ کے پہلو مین دفن کرنا چاہا۔ ایک امیر نے کہ وہ بھی شیخ نظام الدین اولیا صاحب کا مرید

منعا منع ہوا اور کہا کہ اگر خواجہ صاحب کی قبر شیخ کی قبر کے برابر ہوگئی تو زائرین کو شبہہ پیدا ہوگا۔ اس لیئے شیخ کی قبر کے چبوترے کے پائین مدفون ہوئے۔ وفات کے وقت خواجہ صاحب کی عمر (۷۴) سال کی تہی۔

تاریخ وفات امیر خسرو علیہ الرحمۃ از نتایج فکر مولانا غلام علی بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ

میر خسرو خسرو ملک سخن	آن محیط فضل دریائے کمال
نثر او دلکش تر از ماء معین	نظم او صافی تر از ماء زلال
بلبل بستان سرائے داد و دین	طوطی شکر مقال بے زوال
از پئے تاریخ سال فوت او	چون نہادم سر بزانوئے خیال
شد عدیم المثل یک تاریخ او ۷۲۵	دیگرے شد طوطئے شکر مقال ۷۲۵

خواجہ صاحب کے قصاید اور اشعار ہندی و فارسی اور غزلیات زبان زد خاص وعام ہین حاجت تحریر نہین۔

ذکر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہ

حاجی غلام علی متخلص بہ آزاد بلگرامی محلہ میدان پورہ کے رہنے والے تھے۔ بلگرام صوبۂ اودہ مین زرخیز اور مردم خیز قصبہ ہے۔ حاجی صاحب ۲۵ صفر روز یکشنبہ ۱۱۱۶ھ مین پیدا ہوئے۔ انکا نسب حضرت عیسٰی موتم الاشبال بن زید شہید بن حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہم سے ملتا ہے۔ آپ ایک جگہہ خود فرماتے ہین۔

گرچہ باشد موتم الاشبال عیسیٰ جد من	لیک جان بخشش شدہ ہم پایہ دم نفس

دوسرے تختہ پر لکھتے ہین

مرا بتیغ ستم کشت [illegible] | | [illegible]

کتب درسیہ میر طفیل محمد اور کتب احادیث و [illegible] اور [illegible]
مولانا عبد الجلیل اور علم عروض و قافیہ سید محمد صاحب [illegible] مولانا عبد الجلیل
بلگرامی سے سیکھا۔ سید لطف اللہ [illegible] بلگرامی سے بیعت کی۔
مدت العمر مین تین سفر پیش آئے۔ پہلے سفر مین [illegible] دہلی [illegible] دو سال کے
بعد واپس آئے دوسرے بار سیوستان پہونچے ۱۱۴۲ہجری [illegible] ہوتے
ہوئے الہ آباد اور الہ آباد سے بلگرام آئے تیسری مرتبہ حرمین محترمین کا ارادہ کیا
اور ۲۳ رجب ۱۱۵۰ہجری کو گھر سے نکلے اور خشکی و تری کی مسافت طے کرکے
مکہ معظمہ پہونچے۔ چونکہ حج کا زمانہ دور تھا۔ اسلئے تین روز کے بعد مدینہ طیبہ کا رخ
کیا۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے شرفیاب ہو کر مولانا
شیخنا محمد حیات السندی المدنی الحنفی سے صحیح بخاری پڑہی اور صحاح ستہ اور
دوسری کتب احادیث کی اجازت لی۔ جب حج کا وقت آیا مکہ معظمہ آئے۔
مناسک حج ادا کرنے کے بعد شیخ عبد الوہاب طنطاوی المصری المکی سے
فوائد علم حاصل کرکے دوسرے سال ۱۱۵۲ہجری مین بندر سورت سے دیار
دکن مین آئے اور آخر تک اورنگ آباد ہی مین رہے اور انتقال کے بعد
میر حسن اعلائے سنجری کے مزار سے گوشۂ غرب و جنوب کے ایک حجرہ مین

۱؎ حاشیہ متعلق صفحہ ۲۲۱ - موتم الاشبال شیر کے بچون کے یتیم کرنیوالیکو کہتے ہین چونکہ حضرت علی بن زید اکثر شیر کا شکار کرتے تھے - اسلئے موتم الاشبال کے لقب سے ملقب ہوئے ۲۲

دفن کئے گئے - حاجی صاحب اسلئے وجہ سے کہ مضمون میں شمار کئے گئے ہیں۔ ان کی
نظم و نثر میں خاص صفت یہ ہے کہ شاعرانہ لذت اور بیہودہ خیالات سے خالی اور عمدہ
تشبیہات اور دلچسپ استعارات سے پر ہے - ان کی خوش مقالی اور نازک خیالی
کلام کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتی ہے - عربی کے متعدد دیوان ہیں - فارسی کا ضخیم
دیوان میں نے خود دیکھا ہے - غزلان الہند - شرح قطعات نعمتان عالی اور خلد آباد کے
بزرگوں کے حالات میں روضۃ الاولیا اور بیش بہا تصانیف ہیں تذکرۃ الشعرا مسمی
بسرو آزاد اور سبحۃ المرجان قابل دید ہیں۔

غزل آزاد

برآرد از بسم اللہ تیغ خوش مقالی را
سخن کن سوا د اعظم نازک خیالی را

خیال نازک از جوش نزاکت راند دل باشد
نباشد جز کرامت فہم کردن فکر عالی را

چو آن زلفے کہ بعد از شانہ کردن یار بربندد
بجمعیت رساند صبر من آشفتہ حالی را

نگاہے ہست چشم یار را با چشم گریانم
کہ مستان دوست میدارند ابر برشکالی را

چہ روح افزاست آب زندگی در حالت طفلی
کہ باشد یک دو روز بی بوئی خوش ظرف سفالی را

ز چشم انتظار خاکساران نقش گل دارد
بہار کوئے جانان داغ دارد فرش قالی را

دل ویرانہ آزاد را آباد کن یا رب
پر بیزادے کرم فرمائے این ہیکل خالی را

رباعی

اے پرتو جلوۂ تو آثار وجود
مسکون ترا بجز رست رغیب شہود

ذات تو غفور محض و من جملہ گناہ
تقصیر معاف عفو باید فرمود

دیگر

سلطان رسل شمع شبستان یقین
پروانۂ او چراغ ماہ و پروین
نخل قد او درین چمن سایہ فگند
بر فرق تہیدستان نہ بر روئے زمین

دیگر

ہر چند نہ برگ و نہ نوائے دارم
در روضۂ او بہ قبول جائے دارم
اما نہ محبت رسول الثقلین
در سینۂ بہشت و گلشائے دارم

دیگر

دوشینہ بخواب حشر دیدم برپا
دربان ارم ستادہ در دست عصا
رفتم کہ اجازتے طلبم گفت کہ
گفتم کہ غلام علی ام گفت بیا

قطعہ

اے صبا وہ بزار پر غم نسبی
خاک آن روضہ کم از عنبر تر نہ شناسی
کردہ ام خوب تماشا چمن طایف را
نرسد ہیچ گل او بہ گل عباسی

تاریخ تذکرۃ الشعرا مسمی بسرو آزاد

خوشا مشاطۂ کلک ہنرمند
برخسار ورق مالیدہ غازہ
شنو از قمریان غیب تاریخ
نشاند آزاد سرو سبز تازہ
۱۱۶۶

ذکر بی بی عائشہ صاحبہ قدس سرہا

بی بی صاحبہ کے حالات فتوح الاولیا کے سوا دوسری کتاب میں میری نظر سے
نہیں گزرے۔ مولف فتوح الاولیا نے صاف الفاظ میں بی بی صاحبہ کا نہ سلسلہ نسبی
بتلایا ہے اور نہ یہہ لکہا ہے کہ وہ دولت آباد کب اور کسکے ساتھہ تشریف لائیں
آنے کے نسبت لوگوں کا یہہ قیاس ہے کہ حضرت منتجب الدین صاحب کے ساتھہ
آئی ہونگی کیونکہ برہان الدین غریب جسوقت دولت آباد آئے وہ وہاں موجود تہیں
اس قسم کی کوئی بات بہی فتوح الاولیا میں نہیں ہے۔ اس بیان پر (جسوقت برہان الدین
غریب دہلی سے دکن آنے لگے حضرت شیخ الاسلام نظام الدین اولیا صاحب نے
منجملہ نصایح اور ہدایات کے ایک نصیحت یہہ بہی کی تہی کہ میرے پیر زادہ صاحبہ
(بی بی عائشہ) کی خدمت سے جو دولت آباد میں مقیم ہیں غافل نہ رہنا) ہر شخص کا
خیال ہے کہ حضرت بابا فرید صاحب کی صاحبزادی تہیں۔

لیکن بابا صاحب کے تذکرے میں جسقدر کتابیں دیکہنے میں آئیں کسی میں بی بی صاحبہ
کا ذکر نہیں دیکہا گیا۔ بابا صاحب کثیر العیال ضرور تہے۔ ممکن ہے کہ انکی کسی صاحبزادی کا
نام عائشہ ہو۔ مولف فتوح الاولیا نے لکہا ہے تو کسی تاریخ ہی سے لکہا ہوگا۔ بہرحال
دولت آباد اور روضے میں بی بی صاحبہ بابا صاحب کی بیٹی مشہور ہیں۔ بی بی صاحبہ
کے نسب وغیرہ کے علاوہ اونکے ابتدائی حالات سے بہی ہماری واقفیت محدود ہے
اسلئے ہم صرف دولت آباد کے قیام کے واقعات لکہتے ہیں۔ اور فتوح الاولیا کی
عبارت کا ترجمہ کئے دیتے ہیں۔

برہان الدین غریب جسوقت دولت آباد تشریف لائے شیخ کے حکم پر پیرزادی بیبا بہ
بی بی ساجدہ کی خدمت لازم سمجھکر ہمیشہ جمعہ کی نماز کے بعد حاضر ہوا کرتے اور بی بی صاحبہ
کو بادشاہ کے مانند تصور فرماکر نذرانہ گذرانتے اور حق جیسا ادب ہمیشہ بجا لاتے اور
ہمیشہ اونکے حال سے باخبر رہتے تھے۔

بی بی صاحبہ کی ایک صاحبزادی چودہ سال کی تھیں جو عفت اور عصمت سے آراستہ
اور صلاح و تقوی سے پیراستہ صایم الدہر اور قایم اللیل اور ہمیشہ خود کو سیاہ لباس
سے چھپائے ہوئے رہتی تھیں۔

ایک روز حضرت برہان الدین غریب بی بی صاحبہ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے
تھے اور صاحبزادی صاحبہ بھی حاضر تھیں حضرت نے اونکو دیکھکر تبسم کیا
بی بی صاحبہ نے حضرت کو مسکراتے دیکھکر باغراض تمام ملتانی زبان میں کہا

اساں دہیئے کے ڈسن جی ضرورت کیڑہی آہے
میری لڑکی کے دیکھنے کی ضرورت کیا ہے۔

بی بی صاحبہ کے اس فرمانے سے حضرت کے بدن میں لرزہ پڑگیا اور عاجزی
وانکسار سے عرض کی کہ شیخ نظام الدین جناب کی درگاہ فلک پایگاہ کے
خادم اور میں اوس جناب کی بارگاہ کا ادنی غلام ہوں میری کیا قدرت کہ
اپنی صاحبہ کیطرف کبھی دوسری نظر سے دیکھکر تبسم کروں۔ اسوقت میرے
مسکرانے کا سبب یہ ہے کہ صاحبزادی صاحبہ کے شکم مبارک میں ایک ولی ہے
جو مجھے سلام کر رہا ہے لیکن حیرت یہ ہے کہ یہ ولی پردہ شکم سے کسطرح
دنیا میں ظہور کریگا۔ کیونکہ صاحبزادی صاحبہ کا ارادہ نکاح کرنیکا نہیں ہے۔ شاید

صفت عیسوی رکھتا ہوگا کہ بے باپ کے پیدا ہوگا۔

اس بات نے بی بی صاحبہ کو حضرت سے زیادہ متحیر کردیا اور بی بی صاحبہ
اسیوقت حضرت سے کہا کہ آپ استخارہ کرکے دیکھیے کہ اس لڑکی کو شوہر
نصیب ہوگا یا نہیں برہان الدین غریب صاحب نے آیندہ جمعہ کا وعدہ کیا
لیکن صاحبزادی صاحبہ نے کہا کہ میں خود ہی آج شب کو استخارہ دیکھکر جواب
دونگی۔ دوسرے دن صبح نماز کے بعد والدہ صاحبہ سے کہا کہ مجھے معلوم ہوتا
ہے کہ عنقریب ایک شخص صحیح النسب اس شکل وصورت کا آئے گا اور اوس سے
میرا نکاح ہوگا۔ چند ہی روز گزرنے پائے تھے کہ ایک بزرگ اوسی ہئیت کے
جیسا کہ صاحبزادی صاحبہ نے نشان دیا تھا دو تین خادموں کیساتھ تشریف لائے
اور نکاح کا پیغام دیا۔

بی بی صاحبہ نے ایک کہنہ بوریا اندر سے اونکے بیٹھنے کو بھیدیا اور کہلا بھیجا کہ
تھوڑا توقف فرمائے۔ اور اسیوقت حضرت برہان الدین غریب کو طلب
کرکے سب کیفیت بیان کی حضرت نے فراست باطنی سے اونکو پہچان کر
بایکدیگر مصافحہ کیا اور شرائط آداب بجا لاکر بہ تعظیم تمام بٹھایا اسکے بعد بی بی
صاحبہ کے پاس آکر نکاح کا وقت مقرر کیا۔

یہ سب کچھہ تو ہوگیا لیکن یہاں بی بی صاحبہ کے زہد اور اتقا اور توکل نے گھرمیں
سوائے ایک کہنہ بوریا (جسکو باہر بھیجدیا تھا) اور اون کپڑوں سے سوا جو
ماں بیٹیوں کے بدن پر تھے دوسرا کوئی سامان نہ رکھا تھا۔ اسی سبب سے
بی بی صاحبہ نے صاحبزادی صاحبہ کا لباس اوتار کر دہونے کے لئے حضرت کو دیا۔

حضرت برہان الدین غریب لباس کو لٹنے ہوئے دیوانے جا رہے تھے کہ
سب تن سے مرید آگئے اور حقیقت حال سے آگاہ ہوا حضرت کو واپس لائی
اور حسب مقدور سبھوں نے نکاح کا سامان اور دعوت کا اسباب مہیا کر کے
علمائے شہر کو بلا کر نیک ساعت میں صاحب زادی صاحبہ کا نکاح اون نینا
کے ساتھہ جنکا نام سید ضیاء الدین تھا پڑھایا۔
نکاح سے تین روز بعد صاحبزادی صاحبہ نے شوہر سے کہا کہ آپکی رضا اور خوشی کے
سبب میرے تین روز کے نوافل فوت ہوئے اب اگر مرضی مبارک ہو تو کوئی
لونڈی باتمیز اور صاحب جمال تلاش کر کے خدمت میں پیش کروں اور میں جس شغل
میں تھی اوسی میں اپنی اوقات عزیز کو بسر کروں۔ سید ضیاء الدین صاحب
نے فرمایا۔ میں خود چاہتا تہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں سفر کروں اور
ہر شہر اور دیار میں خدائے تعالی کی صنعت کا تماشہ دیکھوں اور علم دین کی
تحصیل اور اپنے نفس کی تہذیب میں مشغول رہوں۔ میرے رہنے کی جو غرض
اور برہان الدین غریب صاحب نے جسکی بشارت دی تہی اوسکے ظہور کا وجود ہو چکا ہے
صاحبزادی صاحبہ نے کہا کہ میں حافظ قران ہوں اور یہ لڑکا جسکی ولادت کا
اظہار آپ کر رہے ہیں اور حضرت برہان الدین غریب صاحب نے پہلے سے
کہا ہے جب تک حافظ نہوگا۔ پیدا نہوگا۔ مبادا قران پاک کے ضبط ہونے میں
مدت معینہ سے زیادہ زمانہ گزر جائے تو لوگ متہم کرینگے اسواسطے اپ ہمسایوں کو
بلا کر اس راز سے آگاہ کر کے راہ سفر اختیار کیجئے۔ سید ضیاء الدین صاحب نے
محلے والوں کو طلب کر کے راز سربستہ کا اظہار کیا اور قبل تولد مولود کے مولود کا

نام سید علاء الدین رکھکر سفر کیا۔

شہر والوں کو سید ضیاء الدین کے چلے جانے پر سخت افسوس ہوا۔ سید صاحب نے چلتے وقت اپنے فرزند رشید (سید علاء الدین) کی نسبت یہ بھی فرمایا کہ یہ لڑکا موحد اور محقق ہوگا اور ہمیشہ یاد خدا اور اسرار الٰہی میں مستغرق رہیگا۔ نو ماہ بعد سید علاء الدین پیدا ہوئے مادر مہربان کو فرزند دلبند کے جمال جہان آرا دیکھنے سے کمال مسرت ہوئی جب سید علاء الدین صاحب کے عقیقے کا وقت آیا ایک مجلس عظیم آراستہ ہوئی۔ ارادتمندوں نے مبارکبادی کے طریقے پر جو کچھہ تھا پیش کیا۔ لیکن حضرت برہان الدین غریب نے عرض کی کہ میں دنیاوی اسباب اور سامان سے بالکل بے نوا اور مفلس ہوں میرے پاس کچھہ نہیں ہے کہ پیش کروں۔ بی بی صاحبہ نے ازراہ خوش طبعی فرمایا کہ جب آپ ملک دکن کے صاحب ولایت ہیں تو بینوائی اور مفلسی کو اپنی طرف کیوں نسبت کرتے ہیں۔ حضرت نے علاقہ مونگی پٹن اور رضاندیس کو بطور مبارکبادی پیش کر کے کہا کہ اس علاقہ میں فیض بخشی اور دین محمدی کی رہنمائی آپ کے مدد باطنی سے ہوگی چنانچہ اسوقت تک سید علاء الدین کا فیض علاقہہائے مذکورہ میں جاری ہے۔

جب سید علاء الدین صاحب عنفوان جوانی میں پہنچے ایک حسینہ رنڈی کی پاک محبت میں مبتلا ہوئے۔ ایک وقت شب جمعہ کو چند پہر اوسکے مکان پر بیٹھے اوس رنڈی کی نایکہ نے کہا کہ خدا کی پناہ ہم لوگ شب و روز فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں لیکن اس مبارک رات کو ضرور توبہ کرتے ہیں۔ یہ کیسے مسلمان ہیں کہ شب جمعہ کو بھی گزرے ہوئے گناہوں کی سیاہی کو استغفار کے پانی سے

نہیں ہوتے۔ اتنا سنتے ہی سید صاحب کے دل پر ایسا اثر ہوا اور خدا کی ہیبت اسقدر طاری ہوئی کہ بدن پر لرزہ پڑا اور اسیوقت کہا کہ قسم ہے اسکی وحدہ لاشریک لہ کی کہ جسکے قبضہ قدرت میں میری اور سب کی جان ہے اب دوبارہ اپنے کام کیطرف متوجہ اور خدا و رسول کی اطاعت کے سوا دوسرے طرف مشغول نہونگا۔ گہر میں واپس آکر اوسیوقت اعتکاف میں بیٹھ گئے زمانہ درازتک افطار کیوقت نصف کہجور اور ایک گہونٹ پانی پر اکتفا کی۔ چند سال کے بعد والدہ ماجدہ نے اعتکاف سے باہر نکالا جسوقت اعتکاف سے باہر آئے محویت غالب تہی اور بدن میں پوست و استخوان کے سوا گوشت نہ تہا۔

جب لوگوں نے سید صاحب کی ریاضت اور مجاہدہ دیکہا بیعت کے ارادہ سے حاضر ہونے لگے۔ جب ارادتمندونکا زیادہ ہجوم ہونے لگا اور لوگ مجبور کرنے لگے تب سید صاحب نے سبہوں سے کہا کہ جسوقت مجہے حضرت ولایت مآب خواجہ رکن الدین چشتی قدس سرہ سے خرقہ خلافت پہنچیگا جس کسی کا حصہ میرے سلسلہ میں ہوگا اوسکو داخل بیعت کرونگا چند روز بعد ایک شخص بلند قد قوی ہیکل پہلوانوں کے لباس میں ایک ہاتہہ میں کمان دوسرے میں پتہر کا بڑا گولہ لئے ہوئے دولت آباد آیا۔ یہ شخص ہر شہر و دیار کے مشایخ کبار کے دروازے پر جاتا اور خود کو اس لباس میں چہپائے ہوئے مرشد کامل کی تلاش کرتا تہا خود بہی نہایت متقی اور پرہیز گار تہا۔

ایک روز بازی کرتا ہوا سید علاء الدین صاحب کے دروازے پر آیا سید صاحب

نے فوراً پہچان لیا کہ یہ طالب خدا ہے اور اپنے کو بازیگروں کے لباس
میں چھپا کر مرشد کامل کی تلاش اور راہ خدا کی جستجو کرتا ہے ہنسکر فرمایا کہ اے
سید نظام الدین ادریس تو طالب خدا ہوکر اپنی اوقات عزیز کو اس طرح
ضایع کرتا ہے۔ یہ سنتے ہی سید نظام الدین ادریس نے جو کچھ ہاتھہ میں
تھا پھینکدیا اور سر نیاز کو قدموں پر جھکا کر عرض کی کہ میں زمانہ دراز سے اسی
تمنا میں پھر رہا ہوں کہ جو شخص مجھے پہچانے اور طالب صادق جانے تو مین
اوس سے بیعت کروں۔ اور علم حقیقت اوسکے آستانہ فیض کاشانہ سے
حاصل کروں الحمد للہ کہ مدت کے بعد گوہر مقصود ہاتھہ آیا اور میں اپنی مراد
کو پہونچا۔ امیدوار ہوں کہ اب آپ مجھے حلقہ غلامی میں داخل فرمائے۔
سید علاء الدینصاحب اوسوقت تک کسی سلسلہ میں داخل نہین ہوے تھے
اسلیئے سید نظام الدین ادریس کو چندے ریاضت اور مجاہدے میں مشغول رکھا
جب الہام غیبی اور اشارہ باطنی پیر کے طرف سے القا ہوا۔ سید نظام الدین
کو خرقہ خلافت اور فرمان اجازت لانے کیواسطے خواجہ رکن الدین صاحب کے
پاس گجرات روانہ کیا۔ جب سید نظام الدین ادریس نے چند منزلیں طے کین
ایک شخص صوفی لباس راہ میں ملا۔ اور انہوں نے بحکم آیہ کریمہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ
اِخْوَةٌ اس سے مصافحہ کیا اور چند ساعت ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھکر
جو کھانا ساتھہ تھا۔ کھایا۔ اوس شخص نے نظام الدین صاحب کو یگانگی میں
سجا پاکر سفر کا سبب دریافت کیا نظام الدینصاحب نے کہا کہ میں سید علاء الدین
صاحب ضیا کے خادموں میں ہوں اور انہوں نے مجھے خواجہ رکن الدینصاحب

کے پاس خرقہ خلافت لینے کو بھیجا ہے۔ صوفی صاحب نے کہا کہ میں خود خواجہ رکن الدین کیطرف سے خرقہ خلافت لیکر سید علاء الدین صاحب کے نزدیک جا رہا ہوں۔ آپ دولت آباد واپس چلیے۔ سید نظام الدین صاحب نے کہا کہ اگرچہ میرا مقصود اسی خرقہ خلافت سے ہے اور میں اسی لیے احمد آباد جاتا ہوں لیکن سید علاء الدین صاحب نے (کہ راز دانان الہی سے ہیں اور جنہوں نے شکم مادر سے حضرت برہان الدین غریب کو سلام کیا ہے) کیا اعتقاد نہیں سمجھا کہ آپ خرقہ خلافت لائے ہیں۔ اسکی خبر انہیں ضرور ہوگی۔ اور اس راز سے باخبر ہونے کے باوجود مجھے احمد آباد روانہ کیا۔ یہ بات مصلحت سے خالی نہیں ہے اسکے قطع نظر مجھکو پیر کی اطاعت اور حکم کی تابعداری لازم ہے۔ یہ کہکر احمد آباد کا راستہ لیا اور چند روز بعد خواجہ رکن الدین صاحب کے آستانہ پر حاضر ہوکر قدمبوسی حاصل کی۔

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ بابا نظام الدین میں نے تیرے پیر کیواسطے نعمت اور خلافت اپنے ایک مرید صادق الاعتقاد کے ہاتھ روانہ کیا ہے اب تو کیوں آیا ہے اسکے بعد دوسرا خرقہ خلافت سید نظام الدین صاحب کو مرحمت فرمایا چند روز تک نظام الدین صاحب نے خواجہ صاحب کی صحبت بابرکت سے استفادہ حاصل کیا۔ ایک روز رخصت کیوقت سید صاحب نے عرض کی کہ میری سعادت اور سرفرازی اسمیں ہے کہ خرقہ خلافت جو مرحمت ہوا ہے اپنے پیر کے پاس امانت پہونچاؤں اور اونہیں کے ہاتھ سے پہنوں۔ خواجہ صاحب کو یہ بات بہت پسند ہوئی اور سید صاحب کی محبت اور اعتقاد سے خوش

ہو کر دوسرا خرقہ سید علاء الدینصاحب کیواسطے سید صاحب کو دے کر بہت سی نصیحتوں سے مشرف فرماکے رخصت کیا۔ سید صاحب بعجلت تمام روانہ ہوئے اور دور و دراز راستہ کو ایک روز میں طے کر کے سید علاء الدین کیخدمت میں حاضر ہوکر خرقہ خلافت جو ساتھ لائے تھے پیش کیا اور کل نصیحتیں کہ خواجہ صاحب نے کی تہیں۔ شیخ کے سامنے بیان کیں۔ سید علاء الدینصاحب نے سید نظام الدین ادریس کو خرقہ خلافت اور خلعت ابدی اور نعمت سرمدی سے ممتاز فرمایا۔ سید علاء الدینصاحب کو علوم ظاہری و باطنی میں کمال تصرف تہا جن لوگوں کو تصوف اور سلوک میں کوئی مشکل پیش آتی تہی آپ سے حل کرتے تہے۔ آپکے خلفائے گرامی میں چار صاحب نامی گزرے ہیں ایک سید نظام الدینصاحب ادریس ہیں کہ مونگی پٹن کی ولایت اونکے تصرف میں ہے اور وہیں اونکی قبر ہے۔ دوسرے حضرت شاہ نعمان چشتی ہیں کہ انکی قبر قلعہ آسیر میں ہے اور ولایت خاندیس اونکے زیر تصرف ہے۔ تیسرے حضرت شیخ فرید بہاری۔ چوتہے حضرت خواجہ حسین صاحب جنکی قبر دولت آباد میں ہے۔ جسوقت سید علاء الدینصاحب کی رحلت کا وقت آیا فرمایا کہ اگرچہ خلفا بہت ہیں لیکن جس کسیکو نظام الدین ادریس قبول کرے خلافت اور نعمت اوسپر مستقر ہوگی اسکے بعد خرقہ خلافت سید نظام الدین صاحب کو دیا اور نصیحت اور وصیت فرماکے رحلت فرمائی۔ اسمیں اختلاف ہے کہ سید علاء الدینصاحب کی قبر کہاں ہے۔ اکثر ونکا خیال ہے کہ روضہ پرانڈہ میں ہے اور اوس علاقہ میں وہ لقلا دلصاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ بعضے

گنبد کے اندر ... آباد میں دفن ہیں۔ واللہ اعلم۔ بی بی عائشہ صاحبہ کا
مزار ... سے ... مولوی کے مزار سے جانب جنوب ہے
یہ مزار بھی پہلے ... دوسرے بعض مزاروں کی طرح شکستہ ہو گیا تھا۔ نواب
بشیر یار جنگ بہادر صاحب صوبہ دار صوبہ اورنگ آباد نے اپنے ذاتی خرچ سے د
رست کرا دیا ہے چونکہ کام نہایت خوش اسلوبی سے کیا گیا ہے اسلئے پختہ
... عمارت ہو گئی امید ہے۔ بی بی عائشہ اور انکی صاحبزادی کا عرس شعبان
کی ... تاریخ کو ہوتا ہے۔

ذکر حضرت ضیاء الدین ثانی معروف بہ قاضی ضیاء الدین صاحب قدس سرہ

قاضی صاحب عالم باعمل شہسوار میدان شرع مبین کے پیشوا اور علمائے دین
متین کے مقتدا۔ سلطان المشائخ نظام الدین اولیا صاحب کے ہمعصر اور نظام
ضیاء الدین سنامی مشہور تھے۔ علمائے دہلی انکا بہت احترام کرتے تھے۔
شریعت کی پیروی درجہ کا غلو اور بدعت سے انتہا کا اجتناب تھا۔ اور اسی
سبب سے وہ کبھی حضرت نظام الدین اولیا صاحب کی مجلس سماع میں شریک
نہیں ہوتے بلکہ سخت مخالف اور اس فکر میں رہا کرتے تھے کہ سلطان المشائخ
کے یہاں کی مجلس سماع ہمیشہ کیلئے موقوف ہو جائے۔ ایک وقت علماء دہلی
سے کہا کہ میں نظام الدین اولیا سے علمی بحث پر غالب آسکتا ہوں لیکن
کرامات میں بس نہیں ہو سکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ اہل شریعت اہل کرامات سے
بہتر ہوں۔ علما سے مشورہ کرکے مباحثہ کیواسطے شیخ رکن الدین صاحب کو

ملتان سے طلب کیا شیخ رکن الدین صاحب جو بوقت ملتان سے پالکی اون پر
تشریف لیجاتے تھے جب دہلی آئے تو قاضی صاحب نے کہا کہ میں سلطان المشائخ نظام الدین
اولیا صاحب کا حال خوب جانتا ہوں آپ اون سے بحث کر کے سماع بند کرا دیجیے۔ اتفاق
سے ایکروز حضرت نظام الدین اولیا او محبت سے بزرگوار دہلی ایک مجلس میں موجود تھے
قاضی ضیاء الدین اور شیخ رکن الدین بھی آگئے نظام الدین اولیا صاحب شیخ رکن الدین
سے مخاطب ہوکر کہا کہ چشتیوں کی مجلس ہے سرود و سماع خشک ہی اگر آپ کہیں تو قوال طلب
کیے جائیں شیخ رکن الدین صاحب نے اجازت دی اور قوالوں نے حاضر ہوکر سماع
شروع کیا تھوڑی دیر میں سلطان المشائخ نظام الدین اولیا صاحب کو وجد ہوا اور
بیتابانہ اٹھہ کھڑے ہوئے شیخ رکن الدین صاحب نے سلطان المشائخ کی آستین پکڑ لی۔
سلطان المشائخ نے شیخ کیطرف نظر کی شیخ نے کہا بیٹھہ جائیے شرع اجازت نہیں دیتی
ہے سلطان المشائخ بیٹھہ گئے۔ دوسرے بار پہر وجد ہوا شیخ نے بمرتبہ اول بٹھلا دیا۔
تیسرے بار زیادہ غلبہ ہوا اور رکن الدین صاحب کو کچھہ کہنے اور بٹھلانے کی جرات نہوئی بلکہ
دست بستہ کھڑے ہوگئے قاضی صاحب یہہ کیفیت دیکھہ کر مجلس سے بھاگ کھڑے ہوئے تو
برخاست مجلس کے بعد شیخ رکن الدین قاضی صاحب کے پاس آئے۔ قاضی صاحب
نے کہا کہ رکن الدین تمنے یہ کیا غضب کیا۔ شیخ نظام الدین کو چھوڑ دیا اور خود ہاتھ
باندہکر کھڑے ہوگئے۔ شیخ رکن الدین صاحب نے جواب دیا کہ میں اونکو ہرگز
نہ چھوڑتا اور محفل سماع ہمیشہ کے لیئے بند کرا دیتا۔ لیکن اول مرتبہ جب انکو وجد ہوا
تو اونکا پیر فلک چہارم پر دیکھا اور جب دوسرے بار وجد ہوا تو فلک ہفتم پر پایا۔
بار اول میرا ہاتھہ اون کے ہاتھہ تک پہونچا۔ میں نے آستین پکڑکر بٹھلا دیا۔

دوسرے مرتبہ صرف دامن تک پہنچا لیکن تیسرے مرتبہ جب زیادہ غلبہ ہوا تمام حجاب طے ہوگئے۔ میں نے قصد کیا کہ بجھلادوں یکا ایک ایک آگ نمودار ہوئی اگر میں بجھلانے کا ارادہ کرتا بیشک جلجاتا۔ قاضی صاحب کو جیسا سماع سے پرہیز تہا اونکے بعض احباب کو بہی ویسا ہی اجتناب تہا چنانچہ مولانا وجیہ الدین پایلی جب تک سلطان المشایخ نظام الدین اولیا صاحب کے مرید نہیں ہوئے تھے سماع سے متنفر رہتے تھے۔

ایکمرتبہ مولانا وجیہ الدین حضرت قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کی زیارت کرکے واپس آرہے تھے کہ راستہ میں ایک مقام پر نظام الدین اولیا صاحب سماع سنتے ہوئے آرہے تھے۔ وجیہ الدینصاحب نے ایک کنارے سے نکلجانیکا ارادہ کیا راستہ تنگ تہا نہ آگے نہ واپس ہوسکے اور اس عرصے میں سلطان المشایخ وجد کی حالت میں وجیہ الدینصاحب کے قریب آگئے اور ایکبارگی اونکو گودمیں اوٹھاکر فرمایا کہ مولانا مردوں کے دایرے میں آئے۔ اتنا سنتے ہی مولانا کو وجد ہوا۔ اور سلطان المشایخ کے ساتھہ ساتھ روانہ ہوئے اور گھر پہنچکر بیعت کی۔

جب یہ خبر قاضی صاحب کو پہونچی دوڑتے ہوئے مولانا وجیہ الدینصاحب کے پاس آئے اور کہا کہ وجیہ الدین تمہیں کیا ہوا سلطان المشایخ کے حلقہ سماع میں شریک ہوئے اور مرید بھی ہوئے۔ مولانا وجیہ الدین نے جواب دیا کہ کیا کہوں جب سلطان المشایخ نے مجھسے معانقہ کیا عجیب عالم مشاہدہ ہوا یعنی اوس حالت میں مینے دیکھا کہ سلطان المشایخ خانہ کعبہ کا طواف کررہے ہیں۔ اور ساتھہ ہی میں بھی شریک ہوں جب یہ کرامت آشکارہ ہوئی اوسوقت مرید ہوا قاضی صاحب کے بہت سے یار اونکے ہم خیال

اور شریعت پر مستقیم تھے لیکن جو بات کہ قاضی صاحب کو حاصل تھی اوسکا عشر
عشیر بھی اوس زمانہ کے علما میں نہ تھا۔ دوسرے علما کا قدم کبھی نہ کبھی موقع پر جادہ
شریعت سے باہر نکلجاتا تھا۔ قاضی صاحب نے آخر وقت تک پوری پابندی کی
وہ شریعت کے مقابل میں اپنی جان کو عزیز نہین سمجھتے تھے اونکی ثابت قدمی کا
پورا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوسکتا ہے کہ اونہوں نے اپنے چاروں بیٹوں کو
شریعت پر نثار کردیا اور صبر و شکر کے سوائے کوئی کلمہ خلاف زبان سے نہیں نکالا۔
ایکدفعہ دہلی میں ایک فقیر آیا شبانہ روز آگ روشن کرکے اوسمیں بیٹھا رہا کرتا
تھا قاضی صاحب کو جب خبر ہوئی بڑے بیٹے سے کہا بیٹا جاو اس فقیر سے کہو
کہ یہ امر خلاف شرع ہے۔ آگ سے باہر نکل آ۔ حسب الحکم پدر بزرگوار وہ تشریف
لیگئے۔ اور فقیر سے کہا آگ سے باہر آ۔ فقیر نے نگاہ گرم سے اونکے طرف دیکھا
دیکھتے ہی وہ جان بحق ہوگئے۔ قاضی صاحب کو جب خبر ہوئی فرمایا خدا کا شکر
ہے کہ میرے بیٹے نے راہ خدا میں جان دی۔ دوسرے کو بھیجا اوسکے ساتھہ بھی
معاملہ پیش آیا۔ علی ہذا تیسرے چوتھے کی یہی نوبت ہوئی۔ اور ہر چہار بیٹوں کی
مرنے پر قاضی صاحب نے دوگانہ اور شکریہ ادا کیا۔ جب کوئی لڑکا باقی نرہا تب
خود نے ارادہ کیا۔ کتاب ہاتھہ میں لے فقیر کے پاس تشریف لیگئے۔ اور اوس سے کہا
کہ اے شخص آگ سے نکل آ کہ امر سراسر خلاف شرع ہے۔ فقیر نے حسب عادت
اونکے طرف دیکھا کچھہ اثر نہوا قاضی صاحب نے دوبارہ امر معروف کیا فقیر نے
پہلے سے زیادہ نگاہ گرم سے دیکھا۔ لیکن پھر بھی کچھہ ضرر نہوا۔ قاضی صاحب نے
سہ بارہ ہدایت فرمائی اور فقیر نے سہ بارہ اپنی نگاہ کو اور تیز کیا لیکن پھر بھی

اڑائے، وہ وہم اک بال بھی بیکا نہ ہوا۔ اور کوئی نقصان قاضی صاحب کو نہیں پہونچا۔
حضرت نے جب دیکھا کہ میری نظر قاضی صاحب پر کچھ اثر نہیں کرتی تو آکے ان کے بابرکت
قدموں پر گر پڑا۔ اور کہا کہ آجتک میں نے آپ جیسا کسی کو شریعت پر سچا اور ثابت
قدم نہیں پایا۔ میں نے کئی مرتبہ آپ پر تیز بلکہ تیز تر نظر اسوجہ سے ڈالی کہ ہلاک کردوں
لیکن آپ کا ایک بال بھی شریعت کے خلاف نہ تھا اسلئے کوئی نقصان نہ ہوا۔ نظر ڈالنے
کے بعد میں نے ایک تیر سے مارنا چاہا لیکن آپکے تن مبارک پر شریعت کی زرہ اسقدر
استوار اور مضبوط تھی کہ وہ میرا تیر پار نہ ہوگا یہ کہکر وہاں سے غائب ہوگیا۔

قاضی ضیاء الدین صاحب حقیقت میں پورے متشرع تھے انہوں نے
صرف شریعت کی وجہ سے حضرت خضر علیہ السلام سے پڑھنا چھوڑ
دیا۔ بدعتوں کے خیال سے دہلی کو خیرباد کہا دوبارہ نہ جانا تھا نہ
گئے۔

حضرت خضر علیہ السلام روزانہ قاضی صاحب کو پڑھانے آیا کرتے تھے
اتفاق سے دو دن تشریف نہیں لائے۔ تیسرے دن جب آئے قاضی
صاحب نے پوچھا کہ دو روز سے آپ کہاں تھے۔ حضرت خضر نے فرمایا کہ
سلطان المشائخ کے یہاں سماع میں شریک تھا اس وجہ سے نہ آسکا
آج بھی سماع ہے جلد سبق لے لیجئے۔ تاکہ میں وہاں شریک ہوں۔
قاضی صاحب نے جب یہ بات سنی بپاس ادب صرف اسقدر کہا کہ
سماع شریعت میں ممنوع ہے اور دل میں کہا کہ جب ان کا یہ حال ہے تو بہتر
یہی ہے کہ میں اس شہر دہلی ہی کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جاؤں اور

اوسیوقت دہلی سے بیت اللہ کا ارادہ کر دیا۔ حرمین شریفین کی زیارت
کر کے جب گجرات واپس آئے تو دریافت کیا کہ شیخ نظام الدین دہلوی
زندہ ہیں لوگوں نے کہا کہ ہاں زندہ ہیں۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ
جب تک وہ بقید حیات ہیں۔ دہلی نہ جاونگا۔ گجرات سے دولت آباد
آئے اور وہیں سکونت اختیار فرمائی۔ اسوقت دولت آباد میں حضرت
برہان الدین اولیا صاحب کے کمال اور فقر کا آوازہ بلند تھا اور زندگی
بھر ان سماع کی محفل گرم رہتی تھی۔ چند روز کے بعد قاضی صاحب کا
مزاج سخت علیل ہوا۔ اور آخر وقت قریب آگیا۔ شیخ برہان الدین
اولیا صاحب عیادت کو گئے۔ شاگردوں نے اطلاع کی۔ قاضی صاحب نے
کہا کہ شیخ برہان الدین شیخ نظام الدین کے خلفا سے ہیں چونکہ وہ
گانا سنتے ہیں لہذا جو شخص نا مشروع ہے مرنے کے وقت میں اوسکا
منہ دیکھنا نہیں چاہتا۔ شاگردوں نے کہا کہ کچھ مضایقہ نہیں ہے۔ اگر
آپ ان کو اندر آنے کی اجازت دیں اور خود اون کے طرف پشت
کر کے بیٹھیں اور اون کا منہ نہ دیکھیں۔ اس اصرار پر قاضی
صاحب نے شیخ برہان الدین اولیا صاحب کو اندر آنے کی اجازت
دی۔ لیکن جب تک برہان الدین اولیا صاحب بیٹھے رہے قاضی
صاحب اون کے طرف پیٹھ پھیرے رہے تھوڑی دیر کے بعد
قاضی صاحب نے برہان الدین اولیا صاحب کو رخصت کر دیا۔
اسقدر روایت تو ہم نے ملفوظ میں دیکھی ہے۔ لیکن بعض معمر خدام

بیان کرتے ہیں کہ سید زین الدین صاحب کے ملفوظ مین جو ضایع ہوگیا ہے۔ ہم نے خود لکھا دیکھا ہے کہ جب شیخ برہان الدین اولیا صاحب قاضی صاحب کی عیادت کو آئے اور اونکو اطلاع ہوئی۔ تو فرمایا۔ شیخ برہان الدین سے کہو کہ مین بدعتیون سے نہیں ملتا ہوں جس کے جواب میں برہان الدین اولیا صاحب نے کہلا بھیجا کہ میں توبہ کرکے آیا ہوں یہ سنتے ہی قاضی صاحب نے اپنا عمامہ شاگردون کو دیکر فرمایا کہ اسکو پاانداز کردو اور کہو کہ اسپر تشریف لائین شیخ برہان الدین اولیا صاحب عمامہ کو بوسہ دیتے ہوئے اندر تشریف لائے اور قاضی صاحب نے بہت تواضع اور اخلاق سے اونکو بٹھایا اور چند ساعت بعد اونکو رخصت کیا سبحان اللہ کیسے خوبی کے بزرگ تھے۔ وہ اپنے راستہ پر اور یہ اپنے طریقت پر قایم تھے۔ اس زمانہ کے علما اور فقرا میں کو سوں وہ بات کہان۔ اگر فی زماننا ایسی کوئی بات وقوع مین آئے تو ایک دوسرے کو کافر اور دوسرا تیسرے کو جاہل بلکہ اجہل سمجھنے لگے۔ قاضی صاحب کا مزار قصبہ سے گوشہ جنوب و غرب میں تخمیناً دو سو گز کے فاصلہ پر کالی مسجد کے پورب ہے۔ قبر پر گنبد ہے۔ گنبد کے اندرونی حصہ میں آیت الکرسی اور چند اسمائے الٰہی کندہ ہیں۔ جس زمین پر قاضی صاحب کا گنبد اور کالی مسجد ہے اوس کا تعلق حضرت جلال الدین صاحب گجر دان کی جاگیر سے ہے ۲۹ ذیقعدہ کو

خدامان درگاہ حضرت جلال الدین صاحب گنج رواں کیطرف سے
کچھ یوہیں سا عرس ہو جایا کرتا ہے یوں تو قاضی صاحب کے گنبد
کے سامنے بہت سی قبریں ہیں لیکن دو قبریں میر آبرو اور میر گرو
کے نام سے مشہور ہیں عوام الناس یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں نظام الدین
اولیا صاحب کے قوال تھے۔

کالی مسجد

اس مسجد کی ساخت تو صاف بتا رہی ہے کہ کبھی وقت میں ہندوں کا
دیول ہوگا۔ مسلمانوں نے اپنے فتوحات کے زمانہ میں منبر رکھکر مسجد
قرار دیدیا۔ یہ عجیب بات دیکھی گئی کہ قدیم زمانہ کے جس قدر دیول
اس ملک میں ہیں وہ سب قطب نما اور قبلہ نما بنے ہوئے ہیں اور
یہی باعث ہے کہ مسلمانوں کو اون پر قبضہ پانے سے مسجد بنانے میں
کوئی صورت بدلنا نہیں پڑی صرف منبر رکھنے سے بآسانی مسجد قرار پاگئی
مسجد کا صحن اچھا ہے لیکن چار دیواری نہ ہونے سے جانور وغیرہ
مسجد کو پلید کیا کرتے ہیں۔ دولت آباد کے قلعہ والی مسجد کی طرح
اگر اس کی حفاظت کی کوئی صورت ہو جاتی تو بہت اچھا ہوتا۔

ذکر بابو جلال صاحب قدس سرہٗ

یہ وہی بزرگ ہیں جنکی نسبت سید محمد سامانی نے اپنی کتاب سیر محمدی

میں لکھا ہے کہ شیخ بابو جلال مرد بزرگ اور صاحب نسبت تھے سماع
کا بہت شوق تھا اور بیشتر وقت اوسی میں گزرتا تھا۔ سماع میں بیخود
اور منہ سے کف جاری رہتا تھا۔ بےخودی میں زبان سے جو نکل جاتا
اکثر اوسیکا ظہور ہوتا۔ سید یوسفؒ معروف بہ سید راجا صاحب دولت آباد
آئے اسکی ملاقات کو گئے۔ سید محمد بندہ نواز گیسو دراز صاحب بھی کہ اوس وقت
ان کی عمر چار برس کی تھی ہمراہ تھے۔ بابو صاحب نے سید محمد صاحب
کے نسبت بہت کچھ فرمایا حکم خدا سے وہی ظہور ہوا جیسا فرمایا تھا۔
مستجاب الدعوات کے خیال سے اکثر حاجت مند اون کی خدمت میں
حاضر رہتے تھے۔ بابو صاحب کی قبر پر گنبد ہے گنبد کا ایک گوشہ
گر گیا ہے۔ قاضی ضیاء الدین صاحب کے عرس کے ساتھ ۲۹ ذی قعدہ
کو معمولی عرس ہو جایا کرتا ہے۔ بابو صاحب کا گنبد قاضی صاحب کے گنبد سے
جانب جنوب اندازاً (۱۰۰) گز کے فاصلہ پر ہے۔ دولت آباد کے
قیام میں بابو صاحب کا مکان سفاری دروازہ کے قریب تھا۔

ذکر شاہ خاکسار صاحب قدس سرہٗ

ان کا وطن بیجاپور تھا۔ وطن چھوڑ کر خلد آباد میں قیام فرمایا۔ نسباً
سید اور طریقتاً مجذوب تھے ارادت کا سلسلہ گیلان کے
اوس سلسلہ سے کہ اسوقت دنیائے اسلام کے تین حصہ سے کچھ

حلقہ بگوش ہیں اسطرح سے ملتا ہے۔
شاہ خاکسار صاحب۔ شاہ قصاب صاحب۔ شاہ منتجب الدین صاحب۔
شاہ رکن الدین صاحب لوزی۔ شاہ نشان اللہ صاحب۔ شاہ صدرالدین صاحب
شاہ بدر الدین صاحب حقانی۔ شاہ عبدالوہاب صاحب محرم راز
شاہ عبدالرحمن صاحب شاہ کونین۔ شاہ نسیم اللہ صاحب دوست
شاہ سید زین العابدین صاحب سید شاہ عبدالرزاق صاحب حضرت
محبوب سبحانی قطب ربانی۔ غوث الثقلانی حضرت سید شاہ عبدالقادر
محی الدین گیلانی قدس سرہٗ شاہ صاحب کے فقر اور کمال سے لوگ
بہت معترف اور معتقد تھے۔ ابوالمظفر شاہ اورنگ زیب کے شباب
سلطنت میں وفات پائی۔ اور اسی تکیہ میں مدفون ہوئے جس میں
رہتے تھے۔ یہ کوہستانی مقام جہاں پر شاہ صاحب مدفون ہیں۔ خلدآباد
سے گوشہ جنوب وغرب میں اندازاً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہے
اس مقام پر کوئی تعمیر عالی شان یا دنیا کا خدم وحشم یا امیرانہ
جاہ وجلال نہیں ہے۔ صرف دو گنبد ہیں جنکی عظمت وشان دنیا
کے شاہانہ عظمت وجلال سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔ یہ دونوں گنبد
ایک مستطیل ٹیکری پر شرقاً وغرباً واقع ہیں اور باعتبار وضع اور
عظمت کے خلدآباد کے اور گنبدوں سے چھوٹے ہیں۔ شاہ خاکسار
صاحب کا مزار پچھم والے گنبد میں ہے۔ ان گنبدوں کو اونچی اونچی
پہاڑی ٹیکریاں چہار طرف سے اپنے دامنوں میں لئے ہوئے ہیں

اور یہ پہاڑیاں خلد آباد کی تمام پہاڑیوں سے ہر موسم میں شاداب رہتی ہیں۔ خصوصاً موسم برسات میں چٹانوں پر ہری ہری گھانس جسکو قدرتی مخملی فرش کہنا چاہیئے بہت بھلی معلوم ہوتی ہے۔
مشہور ہے کہ شاہ صاحب نے مرتے وقت اپنے ایک ارادتمند سے وصیت کی کہ مجھے بغیر غسل دفن کرنا۔ جب وصال ہوا لوگوں نے غسل دینا چاہا۔ جس سے وصیت کی تھی وہ مانع ہوا اور شاہ صاحب کی وصیت بیان کی۔ آخر کار یہ قرار پایا کہ جسم کا کوئی عضو دہو کر دیکھ لیا جائے اگر کچھ اثر نہ ہو تو خیر ورنہ غسل دے کر دفن کر دیں۔ غرض ایک ہاتھ کی چھنگلی انگلی دہوئے پانی ڈالتے ہی وہ راکھ ہو کر گر گئی جس سے معلوم ہوا کہ شاہ صاحب نے خود کو اپنی زندگی ہی میں موتوا قبل ان تموتوا ؎
خاک شو پیش از آنکہ خاک شوی کا مصداق بنا رکھا تھا اور ظاہر و باطن خاک ہو گئے تھے۔ پس اوسیوقت بغیر غسل دفن کر دیا۔ شاہ صاحب کے گنبد سے پورب ملا ہوا دوسرا گنبد اون کے بہانجے حافظ عبدالحلیم صاحب کا ہے اور دونوں گنبدوں کے درمیانی دیوار میں ایک دریچہ ہے جس سے ایک گنبد سے دوسرے میں جا سکتے ہیں۔ عبدالحلیم صاحب کے گنبد سے پورب تہوڑا ہٹکر حضرت کے دوسرے بہانجے شاہ عبدالملک صاحب کا مزار ہے۔ عبدالملک صاحب کا مزار سنگی چبوترے پر بنا ہوا ہے اور اوسکے چاروں گوشوں پر ڈیڑہ دو گز لمبی دیوار ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسپر بھی گنبد تعمیر ہو رہا تہا جو کسی وجہ سے ناتمام رہگیا یا بنا ہوا تہا

گردش زمانے سے گر گیا۔ دونوں گنبدونکے اطراف بہت سے قبور ہیں عبدالملک صاحب کی قبر کے گوشہ شرق و شمال میں باولی اور خاکسار صاحب کے گنبد سے پچھم ایک حوض اور اوس سے پچھم مسجد اور مسجد سے شمال خانقاہ ہے مجاور درگاہ اسی میں رہتا ہے شاہ صاحب کا عرس رجب کی چھبیس کو ہوتا ہے عرس کے اخراجات کے واسطے اراضی کے چند نمبر اُن ہی پہاڑوں میں اور کچھ زمین موضع ایلیں گاؤن تعلقہ خلدآباد میں ہے اسکے علاوہ گنبد کے اطراف کے پہاڑ و نکا محاصل جو چرائی سے وصول ہوتا ہے مصارف عرس کے واسطے ہے مسجد کے پشت پر چند قدم کے فاصلہ پر ایک ٹیکڑی پر دو دو ہاری صاحب کا مزار ہے معلوم نہیں کہ یہ کون اور کس خاندان سے تھے۔

جس ٹیکڑی پر شاہ خاکسار صاحب او عبدالحلیم صاحب کے گنبد ہیں اوسکے شمال ایک تالاب ہے جو خاکسار صاحب کیطرف منسوب ہے۔ یہ تالاب تین طرف پہاڑوں سے محدود ہے۔ شرقی حد پر جس طرف سے پانی نکلتا ہے ایک چوڑی دیوار بنادیگئی ہے بارش میں جبکہ یہ خوب لبریز ہوجاتا ہے عجیب بہار پیدا کرتا ہے۔ اطراف سبزہ درمیان میں پانی گویا سبز چوکھٹے میں آئینہ معلوم ہوتا ہے۔

ان پہاڑوں میں پچھم کی پہاڑی سر یا کنڈ کے نام سے مشہور ہے جس پر ایک چھوٹا سا حوض اور اوسی کے متصل قدیم مکانوں کے آثار ہیں۔

سر یا کنڈ سے نیچے پورب اوتر کر عام تالاب اور اوس کے نیچے جامن تالاب اور اوس سے نیچے کورا تالاب اور کورے تالاب سے نیچے تالاب خاکسار ہے

کورے تالاب اور خاکسار تالاب کے مابین ذرا جنوب رویہ دہتہ ہوئے۔
تھوڑی زمین مزروعہ ہے یہ زمین تالاب خاکسار کے آب اور مٹی
سے پر کر دینے کو یہ خوبی کافی ہے۔ مذکورہ بالا تالابوں میں خاکسار
کے تالاب کی حالت کسی قدر اچھی ہے۔ باقی سب شکستہ ہیں۔
تالاب خاکسار سے دو نہریں قصبہ تک لائی گئیں ہیں۔ شاید
ایک نہر شکستہ ہو جانے سے دوسری تیار کرائی گئی ہو۔ تالاب
خاکسار کی شرقی حد پر غرب رویہ یہ کتبہ کندہ ہے۔ اہتمام
ناظم بلدہ تاقیامت قایم بود سنہ ۱۱۰۷ ہجری۔
بلحاظ سنہ یہ زمانہ شاہ اورنگ زیب کا ہے اور اسی وجہ سے
ہم کو اس کے یقین میں کلام نہیں کہ یہ نہر اور تالاب شاہ
مغفور کے عہد دولت میں تیار ہوا ہو۔
خلد آباد کی آبادی میں کوئیں اور باولیاں گنتی کی ہیں۔ اور چونکہ
یہ قصبہ پہاڑ کی چوٹی پر ہے اس لئے اون شماری باولیوں
مین زندہ چشمہ نہیں ہے۔ صرف بارش کا پانی جمع ہو جاتا ہے
جو چند روز کے لئے کافی ہوتا ہے۔ باولیون کے خشک ہونے
پر چھوٹے چھوٹے تالابوں سے جو اندرون اور بیرون قصبہ واقع

اندرونی تالاب سے حوض خاص اور بیرونی سے پانگرہ مراد ہے۔ حوض خاص کا
پانی قدرے نمکین اور پانگرے کا شیرین ہوتا ہے۔

واقع ہیں کام لیا جاتا ہے۔ جب یہ تالاب جواب دیدیتے ہیں:
تب تالاب خاک ارسے مدد لی جاتی ہے۔
لیکن ہم ایک عرصہ سے دیکھ رہے ہیں کہ بوجہ عدم مرمت نہر تالاب کا پانی ضائع ہوجاتا ہے اور بیچارے قصبہ والے پانی ہوتے ہوئے تشنہ لب رہتے ہیں۔
کسی زمانہ میں اس تالاب سے جو پانی قصبہ میں آتا تھا وہ کئی جگہہ تقسیم ہوتا تھا۔ قاضی محلہ۔ چھوٹی درگاہ۔ بڑی درگاہ۔ بازار سرا اور کچہری بلغور کے سوا باغ خان جہان اور باغ بنی بیگم صاحبہ کی سیرابی اس سے ہوا کرتی تھی۔ ان کے علاوہ اور بھی دو چار چھوٹے چھوٹے حوض جو بند اور لاپتہ پڑے ہیں تالاب خاک ارسے بھرا کرتے تھے۔
یہ ہم دیکھتے ہیں کہ جانب سرکار سال بسال نہر کی درستی ہوتی رہتی ہے۔ لیکن خدا جانے کس منحوس ساعت کام شروع کیا جاتا ہے کہ قصبہ والوں کو کچھہ فائدہ نہیں ہوتا۔
سید جود غفار صاحب سابق تحصیلدار خلد آباد نے اپنے زمانہ تحصیلداری میں پانی کے لیئے قابل تحسین کوشش کی اور اونہیں کی جد وجہد کا نتیجہ ہے کہ تالاب حوض خاص خوب لبریز ہو جاتا ہے اور جب تک اوس میں پانی رہتا ہے۔ لوگوں کو آرام ملتا ہے۔
لیکن اون کی کوشش جس قدر بے ونجا تدین رہی

اگر کورٹلے تالاب پہ ہوتی تو آئندہ کے لئے بہت مفید ثابت ہوتی۔

اے خدا کا شکر ہے کہ کورٹلے تالاب اور جامن تالاب کے [illegible] کی خبر جو برسوں سے سنی جارہی تھی اوسکو نواب بشیر نواز جنگ صاحب کی توجہ نے صحیح ثابت کردیا۔ اور بہت ہی استحکام کے ساتھہ داروغہ بدیع الدین صاحب کے ذریعہ سے دونوں کی درستی ہوگئی ہے۔ کاش اگر نہر بھی اسکے ساتھہ درست ہوجاتی تو پھر خلد آباد والوں کو پانی کی شکایت باقی نہ رہتی۔

ذکر حضرت جلال باشاہ جلال صاحب گنجروان قدس سرہ

نام جلال الدین۔ لقب گنجروان۔ بہت بڑے صاحب جلال اور خاصان خدا سے تہے روضے کے تمامی بزرگ ان سے پہلے آپ ہی اس دیار مین تشریف لائے ملفوظات تاہت ہونے سے ان کے حالات مفقود ہوگئے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید تہے صاحب عشق ربانی ایک واسطہ سید احمد نسوی علوی کا تبلایا ہے۔

اکثر لوگون کو دہوکا ہوتا ہے کہ شاہ جلال الدین گنجروان وہی شاہ جلال الدین ہین جو تبریزی مشہور ہین۔ اور جنکا ذکر کتب معتبرہ مین بہت جگہہ آیا ہے اور جنہون نے شیخ نجم الدین صغرا شیخ الاسلام دہلی کے تقاضے سے دہلی چہوڑدی تہی لیکن ایسا سمجہنا غلطی ہے۔ کیونکہ مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار مین شیخ جلال الدین تبریزی کی قبر بنگالے مین بتلائی ہے اور شیخ غوثی حسن نے گلزار ابرار مین اور ابوالفضل نے اکبرنامے مین لکہا ہے کہ جلال الدین تبریزی کا مزار بندر دیومحل واقع بنگالہ مین ہے۔

شیخ جلال الدین نے (۲۶) ذیقعدہ ۶۴۴ھ مین وفات پائی۔ لفظ متقدمین ۶۴۴ تاریخ ہے۔ ان کا مزار شاہ خاکسار صاحب کی درگاہ سے گوشۂ شرق اور جنوب مین اندازاً آدہے میل اور روضے سے جنوب دو میل کے فاصلے سے پہاڑی پر ہے درگاہ کے دو احاطے ہین۔

جس احاطے مین گنبد ہے اسکی شمالی اور شرقی حد دیوار سے محدود ہے شرقی حد مین صرف دروازہ درچاک ہے۔ غربی حد کے وسطی حصے مین مسجد اور مسجد کے شمال

کھڑکی ہے - جنوبی جانب میں چند کمانون کی ایک خانقاہ اور ایک حجرہ ہے احاطہ بہت سی قبرون سے معمور ہے - مسجد کے متصل حضرت کے بھانجے شیخ اخند اور شیخ محمود اگنیہ سے باہر شرقی دیوار سے ملے ہوئے پیر ترابی تبنی حضرت تھا - اور گنبد اور ... کے واسطے دروازے سے قریب سید نصراللہ - سید اخند - سید کبیر اور کھڑکی سے باہر پیر کالو نقاسے حضرت آسودہ ہین - ان سب کا عرس ذیقعدہ کی (۲۹) کو ہوتا ہے - عبدالرشید - عبداللطیف - عبدالمجید - عبدالکریم صاحب خدا امان حضرت کے بھی مزارات اسی احاطے مین ہین اور خدا امان درگاہ ہذا خود کو ان ہی حضرات کی نسل سے شمار کرتے ہین -

گنبد سے پورب ایک پتھر قبلہ نما پونے دو گز لانبا اور ایک گز چھہ گرہ کے قریب چوڑا نصب ہے مشہور ہے کہ شاہ جلال الدین صاحب نے پہلے پہل اسی جگہہ نماز پڑھی ہے اور اسی سبب سے یہ مسجد خورد مشہور ہے -

گنبد کی مغربی دیوار مین باہر طرف مسجد کے مقابل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور نادعلی اور اُسکے بعد کلمہ طیبہ اور اللّٰہم صل علی محمّد و علی آل محمّد فی الاولین و الآخرین و فی الملاء الاعلی الی یوم الدین - اور تھوڑی سی عبارت فارسی مین کندہ ہے - پڑھی نہین جاتی - مسجد کی جنوبی دیوار مین شرق رویہ یہ تاریخ کندہ ہے -

تاریخ مسجد حضرت شاہ جلال الدین صاحب قدس سرہ

روضۂ پاک منور را	کہ خاکش آبروئے اہل دین است
جلال الحق کہ بحر معرفت را	ز ہر لباسے تمثل موج حسن است

کشایم لب بہ ... ان ازمدح بزرگان	با دعائے کہ شیپے کز حق امین است
...... ورنگ غازی	کہ برنانک بہشتش مہ اجبین است
بزر خویش موسیٰ خان بنا کرد	چنین مسجد کہ بروئے آفرین است
زدل کردم طلب چون سال و تاریخ	ہمین خلق کز طبعش متین است
پئے از جلباب[1] مغنی زیر و بم گفت	نشان بے زوال کعبہ این است
	۱۰۷۶

گنبد کے آگے پیچھے دو درخت ایک ہی پھل پتی کے ہین- آگے کا درخت پیچھے کے درخت سے چھوٹا ہے ان دونون کے پھل عقیمہ عورت کیلئے بشرطیکہ وہ بزرگون کے تصرفات کی معتقد ہو تاج الملوک کے طلسمی درخت اور گوزراونا داپیا برہما وی کے گنگے سے زیادہ با اثر ہین اکثر حاجتمند عورتین ان پھلون کو لیجایا کرتی ہین- پھل کھانے کے جو شرایط ہین وہ خدام بتادیا کرتے ہین- ان باکرامت درختون کے سوا اور بہت سے درخت احاطے مین ہین-

دوسرا احاطہ

یہ احاطہ گنبد والے احاطے سے عرض وطول مین زیادہ ہے- اسکی جنوبی و غربی حدود مین خانقاہین ہین اور شمال و شرق مین دیوار- شرقی دیوار کے بیچ دروازہ اور شمال مین ایک دروازہ اور وسط مین ایک نقارخانہ اور اُس سے ملا ہوا جنوب طرف ایک گنبد ہے- جس مین سید کمال- سید فیاض- سید جمال- قاضیان دولت آباد کے قبور ہین- بیر وغیرہ کے درخت اِس احاطے مین بھی ہین-

[1] یہ مصرعہ اور اسی تاریخ کی دوسری بیت کا مصرعہ ثانی دیوان پڑھے نہین گئے بلا لحاظ معنے جیسے تھے لکھدئے گئے ۱۲

دونون احاطون کی خانقاہین اگرچہ بظاہر شکست نہین ہین - لیکن بارش کے موسم مین اسقدر ٹپکتی ہین کہ بیٹھنے کو جگہ نہین باقی خدام ان درگاہ کو اور سب کامون سے پہلے اسطرف توجہ کرنی چاہیئے اور پہلے گنبد والے احاطے کی خانقاہین درست کرنی چاہیئے کیونکہ وہ زیادہ شکستہ ہین - اگر مرمت مین ذرا بھی غفلت ہوئی تو یقینی کل عمارت جلد گر جائیگی اور پھر بننا طول ہوگا -

درگاہ سے جنوب درگاہ ہی کی دیوار کے نیچے بہت بڑا پختہ تالاب ہے عوام مین یہ پریونکا تالاب مشہور ہے - یہ تالاب اندر کو ہر چہار طرفون سے پتھر تراش کر بنایا گیا ہے - صرف جانب غرب تھوڑے حصے مین پہاڑ ہے - اس تالاب کی برآوردکا اگر اندازہ کیا جائے تو یہ کہنا درست ہوگا کہ کئی لاکھ مین تیار ہوا ہوگا - چارون طرف سیڑھیان ہین - اسکا عمق اس غضب کا ہے کہ پہاڑ یا درگاہ کی خانقاہون مین بیٹھکر دیکھنے سے آنکھون کو خیرگی اور دلپر خوف طاری ہوتا ہے - جب یہ کبھی پانی سے لبریز ہوتا ہوگا تماشاگاہ عالم اور دلفریب نظارہ ہوگا - تالاب کی جنوبی دیوار نیچے سے شکست ہے اسوجہ سے سو حصے مین ایک حصہ بھی پانی نہین ٹھہرتا ہے - اور موسم گرما مین تو بالکل خشک ہوجاتا ہے -

عرس

شاہ جلال الدین صاحب قدس سرہ کے عرس کی ابتدا ذیقعدہ کی (۲۳) سے ہوتی ہے ۲۳ - چونا - ۲۴ نشان - ۲۵ صندل ۲۶ چراغان ۲۷ بدھاوا اور ۲۹ کو میلا ہوتا ہے - آغاز عرس سے آخر تک عورتونکا ہجوم زیادہ رہتا ہے مصارف عرس کیلئے دو موضع ستولی پیچن پلی اور نادر آباد جاگیر مین یہ موضع یہانتک کے دوسرے مواضعات سے زرخیز ہین -

ذکر حاجی نظام صاحب پیش امام قدس سرہ

حاجی صاحب کا مزار کاغذی پورے میں ہے اسلئے انکے حالات تفصیل کہیں لکھی نہیں ہوئی کاغذی پورے کے سربرآوردہ لوگوں سے متعدد موقعے دریافت کی گئے لیکن کسی نے زبانی روایت کے سوا تاریخی شہادت سے کوئی واقعہ بیان نہیں کیا انکی بزرگی [illegible] برہان الدین غریب اور حضرت منتجب الدین صاحب کی ساتھ [illegible] انکی [illegible] کو اپنا محسن جانتی تھی۔

حاجی صاحب کی قبر پر گنبد اور اسکے اطراف چار دیواری اور چار دیواری ہی کے اندر پچھم طرف اسی زمانہ کی مسجد ہے یہ مسجد شکستہ ہو چلی تھی حالیں درست کیگئی ہے شکست و ریخت کرنے والوں نے یہ جرات کی ہے کہ مسجد کے قدیم کتبہ کا پتھر نکالکر علاحدہ رکھدیا ہے اور بجائے اسکے دوسرا کتبہ نظم کر کے نصب کر دیا۔ منتظمان و مہتممان مساجد کاغذی پورے کا فرض ہے کہ وہ اس کتبہ کو جس مقام پر کہ پہلے لگا ہوا تھا لگا دیں۔

کتبہ قدیم مسجد حاجی نظام صاحب پیش امام

بنا شد این مسجد در عہد خلافت خداوند دارا زمین برگزیدہ رب العالمین المؤید بتائید الرحمن ابو المجاہد محمد بن تغلق شاہ السلطان خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ بہ فرمایش بندہ درگاہ ملک الامرا اختیار الدولہ والدین الغ [illegible] تغلقی سلطانی المخاطب بہ نصیر الملک ادام اللہ دولتہ - فی رابع عشرین [۲۴] ربیع الاول سنہ ثلثہ و ثلثین و سبعمائۃ [۷۳۳]

گنبد سے جنوب احاطہ کا دروازہ ہے اسپر نقارخانہ ہے جسپر صبح و شام نوبت بجا کرتی ہے حاجی صاحب کے علاوہ کاغذی پورے اور اسکے حدود میں اور بھی بزرگواروں کی مزارات ہیں

اور وہ سید برہان الدین غریب کے اصحاب مشہور ہیں فہرست ذیل سے اونکے اسمائے گرامی معلوم ہونگے۔

فہرست اسمائے بزرگان کاغذی پورہ

نمبر	نام	تاریخ عرس	مدفن
۱	سید کامل صاحب قدس سرہٗ	۰	متصل حوض رنبود
۲	سید کالے 〃	۱۲ ربیع الثانی	لب سڑک
۳	اوستاد وزیر 〃	۱۶ شعبان	قصاب واڑہ
۴	پیر بالک 〃	۲۴ ربیع الثانی	بازار
۵	موسیٰ سیلانی 〃	۱۴ محرم	زیر درخت املی
۶	حاجی چیندو 〃	۲ ربیع الثانی	لب سڑک گنبد خورد
۷	شاہ جلال الدین بخاری صاحب قدس سرہٗ	〃	متصل گنبد حاجی چیندو صاحب
۸	سید امام 〃	۲۴ 〃	متصل درخت بڑ
۹	علی ولی 〃	〃 〃	زیر درخت بڑ
۱۰	دولت شاہ درباری 〃	〃 〃	اندرون حصار برکۂ قدیم دولت آباد
۱۱	حافظ جمال 〃	〃 〃	چبوترہ سنگ بستہ 〃 〃
۱۲	شاہ کہڑک 〃	〃 〃	زیر سلامی گھاٹی
۱۳	پیر عرق 〃	〃 〃	〃 〃
۱۴	شاہ لوز محرابی 〃	〃 〃	تالاب سلطان گڑہ

خلدآباد کے اطراف بہت سے قدرتی سیر کے مقام اور انسانی کمالات کے نمونے ہیں۔ ایلورہ اور شاہ خاکسار صاحب شاہ جلال الدین صاحب گنجرواں اور پیر مبارک صاحب کارواں کی درگاہوں کے علاوہ حوض قتلغ اور درۂ آب پاش نہایت پر لطف اور پر فضا ہے ایلورہ اور درگاہوں کی کیفیت ہم اوپر لکھ آئے ہیں اب درۂ آب پاش اور حوض قتلغ کے مختصر واقعات بتلا کر کتاب کو ختم کرتے ہیں۔

درگاہ سے باہر گوشۂ شرق و شمال کے ایک ٹیکری پر ایک مسجد ہے
یہ مسجد دولت خاں ناظر کی (جسکی قبر سونا باولی کے قریب کے گنبد و نمیں ہے)
بنوائی ہے۔ مسجد کے شمال پورب تہا ہوا دوسرا ٹیکرا ہے جسکے اوپر اور نیز
اطراف قدیم مکانوں کے آثار اور کئی ایک تہ خانے (بلدہ) یوناس راجہ کے
یادگار ہیں اور اس ٹیکرے سے پورب زمین کا تھوڑا قطعہ موسی خانی کے
نام سے مشہور ہے۔ یہ موسی خاں وہی ہیں۔ جنہوں نے شیخ جلال الدین
صاحب کے گنبد سے پچھم مسجد تعمیر کی ہے۔ شیخ جلال الدین صاحب
کی درگاہ سے کاغذی پورے اور ناورآباد تک زمین کا کل تختہ یوناس
نگری کے نام سے مشہور ہے۔ اس قطعہ کے سوا تالاب شاہ خاکسار
صاحب کے شمالی پہاڑ کے شرق جانب صدہا مکانوں کے نشان
موجود ہیں۔ گمان غالب ہے کہ قلعہ دولت آباد اور غار ہائے ایلورہ
کی تعمیر کے وقت یہاں کے مذکورہ مقامات مسلسل آباد ہوں گے۔
اور گنجرواں صاحب کا تالاب بھی اوسیوقت بنایا گیا ہوگا۔

دولت کی

یونا

ذکر حضرت پیر مبارک صاحب کاروان قدس سرہٗ

ان حضرت کے نسبت ہم اسیقدر کہہ سکتے ہیں کہ چشتیہ ہیں اور حضرت برہان الدین
اولیا صاحب کے مرید مشہور ہیں۔ پانچویں شوال ۷۴۲ھ ہجری میں
وفات پائے کاغذی پورے سے پچھم سات آٹھ سو گز کے فاصلے پر اور شاہ جلال الدین صاحب
کی درگاہ سے گوشۂ شرق اور جنوب میں آدھے میل پر درگاہ ہے۔ قبر پر چہاردیواری

ہے۔ جس ٹیکرے پر پیر مبارک صاحب کا مزار ہے اس سے جنوب بلند
ٹیکری پر لاڈلے صاحب انصاری کی قبر ہے۔ قبہ تو ہے نام [illegible] کا
عرس پانچویں شوال کو ہوتا ہے۔ عرس میں زیادہ [illegible] نہیں ہوتا ہے
چار بجے شام سے مغرب تک لوگ رہتے ہیں۔ [illegible] کے علاوہ
کاغذی پورے کے لوگ بھی شریک ہوتے ہیں۔ [illegible]
[illegible] ہے۔ ایام عرس کے سوا دوسرے اوقات [illegible] عورتیں [illegible]
[illegible] کو خوف کرتی ہیں۔

پیر مبارک صاحب کے مزار پر جو لوگ نیاز کرتے ہیں وہ اکثر ستھریاں پکاتے ہیں۔ پکانے والے سب مرد ہوتے ہیں۔ اور تاوقتیکہ فاتحہ سے فراغت نہیں ہو جاتی ہے۔ عورتوں کو ان کا کھانا یا [illegible] اس طرف نظر تک نہیں کرتیں۔ عورتوں کا گریز [illegible] بہت اچھا ہے۔ کاش اگر حضرت شاہ جلال الدین صاحب گنجرواں کا میلا بھی عورتوں سے پاک کر دیا جاتا تو بہت اچھا ہوتا۔

روضہ والے ستھریوں کو چکولیاں بھی کہتے ہیں۔ آٹے کو گوندھ کر چھوٹی چھوٹی ٹکیاں بناتے ہیں۔ شیرینی پکانا منظور ہو تو قوام میں ورنہ گوشت میں مصالح وغیرہ ڈال کر چڑھا دیتے ہیں۔ جب وہ نیم پختہ ہو جاتا ہے تو وہی ٹکیاں اس میں چھوڑ دیتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ ستھریاں بہت ہی لذیذ ہوتی ہیں۔

حوض قتلغ

یہ حوض کاغذی پورے سے پورب اور خلد آباد سے گوشۂ جنوب اور شرق مین اندازاً ڈیڑھ دو میل کے فاصلے پر ہے سلطان محمد تغلق شاہ کے استاد قتلغخان نے اِس کی بنیاد ڈالی قتلغخان کا باپ ملک برہان الدین دولت آباد کا حاکم تھا سُلطان محمد تغلق نے تخت خلافت پر متمکن ہوتے ہی قتلغخان کو دولت آباد کا صوبیدار بنایا۔ قتلغخان نے تا مدت حکومت رعایا نے دولت آباد کو بہت خوش رکھا اور بہت سے کار نمایان کئے اور نہایت خیر خواہی اور دیانت و امانت سے بسر کی صوبۂ مالوہ اور بیدر کے صوبیدار وںکو بغاوت کے صلے مین قید کر کے دہلی بہیدیا۔ صاحب غرضون کے کہنے سے پادشاہ نے قتلغخان کو طلب کر کے اُس کے بجائے اُس کے بھائی نظام الدین المخاطب بعالم الملک کو دولت آباد بھیجا۔ قتلغخان اُسوقت حوض کی تعمیر مین تھا پادشاہ کے فرمان پر دہلی چلا گیا اور باقی کام اپنے بھائی کی نگرانی مین چھوڑ اجسکو نظام الدین نے پورا کیا اس یادگار مین کوئی عمارت ایسی نہین جو قابل شہرت ہو لیکن قدرتی صناعی نے اُسکو شہرت دیدی ہے حقیقت مین یہ حوض نہین طویل اور عریض ایک تالاب ہے۔ تین طرف سے پہاڑی ٹیکریان لگی ہین کچھہ مغربی اور پورا جنوبی حصہ سنگی پختہ دیوار سے بنایا گیا ہے۔ دیوار کے سوا مغربی حصے مین سیڑھیان ہین جنوبی ہی دیوار کے شرق پانی نکلنے کا رستہ بنایا گیا ہے۔ حوض کا پانی وہ آب پاش سے گرتا ہوا قلعہ دولت آباد کے اتنی حوض مین پہنچتا ہے۔ حوض کے جنوب دیوار سے قریب دو منزلہ مکان قتلغخان کا یادگار ہے۔ افسوس زمانے نے اُسکے ساتھہ دشمنی کی ہو

اور اسکو عمر طبعی تک پہنچنے نہ دیا۔ اوپر کا حصہ گر گیا۔ نیچے کا جسقدر باقی ہے اُسکی بھی حالت اور
بھی خراب ہے اگر چند روز کسی نے ادہر توجہ نہ کی تو عمارت کا نشان بھی نہ معلوم ہوگا حوض
کے قریب دو چار درخت آم کے ہیں موسم گرما میں ان کے سایہ سے تھکا ہوا
اور تماشائیوں کو آرام ملتا ہے۔ حوض میں مرغابیاں کثرت سے رہتی ہیں نیچے جب
جب دیکھئے دو چار کالے گورے بندوق چلاتے کھڑے رہتے ہیں۔ کثرت
استعمال سے اِس حوض کو لوگ حوض تغلق اور حوض قتلو کہنے لگے ہیں۔

درۂ آب پاش

حوض قتلغ کے جنوب اور دولت آباد کی شمالی گھاٹی کے دامن میں پورب طرف وسیع
اور عمیق ہے قدرت نے اسکو مثلث متساوی الساقین قطع میں وضع کیا ہے شرقاً و
غرباً دونوں طرف دو پہاڑیاں اور جنوب یعنی قاعدے کی طرف چڑھنے اور پتھر سے چوڑی
دیوار بنائی گئی ہے۔

درے کے جنوب جنگلی درختوں کے سوا پڑ اسکے نہ تھے۔ یہ بہت سے درخت ہیں
یہ مرغزار دل برداشتہ اور وحشت زدہ کیواسطے فرحت افزا اور از حد دلکشا ہے۔ دلکشائی
میں خلد آباد کی دوسری سیرگاہیں اسکا مقابلہ نہیں کر سکتیں اور دلچسپی کے لیے اس سے
بہتر مقام نہیں ہو سکتا۔ مختصر یہ ہے کہ جسطرح ملک دکن میں خلد آباد بے نظیر ہے اسیطرح
شاہ خاکسار صاحب کے پہاڑوں سے حوض قتلغ اور درۂ آب پاش تک باعتبار لطافت
آب و ہوا اور نیز بنظر تفریح و سیر و شکار یہ مقامات بے مثل ہیں۔ زیادہ ترغیبی یہ ہے کہ مقامات
مذکورہ خلد آباد سے مسافت بھی نہیں رکھتے۔ میل ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہیں۔ پیدل

جانے سے کسی قسم کا امکان نہین ہوتا ہر قسم کی سواریان بھی وہان پہونچ سکتی ہین - غرض یہ تمام کوہستان ہر فصل مین خزان سے پاک سرسبز و شاداب رہتا ہے خصوصاً موسم بارش مین بلا تشبیہ نمونہ جنت نظر آتا ہے حاجی محمد جان قدسی کہتے ہین

در ایام خورداد واردی بهشت ‌ ‌ ‌ ز تند دولت آباد دم از بهشت
ز دلها صبا رفته گرد ملال ‌ ‌ ‌ هوای بهشت است یا برشکال
درو دشتش از سبزه فیروزه نام ‌ ‌ ‌ حصارش ز سنگ زبرجد تمام
ندیده کسی جز درین مرغزار ‌ ‌ ‌ بقلب الاسد ابتدای بهار
نه از سیل دیوار باغش خراب ‌ ‌ ‌ نه بر نخل موسش ستم ز آفتاب
جوانند پیران این سرزمین ‌ ‌ ‌ نه سرما نه گرما بهشت است این
ز رشک هوا پای صحت به گل ‌ ‌ ‌ طبیبان ز بیکاری اینجا خجل
دل غنچه اش نشکند از صبا ‌ ‌ ‌ باین تندرستی که دیده هوا
حصارش کند بر سر چرخ ناز ‌ ‌ ‌ که طاوس عرش است پر کرده باز
مراین قطعه را بود یا در میان ‌ ‌ ‌ که رفت از زمین سبزه بر آسمان
درین ملک مردم خوش آسوده اند ‌ ‌ ‌ هوا نیست گویی که فرموده اند
نیابند برگی درین بوستان ‌ ‌ ‌ که گرد وزیان ها بنام خزان
گلی غنچه نگذاشت فیض سحاب ‌ ‌ ‌ درین بوستان جز گل آفتاب
گر از گریه خالی کند ابر دل ‌ ‌ ‌ عجب گر رود پای موری به گل
بیارد اگر ابر سالی تمام ‌ ‌ ‌ درین خاک گل رسته اند نام
بهار از پی زینت هر چمن ‌ ‌ ‌ برد مایه از برشکال دکن

ز شمع کشتہ بازار پا سبز پوش	دکانہا دکان زبرجد فروش
ہوا لیک بخوبی از انست فرد	کہ ہرگز کسے را تصرف نہ کرد

زمین دکن سر نیارد فرود
زانجیر و دو رنگی بچرخ کبود

[illegible] آس پاس سے قلعہ دولت آباد بہت قریب ہے - اسی سلسلے مین ہمنے وہان کے مشہور مشاہیر، واقعات اور بزرگون کے حالات لکھنے کا ارادہ کیا تھا - ہلال الدین صاحب نائب داروغہ قلعہ دولت آباد نے ہمارے پاس وہان کے بزرگون کی ایک فہرست بھی بھیجی تھی - لیکن بعض اسباب پیش آنے سے ہم اس آخری ارادے مین کامیابی نہوئی۔ اگر زمانے نے مساعدت کی اور زندگی نے ساتھ دیا اور سرمایہ بہم ہوا تو انشاء اللہ تعالی دولت آباد کے بزرگون کے واقعات ترتیب دیکر ناظرین کے سامنے پیش کرین گے۔

قلعہ دولت آباد کے سربرآوردہ ملازمین مین سید رکن الدین صاحب داروغہ (قلعہ دار) اور شیخ ہلال الدین نائب داروغہ اور نور خان صاحب اور محمد حسن صاحب جمعدار بہت خوبی کے صاحب ہین دولت آباد اور نیز قلعہ کے موجودہ حالات مین ان سب کی معلومات اچھی ہے۔ اگر خدا نے مجھے اپنے ارادے مین کامیاب کیا تو ان سب سے کافی مدد ملیگی۔

تمت بالخیر

اِعلان

اِس کتاب کے تمام حقوق محفوظ ہیں

کوئی صاحب چھاپنے کا قصد نہ فرمائیں اور

جسقدر جلدیں مطلوب ہوں رونق علی صدر

مدرس مدرسۂ خلدآباد ضلع اورنگ آباد سے

طلب فرمائیں۔ فقط

خاکسار

رونق علی صدر مدرس مدرسۂ خلدآباد عرف رونقہ